اِنّ مِنَ الشِّعرِ لَحِکمۃً وَاِنَّ مِنَ البیانِ لَسِحرًا

سخنوران بلند فکر

سنہ ۱۳۵۶

مؤلفہ

جناب مولوی محمد منوّر صاحب بہادر گوہر

(امیر الشعرا، نجم الفضلا)

سابق جونیر ریڈر اورنیٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ مدراس یونیورسٹی

MADRAS

PRINTED AT THE G. S. PRESS.

1937

ان من الشعر لحكمة و ان من البيان لسحرا

سخنوران بلند فکر

مؤلفۂ
جناب مولوي محمد منوّر صاحب بهادر گوهر
سابق جونير ريڈر اورا ينٹل ريسرچ انسٹي ٹيوٹ مدراس يونيورسٹي

MADRAS:
PRINTED AT THE DIOCESAN PRESS

1936

فصلِ دوم - وہ شعراء جو مختلف بیرون دکن شہروں سے دکن آئے اور یہیں توطّن اختیار کیا -

فصلِ سوم - وہ دکني شعرا جو مدراس ہي میں پیدا ہوے *

تیسرا باب - اُن فارسي گو ایراني شعرا کا حال جو شمالي ہند سے دکن آئے اور چند روز مقیم رهکر واپس چلے گئے *

اِس تذکرے میں شعراء کے ناموں کو بہ ترتیب تہجي نہیں لکھا گیا هے - بلکہ تقدّم زماني کا خیال رکھا گیا هے - البتہ تذکرۂ گلزارِ اعظم (مولفۂ نواب غلام محمد غوث خان بہادر اعظم ' نواب کرناٹک) سے جو شعرا منتخب کئے گئے ہیں اُن میں حروف تہجي کي ترتیب هے - اُن میں سے اکثر شعرا وہ ہیں جو گلزار اعظم کي تالیف ' یعني سنہ ۱۲۶۱ هجري تک بقید حیات تھے *

اِس کتاب کے دوران تالیف میں ذیل کي کتابیں میرے مطالعے میں تھیں اور اُن سے مئیں نے مدد لي هے :—

(۱) تاریخ فرشتہ ' مصنفۂ محمد قاسم فرشتہ -

(۲) کلمات الشعراء مصنفۂ محمد افضل سرخوش -

(۳) خزانۂ عامرہ ' مصنفۂ میر غلام علي آزاد بلگرامي -

(۴) گلشن بیخار ' مصنفۂ نواب مُصطفٰي خاں شیفتہ -

(۵) صبح وطن اعظم ' مصنفۂ نواب غلام محمد غوث خان بہادر اعظم نواب کرناٹک -

(۶) نتائج الافکار مصنفۂ محمد قدرت اللہ خاں قدرت -

(۷) گلزار اعظم ' مصنفۂ نواب غلام محمد غوث خان بہادر اعظم نواب کرناٹک -

(۸) تاریخ عزیز دکن ' مصنفۂ مولوي عبد العزیز صاحب فرزند مولوي مہدي صاحب واصف -

(۹) دیوان ممتاز ' مصنفۂ نواب عمدۃ الامراء بہادر ممتاز فرمانرواے کرناٹک -

(۱۰) مثنوي رشک قمر ' مصنفۂ نادر (نام نامعلوم) -

(۱۱) محبوب الزمن ' مصنفۂ مولوي ابو تراب محمد عبد الجبار خاں صاحب -

(۱۲) آب حیات ' مصنفۂ مولوي محمد حسین صاحب آزاد -
(۱۳) مضامین شرر ' از مولوي عبد الحلیم صاحب شرر -
(۱۴) تاریخ ادب اُردو ' مصنفۂ رام بابو صاحب سکسینہ ' مترجمۂ مرزا محمد عسکري صاحب -

جہاں میري یہ دعا ھے کہ رب الارباب اس تذکرے کو قبولیت دوام عطا فرمائے ' وھاں مئیں یہ بھي دعا کرتا ھوں (اور ناظرین سے بھي استدعا کرتا ھوں کہ وہ بھي میرا ساتھہ دیں) کہ جن حضرات شعرا کا اس تذکرے میں ذکر ھے اُن سب کو ارحم الراحمین مغفرت نصیب کرے ' کیونکہ وہي فارسي اور اُردو زبان کے اصلي محسن ہیں -

آخر میں بہ ادب یہ گزارش ھے کہ مئیں نے حتي المقدور اپني طرف سے اِنتخاب و تحقیق حالات شعرا میں کوئي کمي نہیں کي - ممکن بلکہ یقین ھے کہ ابھي یہ تذکرہ بہت ہي نا مکمّل ھو اور سیکڑوں مشاہیر میري نگاہ سے چھوٹ گئے ھوں ' یا مئیں نے اپني کمي قابلیت سے قصداً چھوڑدئے ھوں - اگر ناظرین کرام بجائے زبان طعن دراز کرنے کے مجھے میرے سقموں پر متنبّہ فرماکر اس تذکرے کي تکمیل میں مدد فرمائینگے تو مئیں بے حد ممنون ھونگا اور آیندہ ایڈیشن میں یہ مکمل ھوسکیگا -

آخر یہ مشترکہ جائداد ھے اور جنوبي ہند کے باشندے کا یہ فرض ھے کہ وہ اِس کي صلاح و فلاح میں جان توڑ کوشش فرمائیں -

جیسا کہ مئیں ابھي عرض کر آیا ھوں مجھے اپني کمي استعداد کا اعتراف ھے - وہ کونسا انسان ھے جو اپنے آپ کو " انسان کامل " کہہ سکے - محال ھے کہ نا مکمل کا کوئي کام بھي مکمل کہا جا سکے - وصلّي اللہ تعالیٰ علیٰ افضل الانبیاء و اشرفِ اولادِ آدم محمد مصطفي الذي ھو انسان الکامل و لاریب فیہ -

خاکسار محمد منوّر کوھر (مخاطب بہ امیر الشعرا و نجم الفضلا)
نائر خاندان نوابان کرناٹک و منصبدار ہز اکزالٹڈ ھائنس اعلیٰ حضرت
(حضور نظام دکن خلد اللہ تعالیٰ ملکہ)
جام بازار - مدراس

فہرست مضامین

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمدِ داور گوہرِ کانِ سخن * نعتِ سرور جوہرِ جانِ سخن
فضلِ یزداں نے ہدایت دی مجھے * حمد سبحاں نے سعادت دی مجھے
نعت نے بخشا شرف برتر کیا * قطرۂ ناچیز کو گوہر کیا
یہ دعا ہے اے ودودِ بے مثال * بھیج روز و شب درودِ بے مثال
احمدِ مُرسل شہِ معراج پر * آل پر اصحاب پر ازواج پر
انبیا پر اولیا پر ہو سلام * اتقیا پر اصفیا پر ہو سلام
میرے پیرانِ طریقت پر بھی ہو * مُرشد ان پاک طینت پر بھی ہو
نکتہ سنجانِ سخن سے عرض ہے * صاحبانِ علم و فن سے عرض ہے
یہ ہے گلدستہ سخن کے باغ کا * یہ ہے گلدستہ دکن کے باغ کا
ہے دکن کے شاعروں کا تذکرہ * ہے سخن کے ماہروں کا تذکرہ
رونما ہیں واقعاتِ شاعراں * دل کُشا ہیں سانحاتِ شاعراں
یہ شگفتہ گلشنِ بیخار ہے * یہ خزینہ مخزنِ اشعار ہے
خیر ہو اے کردگار اِس باغ کی * روز افزوں ہو بہار اِس باغ کی
اِس کو بھی ہر دلعزیزی ہو نصیب * اِس کی شہرت میں ترقی ہو نصیب
چمکے ہر لفظ اس کا اختر کی طرح * آبرو بھی پائے گوہر کی طرح
کام میرا التجا دن رات ہے * نام تیرا قاضی الحاجات ہے

تجھ سے گوہر کی دعا ہے روز و شب
یہ وظیفہ اي خُدا ہے روز و شب

اما بعد - سنہ ۱۹۲۷ ع میں صوبۂ مدراس میں محکمۂ تفحیص السنۂ مشرقیہ (اورینٹل ری سرچ انسٹی ٹیوٹ) قائم ہوا - اور میرا تقرر بہ عہدۂ جونیر ریڈر عمل میں آیا - علاوہ اور فرائض مفوضہ کے میں نے یہ تذکرہ فارسی اور اردو کے اُن شعرا کا تالیف کیا جس کو

مدراس یونیورسٹی کی طرف سے شائع کیا جاتاھے - اُمید ھے کہ اِس کو بنظرِ قدردانی ملاحظہ فرمایا جائیگا اور میری محنت کی داد دیجائیگی *

اس تذکرے میں سنہ ۷۷۰ ھجری سے سنہ ۱۲۷۰ ھجری تک جو شعرا گزرے ہیں' اُن کا حال مئیں نے بڑی تحقیق سے درج کیا ھے - اِس میں اُن ۱۴۷ شعرا کا حال درج ھے جو جنوبی ہند اور دکن میں پیدا ھوے یا دوسرے شہروں سے جنوبی ہند میں پہنچے تھے -

اس کتاب میں تین باب اور ایک ضمیمہ ھے اور ہر باب کی کئی فصلیں ہیں' جو ذیل کی تفصیل سے معلوم ھوگا -

پہلا باب - فارسی گو شعرا کا حال - اس میں آٹھ فصلیں ہیں -

فصلِ اول - وہ فارسی گو شعرائے ایران جو شمالی ہند سے دکن میں آئے -

فصلِ دوم - وہ فارسی گو شعرائے ہندوستان جو شمالی ہند سے دکن میں آئے -

فصلِ سوم - وہ فارسی گو شعرا جو دکن ہی میں پیدا ھوے -

فصلِ چہارم - وہ فارسی گو شعرائے ایران جو دوسرے شہروں سے مدراس میں آئے -

فصلِ پنجم - وہ فارسی گو شعرائے ہندوستان جو دوسرے شہروں سے کرناٹک آئے -

فصلِ ششم - وہ فارسی گو شعرائے ہندوستان جو دوسرے شہروں سے مدراس آئے -

فصل ہفتم - وہ فارسی گو شعرا جو کرناٹک میں پیدا ھوے *

فصلِ ہشتم - وہ فارسی گو شعرا جو مدراس میں پیدا ھوے *

دوسرا باب - دکنی شعرا کا حال - اس میں تین فصلیں ہیں *

فصلِ اول - وہ شعرا جن کی ولادت - نشو و نما اور ترقی دکن میں ھوی *

کہ اتنے خطیر مال کو کفایت نہیں کرسکتیں - سلطان احمد شاہ انتقال کرچکے تھے - مجبوراً سلطان علاء الدین شاہ بہمني ثاني (سنہ ۸۳۸ هجري تا سنہ ۸۶۱ هجري) کو ایک عریضہ لکھا - بادشاہ نے اس کا جواب دستِ خاص سے لکھکر شیخ کا اعزاز بڑھایا اور اس کو عطایاے کثیر کے ساتھ شیخ کے پاس بھیجا -

آخر سنہ ۸۶۶ هجري میں بیاسي سال کي عمر پاکر واصل بحق ہوے -

آذري نے ایک مبسوط دیوان مشتمل بر قصائد و غزلیات و قطعات وغیرہ یادگار چھوڑا ھے - من اشعارہ :-

به مجلسے که درو کفشِ کبریا بخشند
هزار افسرِ شاهي بیک گدا بخشند *

دلا بمَي کدہ ها روز و شب گدائي کن
بود که دُرد کشاں جرعۂ بما بخشند *

شدیم پیر به عصیان و چشمِ آں داریم
که جُرمِ ما به جوانانِ پارسا بخشند *

غلامِ همّتِ آں عارفانِ با کرمم
که یک صواب به بینند و صد خطا بخشند *

به کوي میکدہ از مفلسي چه غم دارم
که ساقیاں همه جام جهاں نما بخشند *

به نیم ساعتِ هجر آذري نمي ارزد
هزار سال کرش در جهاں بقا بخشند *

تاریخِ انتقالِ آذري :-

چراغ دل به مصباحِ حیاتش
به انواعِ حقائق داشت پرتو *

چو او مانند خسرو بود در شعر
از اں تاریخِ فوتش گشت خسرو *

سنہ ۸۶۶ ہجري

خواجہ محمود گاوان

تخلص معلوم نہیں - عماد الدین نام - خواجہ لقب - وطن قاوان - سال ولادت کا پتہ نہیں چلا - خواجہ محمود گیلان کے ایک قریۂ قاوان میں پیدا ہوے - اِسی مناسبت سے محمودِ گاواں کے نام سے مشہور ہوگئے -

خواجہ بہت بڑے فاضلِ عصر تھے - علوم عقلی و نقلی خصوصاً ریاضی اور طب میں خاص مہارت رکھتے تھے - نثر و نظم و انشا میں تو ممتاز الافاضل تھے - علم دوست، قبیلہ پرور، فیّاض، قدردانِ علم و ہنر، رحم دل، خوش خلق، متواضع، منکسرالمزاج اور عابد و زاہد تھے - فیّاضی کا یہ عالم تھا کہ ہمیشہ اپنے ہم عصر فضلا کو خراسان اور عراق تک تحفے بھیجا کرتے تھے -

خواجہ محمود کا خاندان ہمیشہ سے معزز و محترم رہا ہے - آپ کے اجداد شاہانِ گیلان کے وزیروں میں سے تھے - شدہ شدہ اِن میں سے ایک سریرآراے سلطنت رشت ہوا اور اُس کا خطبہ منبروں پر پڑھا گیا - یہ‌سلسلۂ تاجداری شاہ طہماسپ صفوی داراے ایران کے زمانے تک خواجہ کے خاندان میں رہا - ہوش سنبھالنے اور علم و کمال حاصل کرنے کے بعد لوگ اُن کے ایسے محسود ہوے کہ مجبوراً اپنی والدہ کے ایما پر وطن چھوڑنا پڑا - آپ کی والدہ بھی مشایخ دیں کے خاندان کی ایک فرد تھیں - عراق و خراسان کے بعض بادشاہوں نے آپ کو اپنا وزیر بنانا چاہا مگر آپ نے قبول نہ‌کیا اور تجارت کو اختیار فرمایا - اسی تقریب سے اکثر دیار و امصار کو دیکھا اور ہر جگہ کے علماء اور مشایخ کی صحبتوں سے مستفیض ہوے -

تینتالیس برس کی عمر تھی کہ آپ ایک تاجر کی حیثیت سے دکن پہنچے - شاہ محب اللہ قدس سرہ اور دیگر مشایخ کا شہرہ سنکر اُن کی ملاقات کے لئے احمد آباد بیدر گئے - اِس اثنا میں خواجہ کے علم و فضل اوراخلاق کا دکن میں شہرہ ہوچکا تھا - بیدر سے واپس

آنا چاھا تو سلطان علاء الدین بہمني ثاني (سنه ۸۳۸ ہجري تا سنه ۸٦۳ ہجري) نے آپ کو روک لیا اور اپنے امرا میں داخل کرلیا -

ھمایوں شاہ (ظالم) بہمني (سنه ۸٦۳ تا سنه ۸٦۵ ہجري) کے عہد میں ملک التجار کا خطاب پایا ' وزیر اور جملة الملک کے منصب پر سرفراز ہوے اور بڑي شایستہ خدمتیں انجام دیں - سلطان محمد شاہ بہمني ثاني (سنه ۸٦۷ تا سنه ۸۸۰ ہجري) کے عہد میں خواجۂ جہاں کا خطاب اور منصب امیر الامرائي پایا - بادشاہ نے خلعت خاص عطا فرمایا اور یہ حکم دیا کہ خواجہ کے نام کے ساتھ یہ الفاظ لکھے جایا کریں :-

" مجلس کریم ' سیّد عظیم ' ھمایوں اعظم ' صاحب السیف والقلم ' مخدومِ جہانیاں ' معتمدِ درگاہِ شاھاں - آصفِ جم نشاں - امیر الامرا ملک - نائب الملک - ملک التجّار - محمود گاواں المخاطب بہ‌خواجۂ جہاں " -

خواجہ خلعت و خطاب سے سرفراز ہونے کے بعد فوراً اپنے خزانے کے حجرے میں گئے ' شاہي خلعت اُتار کر فقیرانہ لباس پہنا اور بہت روئے - حجرے سے نکلے تو تمام نقد و جنس و جواہر اور دیگر سامان جو بدریعۂ تجارت و امارت جمع کیا تھا ' احمد آباد بیدر کے علما و فضلا اور سادات میں تقسیم کردیا - کتابیں اور ھاتھي گھوڑے رکھ لئے اور کہا کہ کتابیں طلبا کا حق ھے اور ھاتھي گھوڑے بادشاہ کي ملک ہیں - یہ چند روز کے لئے میرے پاس امانت ہیں -

خواجہ اور ملا جامي میں خط و کتابت رہا کرتي تھي - ملا صاحب نے خواجہ کي مدح میں دو قصیدے لکھے ہیں - جن کے دو دو شعر ہم یہاں درج کرتے ہیں :-

پہلا قصیدہ :- مرحبا اي قاصدِ کلکِ معاني مرحبا

الصّلا کزجان و دل بذل تو کردم الصّلا *

ہم جہانرا خواجہ و ہم فقر را دیباچہ اوست

آیتِ الفقر لاکی تحت استار الفنا *

دوسرا قصیدہ :— جامی اشعار دلاویز تو جنسے است لطیف

پودش از حسن بود لطفِ معانی تارش *

ہمرۂ قافلۂ ہند رواں کن کہ رسد

شرف و عزِ قبول از ملکُ التجارش *

خواجہ نے سنہ ۸۷٦ ھ میں ایک عالی شان مدرسہ اور مسجد احمد آباد بیدر میں بنوائی ۔ سامعی نے مدرسے کی حسب ذیل تاریخ کہی :—

ایں مدرسۂ رفیع و محمود بنا

چوں کعبہ شد است قبلۂ اہل صفا *

آثار قبول بیں کہ شد تاریخش

از آیتِ ربّنا تقبّل منا *

سنہ ۸۷٦ ہجری

خواجہ نے سلطان محمد بہمنی کی مدح میں ایک قصیدہ کہا ہے جس کے دو شعر یہ ہیں :—

شد شکل ضرب تیغت بردوش جاں حمائل

ہیکل ز حرزِ سیفی انگہ ہراس ای دل *

تیغ تو آبِ حیواں مردم ز حسرتِ آں

آرے بہ عہدِ من شد آبِ حیاتِ قاتل *

خواجہ کی موت کا واقعہ نہایت درد ناک ہے ۔ آپ کی روز افزوں ترقی کو دیکھکر اکثر اقران و امثال آپ کے بے سبب دشمن ہوگئے تھے ۔ ظریف الملک دکنی، مفتاح حبشی اور ملک حسن نظام الملک نے آپ کے قتل کی سازش کی اور اُس حبشی غلام کو جس کے پاس خواجہ کی مُہر رہتی تھی اپنے ساتھ ملالیا ۔ ایک روز اُس کو خوب شراب پلائی اور جب وہ بیہوش ہوگیا تو ایک سفید کاغذ اُس کو دیکر خواجہ کی مہر اُس پر کرالی ۔ پھر اُس کاغذ پر خواجہ کی طرف سے اُڑیسہ کے راجہ کے نام خط لکھا، جس کا مضمون یہ تھا کہ " بادشاہ کی شراب خواری اور ظلموں سے ہم تنگ آگئے ہیں ۔ تمھاری قلیل توجّہ سے

پہلا باب

فارسي گو شعرا کا حال

فصلِ اوّل

وہ فارسي گو شعراے ایران جو شمالي ہند سے دکن میں آئے

آذري

آذري تخلص - سیّد حمزہ نام - شیخ نورالدین لقب - فرزند خواجہ علي ملک سربداربہ - وطن اسفراین (علاقۂ خراسان) سال ولادت سنہ ۷۸۴ هجري - ماہِ آذر میں پیدا ہوے اسلئے آذري تخلص اختیار کیا -

بہت بڑے پائے کے شاعر اور نہایت ذہین شخص تھے - عنوانِ جواني ہي میں سلطان شاہ رخ مرزا کي سرکار میں بڑا رسوخ حاصل کیا اور بڑي عزت پائي' یہاں تک کہ خطابِ ملک الشعرائي سے سرفراز ہوے - پھر گوشہ نشیني اختیار کي اور حضرت محي الدین طوسي کي خدمت میں رهکر ریاضتیں کیں - اِن کے انتقال کے بعد سیّد نعمت اللہ سے مستفیض ہوے - خرقۂ خلافت آپ ہي سے پایا - متوسّط عمر میں زیارتِ حرمین شریفین سے مشرّف ہوکر ہندوستان پہنچے اور سلطان احمد شاہ بہمني اوّل فرماں رواے گلبرگہ کي سلکِ ملازمت میں داخل ہوے اور بادشاہ کي تعریف میں کئي پُر زور قصیدے لکھے - بادشاہ نے بھي اِن کي بڑي قدرداني کي اور یہاں سے بھي ملک الشعراء کا خطاب پایا - بارها بیش بہا انعامات سرکارِ شاہي سے عطا ہوے -

ایک دفعہ بادشاہ سے وطن جانے کي اجازت چاہي مگر نہ ملي' ناچار خاموش ہورہے اور کسي ذریعے کي فکر میں لگے - اِن دنوں گلبرگہ

میں دارالامارۂ شاہي زیرِتعمیر تھا ۔ جب تعمیر ختم ہوي تو آپ نے یہ دو شعر پتھر پر کھدواکر دار الامارہ کے دروازے پر نصب کرادئے :—

حبذا قصرِ مشید کہ ز فرطِ عظمت
آسماں سُدۂ از پایۂ ایں درگاہ است *
آسماں ہم نتواں گفت کہ ترکِ ادب است
قصرِ سلطانِ جہاں احمدِ بہمن شاہ است *

ایک روز اتفاق سے بادشاہ کي نظر اِن اشعار پر پڑي تو پڑھکر پھڑک گیا ۔ شہزادۂ علاء الدین ساتھ تھے ۔ پوچھا کہ کِس کا کلام ھے ؟ اِنھوں نے آذري کا نام لیا ۔ چونکہ موقع اچھا تھا' ساتھ ہي عرض کیا کہ " آذري اپنے وطن کي جدائي میں سخت بے تاب ہیں اور اجازت کے خواستگار ۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر مجھے وطن جانے کي اجازت مل جائے تو جو حج میں نے کیا ھے اُس کا آدھا ثواب نذرِ حضور کرونگا " ۔ بادشاہ یہ سنکر ہنس پڑے اور فوراً اجازت عطا فرمائي اور ساتھ ہي خلعتِ خاص' پانچ ہندي غلام اور چالیس ہزار تنگہ نقرہ (ایک تنگہ ۔ ایک تولہ) عنایت ہوے ۔ شیخ بہت شکر گزار ہوے اور عرض کیا کہ " لا یحمل عطایاکم الا مطایاکم " بادشاہ نے اور بیس ہزار تنگے سفر کے خرچ کے لئے دئے ۔ چلتے ہوے آذري نے بادشاہ سے وعدہ کیا کہ تازیست " بہمن نامہ " کي تصنیف میں مصروف رہونگا' جس کا آغاز ہو چکا تھا ۔ چنانچہ مدت العمر اِس وعدے کا ایفا کرتے رہے اور ایک سال میں جتنا حصّہ نظم کرلیتے' وطن سے بادشاہ کي خدمت میں بھیج دیتے تھے ۔ سلطان ھمایوں شاہ بہمني تک پہنچنے پائے د'ے کہ پیغام اجل آ پہنچا ۔ باقي حصّے کو ملا نظیري ملا سامعي اور دیگر شعرا نے پورا کیا ۔

شیخ یہ انعامات لیکر وطن پہنچے ۔ بقیہ عمر عبادتِ الٰہي میں گزاردي ۔ مزید براں دستِ سخاوت وخیرات وسیع کیا ۔ چنانچہ ایک مہمانسراي بنواکر اِس کو وقف کردیا ۔ ایسي سخاوتیں ظاھر ھے

دکن فتح ہوسکتا ہے - تم فوج لیکر یہاں پہنچو- میں بھي تمھاري مدد کرونگا اور اکثر امرا سے مدد دلواؤنگا کیونکہ وہ میرے تابعِ فرماں ہیں - بادشاہ کو اِس کے کیفر کردار کو پہنچا کر ہم دونوں آپس میں علي السویّہ ملک کو تقسیم کرلینگے" - ظریف الملک دکني اور مفتاح حبشي نے ملک حسن نظام الملک بحري کے سامنے یہ تحریر بادشاہ کو دکھائي - بادشاہ نے خواجہ کي مُہر پہچان کر فوراً خواجہ کو طلب کیا - خواجہ نے یہ شعر جو اُس زمانے میں وردِ زباں رهتا تها پڑها:

چوں شہیدِ عشق در دنیا و عقبیٰ سر خرو است
خوش دمے باشد کہ مارا کشتہ زیں میداں برند *

اور کہا کہ جو ڈاڑهي همایوں شاہ کي خدمت میں سفید هوي هے اگر اُس کے بیٹے کے هاتھ سے سرخ هو تو سرخروئي کا باعث هوگا - قسمت کا لکها ٹل نہیں سکتا -

خواجہ جب بادشاہ کے سامنے آئے تو اُس نے پوچها کہ " اگر کوئي شخص اپنے ولي نعمت سے نمک حرامي کرے اور اُس کا ثبوت بھي مل جائے تو اُس شخص کي کیا سزا هے ؟" یہاں تو حساب پاک تها - خواجہ نے بے ساختہ کہا کہ " جس بدبخت سے ایسي حرکت سرزد هو اُس کي گردن ماردیني چاهئے" بادشاہ نے وہ خط خواجہ کو دکهایا - خواجہ حیران رہ گئے اور قرآن مجید کے یہ الفاظ کہے کہ " سبحانک ہذا بهتان عظیم " پهر کہا کہ " مُہر تو بلاشبہ میري هے مگر تحریر میري نہیں " - بادشاہ ایک تو شراب میں مست تها دوسرے غصّے کا بهوت اُس پر سوار تها' بغیر مزید تحقیقات کے جوهر نامي حبشي کو خواجہ کي گردن مارنے کا حکم دیکر حرم سرا کي طرف چلا گیا - خواجہ نے بہ آواز بلند کہا کہ " مجھ جیسے بوڑهے کا قتل تو آسان هے مگر میرا خون ناحق رنگ لائیگا اور تمهاري رسوائي اور خرابي کا باعث ہوگا" بادشاہ نے کوئي جواب نہیں دیا اور حرم سرا میں داخل ہوگیا - تاریخ شاہد هے کہ وهي هوا جو خواجہ نے کہا تها - جوہر حبشي تلوار لئے هوے

موجود تھا - وہ آگے بڑھا تو خواجہ دو زانو ہوکر قبلہ رو ہو بیٹھے اور کلمۂ طیبہ پڑھنے لگے - جب تلوار کی ضرب پڑی تو خواجہ نے کہا "الحمد للہ علی الشہادۃ" اور جاں آفریں کو جان دیدی -

شہادت کے وقت خواجہ کا سن انہتر برس کا تھا - یہ واقعۂ ہائلہ ۵ صفر سنہ ۸۸۶ ہجری کو ہوا - ملا عبد الکریم ہمدانی صاحبِ محمود شاہی نے جو خواجہ کے شاگرد تھے٬ یہ قطعۂ تاریخ شہادت کہا :—

شہید بے کنہ مخدوم مطلق

که عالم را ز جودش بود رونق *

اگر خواهی تو تاریخ وفاتش

فرو خواں قصۂ قتل بناحق *

سنہ ۸۸۶ ہجری

ایک اور تاریخ یہ ہے :—

سالِ فوتش گر کسے پرسد بگو

بے گنہ محمود گاواں شد شہید *

سنہ ۸۸۶ ہجری

یوسف

یوسف تخلص - یوسف عادل خاں نام - ابو ظفر لقب - فرزند سلطان مراد - وطن ملک روم - سالِ ولادت سنہ ۸۴۱ ہجری -

سنہ ۸۵۴ ہجری میں ان کے والد نے رحلت کی اور اُن کے بڑے بھائی سلطان محمد سریر آرائے ملک روم ہوے تو ارکان دولت کی تحریک سے تمام خاندان کے افراد کے قتل کا حکم دیا جس میں یوسف بھی شامل تھے - سلطان محمد کی والدہ کو اپنے چھوٹے بیٹے یوسف بہت عزیز تھے - اُنھوں نے ان کی جان بچانے کی یہ تدبیر کی کہ خواجہ عماد الدین محمود گرجستانی٬ تاجر ساوہ سے ساز باز کرکے یوسف کو اُس کے غلاموں میں داخل کردیا اور اُس سے چند غلام خرید کر اُن میں سے ایک کو جو یوسف سے مشابہ تھا قتل کرادیا - قدرتِ الٰہی کے

کھیل که ایک بے گناہ تو قتل ہوگیا اور یوسف کو ایک سلطنت کا حکم راں بنانے کے لئے بچا لیا گیا ۔ خواجه عماد الدین یوسف کو اپنے قافلے میں لیکر بغداد شریف روانه ہوا ۔ وہاں سے اپنے وطن ساوہ میں پہنچا اور یوسف کي پرورش اپنے بیٹے کے ساتھ کرنے لگا اور اُس کي خوب تعلیم و تربیت کي ۔

رفته رفته یه راز طشت ازبام ہوگیا که یوسف زندہ ہے ۔ اتفاقاً اِسي زمانے میں یوسف اور حاکم ساوہ کے متعلقین میں سے ایک سے کچھ جھگڑا ہوگیا ۔ یوسف کو اپني جان کا خطرہ ہوا تو وہ ساوہ کو چھوڑکر سیر و سیاحت کے لئے نکل گئے ۔ کچھ دنوں کے بعد ساوہ واپس جانے کا قصد کیا ۔ ایک رات خواب میں حضرت خضر (علیٰ نبینا و علیه السلام) نے اُن کو دولت و عظمت کي بشارت دي اور ہندوستان کي طرف جانے کي ہدایت کي ۔ اُس کے موافق وہ عازم ہند ہوے اور اپنے محسن خواجه عماد الدین کي معیت میں احمد آباد بیدر پہنچے ۔

خواجه عماد الدین اور خواجه محمود گاواں ایک مدت کے دوست تھے ۔ یوسف کے اصرار پر خواجه محمود گاواں کي وساطت سے نظام شاہ بہمني (سنه ۸۶۵ ہجري تا سنه ۸۶۷ ہجري) کے ہاتھ اِن کو فروخت کردیا ۔ خواجه محمود کاواں نے اُن کے صفات سن کر اور صورت شکل دیکھکر اُن کو اپنا مُتبنّي بنا لیا اور خواجه کي توجه سے یوسف ایک قلیل عرصے میں ترقي کے بڑے مدارج طي کرکے چند ہي روز میں امرائے ہزاري کے رتبے پر پہنچ گئے ۔

یوسف پر سلاطینِ بہمنیه کي فوج جان دیتي تھي اور اُنکے اخلاق نے اکثر مغل اور ترک امرا کو اُن کا گرویدہ کر رکھا تھا ۔ سلطان محمد شاہ بہمني (سنه ۸۶۷ ہجري تا سنه ۸۸۷ ہجري) نے انتقال کیا تو سب نے بالاتفاق یوسف کو منصبِ شاہي کے لئے انتخاب کیا ۔ چنانچه انہیں کے سر پر تاج رکھا گیا اور وہ به خطابِ عادل شاہ تخت دکن پر جلوہ گر ہوے ۔ یہي خاندانِ عادل شاہي کے باني ہوے ۔ اُنھوں نے سنه ۸۹۵ ھ میں بیجاپور کو اپنا دارالسلطنت بنایا اور سنه ۹۱۶ ہجري تک حکمراني

کرتے رہے - وہ اس زمانۂ عروج میں بھی اپنی غریبی نہیں بھولے اور ساوہ میں بیس ہزار روپیہ بھیج کر ایک مسجد بنوائی جو "مسجدِ غریباں" کے نام سے مشہور ہوی - یوسف عادل شاہ نہایت حسین شخص تھا - بڑھاپے میں بھی اس کو دیکھنے کے لئے دور دور سے لوگ بیجاپور آیا کرتے تھے - بڑا عالم و فاضل اور عالموں کا قدرداں تھا - علم عروض و قافیہ اور موسیقی میں کمال حاصل تھا - خطّاط بھی بہت اچھا تھا - جوانمردی و عدل و انصاف میں دور و نزدیک مشہور تھا - خود سنی المذهب تھا - مگر اتنا غیر متعصب کہ مذهب شیعہ کو اپنی سلطنت میں رواج دیا - شاعر تھا اور شاعر نواز - اُس کے اشعار کا نمونہ یہ هے :—

تا بارِ غم عشق کشد قافلۂ * گلہا شگفد ہرطرف از مرحلۂ

با آنکہ بجاں با تو نکردیم بخیلی * پیشِ دگراں بہرچہ کردی گلۂ

ما مسئلۂ فقہ ندانیم چہ یوسف * آساں شدہ از عشق بتاں مسئلۂ

گروارسی بہ دردِ دلِ ناتوانِ من

کے می رسد بمرگِ کساں رشکِ جانِ من *

با آنکہ صدر ہم بجفا آزمودۂ

تیغے کشیدۂ ز پئے امتحانِ من *

ای گل رسیدہ است بگوشِ تو قصہ ام

بلبل نخواند وقتِ سحر داستانِ من *

گویا کہ بلبلانِ چمن نقل کردہ اند

حرفے ز بے وفائیِ گل از زبانِ من *

یوسف بہ زاریِ دلِ من گوش کس نکرد

کو بخت آں کہ گوش کند داستانِ من *

اکیس برس تک بڑے اقبال و کامرانی سے سلطنت کی - آخر سنہ ۹۱۶ هجری میں پیغامِ اجل آ پہنچا - ۷۵ سال کی عمر میں داعیِ اجل کو لبّیک کہا - تاریخ وفات یہ هے :—

بگفتا - نماندہ شہنشاہِ عادل

سنہ ۹۱۶ هجری

شہیدي

شہیدي تخلص - مرزا شہید نام - سال ولادت کا پتہ نہ چلا - عالمِ متبحّر اور شاعرِ گرامي پایہ تھے - کسي شاعر کو اپنا ہمسر نہیں سمجھتے تھے - سلطان یعقوب فرماں رواے تبریز کے مقرّب اور مصاحب تھے - بادشاہ کي طرف سے خطاب ملک الشعرائي سے سرفراز ہوے - معاصرین اِن کے جاہ و جلال کو دیکھکر حسد رکھتے تھے - مگر بادشاہ کي نظرِ لطف و کرم کي وجہ سے نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے - جب اِن کے مربّي بادشاہ کا انتقال ہوگیا تو اُنہیں بھي تبریز کا قیام دشوار ہوگیا - مجبوراً سفر اختیار کیا - وطن سے نکلکر گجرات پہُنچے - وہاں بھي دال گلتي نہ دیکھي تو سلطان اسمٰعیل عادل شاہ (سنہ ۹۱۶ تا سنہ ۹۴۱ ھ) کے عہدِ حکومت میں بیجاپور کا رخ کیا - چونکہ بادشاہ خود شاعر اور اہلِ علم کا خواہاں تھا' اِس لئے یہ بادشاہ کے مقرّب ہوگئے اور بڑي قدر ہوي -

قلعۂ احمد آباد بیدر فتح ہوا تو بادشاہ نے زرو جواہر سمیت تمام چیزیں جو کروروں روپئے کي مالیت کي تھیں مقربین دربار اور مستحقّین کو تقسیم کردیں - شہیدي سے بھي کہا کہ "خزانے میں جاکر جس قدر مال اُٹھا سکتے ہو لے لو" انہوں نے عرض کیا کہ "جب میں گجرات سے یہاں آیا تو خوب قوي تھا' اب ضعیف ہوگیا ہوں طاقت برداشت زیادہ نہیں - کچھ روز مہلت ملي تو مجھ میں طاقت آجائیگي' جب حکم کي تعمیل کرونگا" - بادشاہ نے مسکراکر فرمایا :—

کہ آفت ہاست در تاخیر و طالب رازیاں دارد

اور یہ اجازت دي کہ اچھا ایک مرتبہ نہیں دو دفعہ خزانے سے جتنا اُٹھا سکو اُٹھالو - شہیدي نے حکم کي تعمیل کي اور دو دفعہ میں تقریباً پچیس ہزار ہون طلائي لے آئے - خازن نے بادشاہ کو اس کي اطلاع دي تو بادشاہ نے ہنسکر فرمایا کہ "شہیدي سچ کہتے تھے کہ اُن کي قوت بہت کم ہوگئي ہے"۔

شہیدي نے ایک دیوان کئي ہزار شعر کا چھوڑا ھے - نمونۂ کلام ذیل میں درج ھے :-

از سرِ کوبت شہیدي را مراں، خونش مریز
دوست را بگذار تا شرمندۂ دشمن شود *

چو ابر من بہواے تو از جہاں رفتم
گلے نچیدم وگریاں زگلستاں رفتم *

رقیب از آتشِ ہجرش منِ مہجور مي سوزم
نمي سوزي تو از نزدیک ومن از دور مي سوزم *

بہ بے درداں نشیني کے فتد بر مانگہہ از دور
نہ قدرِ حسن مي داني نہ دردِ عشق آہ از تو *

قریب ایک سو سال کي عمر پاکر سنہ ۱۳۶ ہجري میں انتقال کیا اور بیجاپور ہي میں سپرد خاک ہوے -

شاہ طاھر الحسیني

طاہر تخلص - طاہر الحسیني نام - شاہ لقب - موضع خوند وطن - سال ولادت کا پتہ نہ چلا -

ساداتِ خوند میں سے تھے - خوند ایک موضع ھے، جو گیلان کي سرحد پر قزوین کے علاقے میں واقع ھے - علوم ظاہري و باطني سے آراستہ تھے - اپنے باپ کے بعد سجّادہ نشین ہوے - شاہ اسمٰعیل صفوي بادشاہِ ایران کے عہد میں پہلے کاشان میں مُدرسي کي خدمت پر مامور ہوے -

چونکہ اِن کے معتقدین بہت کثرت سے تھے، اِس لئے بعض لوگ اِن سے حسد کرنے لگے - اور شکایتوں کے علاوہ یہ بات بھي بادشاہ کے گوش گذار کي گئي کہ شاہ طاہر بد مذہب ہیں، اِس پر بادشاہ نے اِن کے قتل کا حکم صادر کردیا -

شاہ طاہر کو خفیہ طور پر اِس کا علم ہوا تو اپنے اہل و عیال کے ساتھ چھپ کر ہندوستان روانہ ہو گئے - کچھ روز بیجاپور میں قیام کیا - پھر حرمین شریفین (زاد ہمااللہ شرفاً) اور دیگر مقاماتِ مقدسہ اور عتباتِ عالیات کی زیارتوں سے مشرّف ہو کر ہندوستان واپس آئے - جب مقام پرینڈہ میں پہنچے تو خواجۂ جہاں دکنی نے' جو امرائے بہمنیہ سے تھے' شاہ طاہر کی بڑی خاطر داری کی اور اپنے یہاں مہمان رکھا - آخر سنہ ۹۳۸ ہجری میں بُرہان نظام شاہِ اول فرمانروائے احمد نگر (سنہ ۹۱۴ تا سنہ ۹۶۱ ہجری) کی طلب پر احمد نگر گئے - بادشاہ اِن سے تواضع کے ساتھ پیش آیا اور بہت قدر افزائی فرمائی - برہان نظام شاہ سنی المذہب تھا - شاہ طاہر کی ترغیب سے مذہب امامیہ اختیار کیا -

شاہ طاہر علم و عمل زہد و تقویٰ اور اخلاق حمیدہ سے مُتّصف تھے' بہت سی کتابیں اُن کی تصنیف سے ہیں - مُصنّفِ تاریخ فرشتہ مثنوی گلشن راز کو جو تصوف میں ہے' اِنھیں کی تصنیف بتاتا ہے - لیکن تذکرۂ نتائج الافکار' شیخ محمود کو اس کا مصنف کہتا ہے -

شاہ طاہر بڑے پایے کے شاعر تھے - عربی اور فارسی دونوں میں شعر کہتے تھے - اِن کا کلّیاتِ نظم قصائد و غزلیات و رباعیات کا مجموعہ ہے - فارسی کلام کا یہ نمونہ ہے :—

جلوۂ زلفِ شاہدے بُرد دلِ رمیدہ را
پَے بہ کجا برد کسے مرغ بہ شب پریدہ را *

وہ چہ شود اگر شبے بر لبِ من نہی لبے
تا بہ لبِ تو بسپرم جانِ بلب رسیدہ را *

در غمِ او لذّتِ عشق از دلِ ناشاد رفت
خو بغم کردیم چندانے کہ عیش از یاد رفت *

بیروں میا کہ شہرۂ ایّام می شوی
ما کشتہ می شدیم تو بدنام می شوی *

رباعیات

ماٸیم کہ ہرگز دمِ بے غم نہ زدیم
خوردیم بسے خونِ دل و دم نزدیم *
بے شعلۂ آہ لب زہم نکشودیم
بے قطرۂ اشک چشم برہم نہ زدیم *

گر کسبِ کمال می کنی می گزرد
ور فکرِ محال می کنی می گزرد *
دنیا ہمہ سر بسر خیال است محال
ہر نوع خیال می کنی می گزرد *

شاہ طاہر نے سنہ ۹۵۲ ہجری میں انتقال کیا - پہلے لاش امانۃً احمد نگر میں دفن کیگٸی - چند ماہ کے بعد ہڈّیاں کربلاۓ معلی کو بھیجدی گٸیں اور وہاں مشہدِ سیّدنا حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے قریب دفن کردی گٸیں -

صفی

صفی تخلص - شیخ محمّد نام - شیراز مولد - سالِ ولادت معلوم نہوسکا - صاحب علم و فن اور شاعرِ شیریں سخن تھے - خوش خلقی اور بذلہ سنجی میں بہت مشہور تھے - علمِ ریاضی میں خاص مہارت تھی -

سلطان محمّد قلی قطب شاہ والی گولکنڈہ (سنہ ۹۸۹ تا سنہ ۱۰۳۰ ھ) کے عہد میں دکن پہنچ کر شاہی ملازمین کے زمرے میں منسلک ہوۓ - دفتر محاسبی میں میر منشی کے عہدے پر تقرر ہوا -

چند اشعار ملاحظہ ہوں :—

رخسارِ تو مصحفے است بے سہو و غلط
دَش کلکِ قضا نوشت از مشک نقط *

چشم و دهنت آیه و وقف ابرو مد
۲ ۳ ۲ ۳ ۴ ۴

مژگان اعراب و خال و خط حرف و نقط *
۵ ۵ ٦ ۷ ۷ ٦

سنه ۹۷۴ هجري میں اس جهانِ فاني سے کوچ کیا - بمقام حیدرآباد میر مومن کے دایرے * میں مدفون هوے -

رضائي

رضائي تخلص - ملّا محمّد نام - مشهد وطن - سال ولادت کا پته نه چلا -

ابو المظفر علي عادل شاه (سنه ۹۵٦ تا سنه ۹۸۸ هجري) فرمانرواے بیجاپور کے عهد کے شاعر تهے - اس سے زیاده ان کے کچه اور حالات معلوم نهوسکے -

سنه ۹۸۸ هجري میں جب ایک خواجه سرانے بادشاه کو شهید کیا تو رضائي نے قطعهٔ تاریخ کها - یهي ان کا نمونهٔ کلام هے :-

آه که دستِ اجل در چمنِ عدل و داد
نخلِ فتوّت بکند شاخِ مروّت درید *
بر فلکِ خسروي گشت ازیں ماجرا
مهرِ کرم مختفي ' ماهِ سخا نا پدید *
خسروِ عادل لقب ' شاهِ علي نام آنکه
ظلم بدورانِ او کس نشنید و ندید *
وقتِ وداعِ جهاں تا نه رود تلخ کام
از کفِ ساقيِ دهر شهدِ شهادت چشید *

---

* میر مومن نے جن کا حال آگے آتا هے ' چند بیگه زمین افتادہ حیدرآباد میں خریدکر اسکو صاف اور هموار کرایا - پهر لاکهوں روپیه خرچ کرکے کربلاے معلی کی خاک چند جهازوں میں بار کرکے منگوائی اور اس میدان کو قد آدم کهدواکر مٹی نکلوادی اور اس میں یه خاکِ پاک بهرواکر اُس قطعے کا نام " میر کا دایرہ " رکها اور اُس کو شیعه و سنی کے دفن کے لئے وقف کردیا - اس دائرے کا ذکر آینده اکثر آئیگا -

منشیِ دورانِ غیب از پئ تاریخ آں
بر سرِ دوراں نوشت شاہِ جہاں شد شہید *
سنہ ۹۸۸ ھجری

اس سے معلوم ہوتا ھے کہ رضائی سنہ ۹۸۸ ھجری تک زندہ تھے - اس کے آگے نہ ان کے حالات نہ ان کے انتقال کی تاریخ اور مدفن کا پتہ چلتا ھے -

فرح

فرح تخلص - فرح اللہ نام - شوستر وطن - سال ولادت معلوم نہو سکا -

محمّد قلی قطب شاہ فرمانروائے حیدر آباد دکن کے زمانے میں حیدر آباد آئے - اگرچہ صاحب تذکرۂ محبوب الزمن نے اُن کا حیدر آباد آنا سلطان عبد اللہ قطب شاہ کے زمانے میں لکھا ھے ' لیکن سلطانِ مذکور سنہ ۱۰۳۵ ھ میں تخت نشین ہوا ھے اور فرح نے سنہ ۱۰۱۰ ھجری میں وفات پائی - اس لئے فرح غالباً محمّد قلی قطب شاہ کے زمانے میں آئے ہونگے ' جس نے سنہ ۹۸۹ سے سنہ ۱۰۲۰ ھجری تک حکمرانی کی تھی - ہم نے اسی سال اور اسی بادشاہ کے عہد کو صحیح تسلیم کیا ھے - بہرحال بادشاہ کی توجّہ نے اُنھیں دولت و ثروت سے مالا مال کردیا *

بلند پایہ اور شیریں زباں شاعر تھے - عربی میں بھی شعر کہتے تھے - مرزا صائب نے اپنی ایک غزل کے مقطع میں ان کی نسبت یہ خیال ظاہر کیا ھے :-

ہمیں ز خاک فرح کامراں نشد صائب
کہ فیض ہم بظہوری ازیں جناب رسید *

چار ہزار شعر کا ایک دیوان چھوڑا ' جس کے چند اشعار یہ ہیں :-

در ہوائے بادۂ گلرنگ بے تا بیم ما
سالہا شد کز ہوا دارانِ ایں آ بیم ما *

از رہ ببانگ ہرزہ درایاں نمی روم
کے میدہد فریب صدائے جرس مرا *

مغاں که دانۂ انگور آب مي سازند
ستارہ مي شکنند آفتاب مي سازند *

ذرّہ از بالا روي خورشیدِ تاباں کے شود
مور گر بر تخت بنشیند سلیماں کے شود *

سنه ۱۰۱۰ ہجري میں اِس جہانِ فاني سے رحلت کي - مدفن معلوم نہیں -

وحشي

وحشي تخلص - کاشان وطن - نام اور سالِ ولادت معلوم نہوسکا - وطن چھوڑکر ہندوستان کا رخ کیا - مختلف شہروں کي سیاحت کرتے ہوے سلطان عبد الله قطب شاہ (سنه ۱۰۳۵ تا سنه ۱۰۸۳ ہجري) کے عہد میں گولکنڈہ پہنچے - بادشاہ نے اُن کي اچھي قدر کي - وحشي نے اِنھیں کے سایۂ عاطفت میں زندگي بسر کي -

عالم و فاضل اور نامور شاعر تھے - فن شعر میں مولانا محتشم کاشي سے تلمذ تھا - سنه ۹۹۱ ہجري میں شیراز میں تھے اور وھیں اُن کي غزل گوئي کي شہرت ہوچکي تھي - عمر بھر سواے غزل کے کچھ نہیں کہا - کلام میں رنگیني اور شیریني تھي -

من اشعارہ :—

ندارد آسماں ہم در خورِ امیدِ من کامے
ازاں ہرگز ندیدم بر مرادِ خویش دوراں را *

گر سرشکِ آتشیں ریزد دلِ من دور نیست
شعله نتواند نگه دارد شرارِ خویش را *

از شوقِ سوختن دلِ من در ہوا گرفت
باغے که چرخ نام زد و جانِ لاله کرد *

گشتم چناں ضعیف که در گلشنِ وصال
ہر دم مرا نسیم بسوي دگر بَرد *

تا چشمِ نیم مستِ تُرا دید روزگار
خاکِ سیہ بہ کاسۂ چشمِ غزالہ کرد *

شب گزاری بہ دلِ بے خور و خوابم کردی
آنقدر گرم بکشتی کہ کبابم کردی

سنہ ۱۰۱۳ ہجری میں بمقامِ گولکنڈہ انتقال کیا - مؤلف 'محبوب الزمن' نے لکھا ہے کہ وحشی سلطان عبد اللہ قطب شاہ کے زمانے میں دکن پہنچے اور سنہ ۱۰۱۳ ہجری میں وفات پائی - لیکن سلطانِ مذکور سنہ ۱۰۳۵ ہجری میں تخت پر بیٹھے تھے - معلوم ہوتا ہے کہ وحشی سلطانِ عبد اللہ کے پیشرو کے عہد میں دکن آئے ہونگے یا سنہ ۱۰۱۳ ہجری کے بعد اُنھوں نے انتقال کیا -

ارسلان

ارسلان تخلص - قاسم نام - مشہد وطن - والد کا نام اور سال ولادت معلوم نہو سکا -

شہنشاہِ ہند اکبر (سنہ ۹۶۳ تا سنہ ۱۰۱۴ ہجری) کے عہدِ دولت میں وطن سے ہندوستان پہنچے' چند روز ملازمینِ شاہی کے زمرے میں رہے - پھر احمد آباد گجرات گئے - کچھ روز وہاں مقیم رہکر دکن کی طرف رخ کیا - پہلے احمد نگر گئے' وہاں سے بیجاپور' پھر گولکنڈہ گئے اور وہاں سے احمد نگر کو مراجعت کی - ہر ملک کے فرماں رواؤں نے بڑی قدر افزائی کی اور انعام و اکرام سے مالا مال کردیا -

صحیح النسب سیّد تھے - علم و فن میں یکتا اور شاعر بے نظیر تھے - تاریخ گوئی اور خطّاطی میں خاص شہرت رکھتے تھے -

من اشعارہ :-

آہِ دلم گر اثرے داشتے * شامِ امیدم سحرے داشتے
گرد سرت گشتے و کردے طواف * کعبہ اگر بال و پرے داشتے

سنہ ۱۰۱۵ ہجری میں سفرِ آخرت پیش آیا اور وہیں مدفون ہوے -

فاني

فاني تخلص - خواجه احمد نام - دهدار علاقهٔ شیراز وطن - صحیح سال ولادت معلوم نهوسکا - کہا جاتا هے که انهوں نے سنه ۱۰۲۶ هجري میں بعمر ۶۱ سال رحلت کي - اِس حساب سے سنه ۹۶۷ هجري میں پیدا هوے هونگے -

حصولِ علم کے بعد هي فایزِ دکن هوے - علي عادل شاه (سنه ۹۶۵ تا سنه ۹۸۸ هجري) والي بیجاپور کے ملازمین میں داخل هوے اور رفته رفته بادشاه کے مقرّب اور مصاحبِ خاص هوگئے - اپنے استاد شاه فتح الله کي تعریف کرکے بادشاه کو اُن کي ملاقات کا شوق دلایا - چنانچه ایک کراں قدر رقم بهیج کر شاه صاحبِ موصوف دکن طلب کئے گئے - مصنفِ تاریخ بیجاپور نے اندازه لگایا هے که اِن کے آنے میں چالیس هزارهون صرف هوے - آخر علي عادل شاه کي رحلت کے بعد شاه فتح الله کو شهنشاهِ اکبر نے اپنے پاس بُلالیا -

فاني بڑے عالم و فاضل صوفي مشرب تهے - علومِ عقلي و نقلي میں ماهر تهے - اُنهوں نے بیجاپور کو چهوڑا اور احمد نگر جاکر برهان نظام شاهِ ثاني (سنه ۹۹۸ تا سنه ۱۰۰۳ هجري) کے ناظرِ سلطنت هوگئے - بقیة العمر یهیں بسر کي - آخري عمر میں گوشه نشین هوگئے تهے -

' نفحات الانس ' پر حواشي اور شرح لکهي - ' گلشن راز ' اِن هي کي تصنیف بتائي جاتي هے - مگر اِس کے مصنف کے متعلق اختلاف هے - تاریخ فرشته میں شاه طاهر کو ' تذکرهٔ نتائج الافکار میں شیخ محمود شبستري کو اور تذکرهٔ محبوب الزمن میں فاني کو اِس کا مصنف بتایا گیا هے -

فاني صاحبِ دیوان تهے - اِن کے کلام کا نمونه یه هے :-

یک جرعه که از حریفِ مستت برسد

پس چاشنيِ دمِ الستت برسد *

این جام نهادہ اند بر طاقِ بلند
پا بر سرِ خویش نہ کہ دستت برسد *

۶۹ سال کي عمر میں سنہ ۱۰۱۶ ہجري میں وفات پائي -
' خدا شناس ' سے سالِ رحلت نکلتا ھے -
۱۰۱۶ ھ

حیاتي

حیاتي تخلص - مرزا حیاتي نام - کاشان وطن - سالِ پیدایش معلوم نہو سکا - ابتدا میں سقائي تخلص کرتے تھے اور الحاد و زندقہ مشرب تھا - ایک زمانۂ دراز تک ملاحدہ کے ہم نوالہ و ہم پیالہ رھے - ایک مرتبہ اہلِ کاشان نے تنگ آکر اِس فرقے کے ایک گروہ کو شاہِ طہماسپ صفوي کے حضور میں پیش کیا - اِن ہي میں سقائي (حیاتي) بھي تھے - بادشاہ نے سب کو قید کرنے کا حکم دیا - سقائي بھي قید ہوے - دو سال کے بعد رہا ہوکر شیراز گئے اور وہاں دو سال مقیم رھے - سنہ ۹۸۶ ہجري میں اپنے وطن کاشان کي طرف مراجعت کي - وہاں ہدایت دستگیر ہوي ' توبہ کرکے دینِ نبوي کي پیروي اختیار کي - کچھ روز کے بعد سیاحتاً دکن آئے اور احمد نگر میں نظام شاہ بحري کے ملازم ہوگئے -

شہنشاہِ جہانگیر (سنہ ۱۰۱۴ تا سنہ ۱۰۳۶ ہجري) نے اپنے کسي مقرّب سے حیاتي کي تعریف سني ' اُن کو بلواکر مراحِم خسروانہ سے سرفراز فرمایا - سنہ ۱۰۱۹ ہجري میں مثنوي تغلق نامہ مصنفۂ حضرت امیرِ خسرو ' بادشاہ کي نظر سے گزري اور بہت پسند آئي ' مگر اِس کا ایک حصہ گم ہو چکا تھا - بادشاہ نے تمام شعراے دربار کو حکم دیا کہ اِس کو مکمّل کریں - سب کي تحریریں پیش ہوئیں تو حیاتي کي نظم پسندِ خاطرِ اقدس ہوي - حکم دیا کہ حیاتي کو چاندي سونے میں تولا جائے - چھ تھیلیاں اشرفي اور روپیوں سے بھري ہوي حیاتي کي

ہم وزن نکلیں - جو اِن کو عطا فرمادي گئیں - سعیداے گیلاني نے ' شاعر سنجیدۂ شاہي ' اسي واقعے کي تاریخ کہي -
۱۰۱۹ ہجري

من اشعارہ :-

در دلِ من درد افزودي و میگوئي منال
آتشے در جانم انگندي و مي گوئي مسوز *

خاکِ کوي تو ز سیلِ مژہ پرنم کردیم
تا غبارے بتو از رہ گزرِ مانرسد *

در بلاي عاشقي دل یاريِ من مي کند
جاں فداي او کہ جانب داريِ من مي کند *

مي نمایم شاد خود را گرچہ مي میرم ز جور
تا نیاید رحم در خاطر جفا کارِ مرا *

بہرِ شوخِ کو نداند دوستي در اصل چیست
خلق را با خود حیاتي از چہ دشمن کردۂ *

بے لعل تو گر خوں رود از چشمِ ترِ من
شادم کہ نیاید دگرے در نظرِ من *

حیاتي کي تاریخِ انتقال یا مدفن معلوم نہیں - یہ ظاہر ہے کہ سنہ ۱۰۱۹ ہجري تک زندہ تھے - کیونکہ اِسي سال وہ چاندي سونے میں تولے گئے تھے - اِسي لئے ہم نے اِن کا حال فرح (المتوفي سنہ ۱۰۱۰ ہجري) کے بعد لکھا ہے -

سنجر

سنجر تخلص - مرزا سنجر نام - فرزندِ میر حیدر معمائي - کاشان وطن - سال ولادت معلوم نہوسکا - شاعرِ فصیح و بلیغ تھے - پہلے اکبر اور امراے اکبري کے مدّاح رہے - پھر ابراہیم عادل شاہ کي خدمت

میں پہنچ کر ایک طویل قصیدہ پیش کیا - اِس کے صلے میں بادشاہ نے خلعتِ خاص اور زمرّد کی بیش بہا انگوٹھی عطا فرمائی -

من اشعارہ :—

مرا کجا ست پر و بالِ قربِ شعلۂ حسن
ہمیں بس است کہ پروانہ ام سپند ترا *

ہمیں ترانۂ حسرت ز تار می آید
کہ بزم بے مئِ رنگیں چہ کار می آید *

اگرچہ کار تو غیر از جفا نمی باشد
وظیفۂ دلِ ما جز دعا نمی باشد *

ما خود ز آرزو بشہادت رسیدہ ایم
خوباں صواب نیست کہ نکردیت کنند *

بہ پیرِ کم شدہ فرزند گو کہ گفت ترا
کہ اعتماد بہمراہیِ برادر کن *

ظہوری

ظہوری تخلص - ملّا محمّد طاہر نام - نورالدین لقب - ترشیز واقعِ مُلکِ ایران مولد و منشا - سال تولد معلوم نہو سکا -

مفلوک الحال والدین کے فرزند تھے - کچھ پیٹ کی مجبوری، کچھ آب و دانہ کی کشش نے بیجاپور پہنچایا - حکیم الحکماء مرزا محمد یوسف کے مہمان ہوے اور اِن ہی کی وساطت سے ابراہیم عادل شاہ تک رسائی ہوی *

نثر میں 'مینا بازار' اور 'سہ نثر ظہوری' اِن دونوں کی شہرۂ آفاق تصانیف ہیں - آخر الاسم کتاب بادشاہ کی تعریف میں ہے - زبردست فاضل اور اعلیٰ پایہ کے نثّار و ناظم تھے - فنِ شعر میں ملایزدی کے شاگرد تھے - برہان نظام شاہ (سنہ ۹۹۸ تا سنہ ۱۰۰۳ ہجری) والیِ احمد نگر کے

نام پر ساقي نامه لکھا۔ جس کے صلے میں بادشاہ نے کئي ھاتھي ' جن پر نقد و جنس بار تھا' ظہوري کو عطا فرمائے ۔ کہتے ہیں کہ جس وقت یہ عطیۂ سلطاني پہنچا تو مُلّا ایک قہوہ خانے میں بیٹھے ہوے ملے ۔ لانے والوں نے رسید مانگي ۔ ظہوري نے پرزۂ کاغذ پر یہ الفاظ لکھکر حوالے کر دئے :—

" تسلیم کردند ۔ تسلیم کردم ۔"

ہر چند کہ ظہوري کي نظم و نثر مشہور و مطبوع ھے ' مگر ہم ان کے چند اشعار دیوان سے انتخاب کرکے ذیل میں لکھتے ہیں :—

چشم را پردۂ خود کردہ بدیدن رفتم
پنبہ در گوش نہادہ بہ شنیدن رفتم *

از دمِ تیغے مگر تن بہ تپیدن دھم
سرمۂ حیرت کشم' دیدہ بدیدن دہم *

بند نقا بے کشم تیغ و ترنج آورم
یوسف و یعقوب را کف بہ بریدن دہم *

ذوقِ حُسنش بر تماشاي گُلِ خسار داشت
گر نمي بُردند زود آئینہ را خود کار داشت *

بجگر تشنگي خضر دلم مي سوزد
کہ سرِ چشمۂ تیغے دمِ آبے نکشید *

از ساقي نامہ

بیا ساقي اے خرمنِ گل بیا
تو گل من خزاں دیدہ بلبل بیا *
بہ رویم درِ خندہ بستن چرا
تبسّم بلب در شکستن چرا *

بیا ساقیا بگذر آن روز را
بدہ آتشِ معذرت سوز را *
بیا ساقی ای باز خاطر شکار
کہ خونی است چنگِ عقابِ خمار *
ز کلبن چمن گشتہ طاؤس دُم
بروں آر خونِ کبوتر زخُم *
اسیرِ خمارم شرابے کجاست
دلم بر دلم سوخت آبے کجاست *
بکش خنجرِ انتقام از غلاف
سرت گردم ای ساقیِ سینہ صاف *
بیا ای نمک پاشِ زخمِ جگر
کہ بختم ز اشکم بود شور تر *
ببیں تلخیِ عمرِ شیرینِ من
بدہ ساغرے بگذر از کینِ من *
بیا ساقیا جاں فدا می کنم
تو دشنام دہ من دعا می کنم *
زلالِ تو تلخی کہ سر می زند
رہِ کاروانِ شکر می زند *
سرت گردم ای مطربِ خو برو
کہ مرغولہ گوئی و مرغولہ مو *
شدم پایمالِ هجومِ ملال
بدستِ کرم گوشِ قانوں بمال *
بیک نغمہ بنواز گوشِ مرا
ببر مزدِ کالائے هوشِ مرا *

ظہوري وہ صاحبِ کمال تھا کہ اُس کے جوہر کو دیکھکر ملک قمّي نے ' جو ابراہیم عادل شاہ کے دربار کے ملک الشعراء تھے ' اپني دختر کو اُن سے منسوب کردیا تھا - بقول ' خزانۂ عامرہ ' یہ آفتاب کمال سنہ ۱۰۲۵ ہجري میں دکن ہي میں غروب ہو گیا *

ملک قمّي

اِن کا نام اور سال ولادت وغیرہ کچھ معلوم نہوسکے - ایران سے ہندوستان آئے اور سلاطینِ دکن خصوصاً ابراہیم عادل شاہِ ثاني کے دربار میں قسمت نے پہنچا دیا - اِن کي قسمت کا ستارہ اِسي بادشاہ کي عنایتِ خاص سے چمکا - ملک الشعراء کا خطاب بھي اِسي سرکار سے ملا - ملک قمّي ملا ظہوري کے خُسر تھے - اِن دونوں نے ملکر ایک کتاب ' نورس ' لکھي اور علي عادل شاہ کو نذر کي - اِس کتاب میں نو ہزار شعر ہیں - بادشاہ نے اِس کے صلے میں نو ہزار ہون انعام دئے -

ملک قمي بہت بڑے شاعر تھے - اِن کے بعض اشعار بطور نمونہ یہ ہیں —

دل و دیں بُردي و صد عربدہ برپا کردي
ہیچ کافر نکند آنچہ توباما کردي *

او بہلاکِ من خوش و من بہ بقاے عمرِ او
قاعدۂ وفا نگر یار چنان و من چنیں *

ز خونِ خویش ابراں قطرہ مي برم غیرت
کہ گاہِ قتل بدامانِ قاتل افتاد است *

خاریم و در برابرِ آتش نشستہ ایم
مارا اگر رسد مددے از صبا رسد *

دو شینه مہے بودی و امروز ہلالی
آزردنِ یکروزۂ ما خوش اثرے داشت *

سنہ ۱۰۲۵ ہجری میں راہی ملکِ بقا ہوے - تاریخ وفات "او سراہل سخن بود" سے نکلتی ھے -
(۱۰۲۵ ہجری)

کوکبی

کوکبی تخلص - قباد بیگ نام - سال ولادت معلوم نہوسکا - شاہ عباس بادشاہ ایران کے غلام تھے - ان کے علم وفضل کو دیکھکر بادشاہ نے مدّتوں اپنے سے جدا نہوے دیا - آخر ایران سے دکن آئے - قطب شاہ والی گولکنڈہ کے دربار میں قسمت نے باریاب کیا - بادشاہ نے ازراہِ قدر افزائی اِن کے نام منصب جاری فرمایا - اپنی باقی ساری عمر یہیں گزاری -

من اشعارہ :—

ہرچہ ہم رنگ بہ معشوق بود معشوق است
نقصِ عشق است کہ پروانہ بہ مہتاب نسوخت *

با کائنات کردم ازاں دوستی کہ یار
در ہر دلے کہ جلوہ کند در دلِ من است *

سنہ ۱۰۳۳ ہجری میں انتقال کیا - میر کے دایرے میں مدفون ہوے -

مؤمن

مؤمن تخلص - میر مؤمن نام - سید شرف الدین سماکی کے فرزند تھے - استر آباد وطن - سال ولادت معلوم نہوسکا -

مشہور ساداتِ استر آباد سے تھے - اپنے ماموں سیّد فخرالدین سماکی سے درسی کتابیں پڑھیں اور علومِ عقلی و نقلی حاصل کئے -

فارغ التحصیل ہونے کے بعد شاہ طہماسپ صفوي کے دربار میں بار پایا ' اور شہزادۂ حیدر سلطان کے استاد مقرّر ہوے - شہزادۂ موصوف کے انتقال کے بعد معاصرین کے حسد سے تنگ آکر ایران کو خیرباد کہا اور حرمین شریفین (زاد ھما اللہ شرفاً و تعظیماً) کي زیارت کو روانہ ہوے - حج و زیارت سے فارغ ہوکر ہندوستان کي طرف رُخ کیا - محرم سنہ ۹۸۱ ہجري میں بعہدِ سلطان ابراہیم قطب شاہ (سنہ ۹۵۷ تا سنہ ۹۸۱ ہجري) حیدر آباد دکن میں پہنچے - یہاں دربار شاہي تک رسائي ہوي اور منصب مقرّر ہوگیا - اُسي سال بادشاہِ موصوف کا انتقال ہوگیا - اُن کا فرزند سلطان محمّد قلي (سنہ ۹۸۱ تا سنہ ۱۰۲۰ ہجري) جانشین ہوا - اِس بادشاہ نے مومن کو قلمدانِ وزارت سپرد کیا - میر مومن نے ملک کا ایسا اچّھا انتظام کیا کہ رعایا آرام و اطمینان کے ساتھ زندگي بسر کرنے لگي - تھوڑے ہي دنوں میں وہ اپني سیادت ' تبحّر علم ' زھد و تقوي ' عدل و انصاف اور اخلاقِ حمیدہ سے ہر دل عزیز ہوگئے - ہزاروں علماء و فضلاء دکن میں ان کي سفارش سے عہدہ ہاے جلیلہ پر سرفراز ہوے - میر کا دائرہ (جس کي تفصیل صفي کے ذکر میں ہوچکي ھے) اِن کي نیکي اور فیّاضي کي ایک مثال ھے -

میر مومن کو جفر اور نجوم اور عملیات میں بھي مہارت تھي - شاعر بھي اچّھے پایے کے تھے - اِن کا دیوان اصنافِ سخن پر مشتمل ھے - کلام صاف و شُستہ ہوتا تھا - نمونہ یہ ھے :-

شادماني است بندۂ غمِ ما * عالمِ دیگر است عالمِ ما
حبّذا عشق و رستخیزِ بلا * اي خوشا روزکارِ درھمِ ما
شُکرِ دردِ تو چوں کنیم کہ ہست * داغ بالاے داغ مرھمِ ما
شاہِ اِقلیمِ درد و غم مائیم * ملکِ ہجراں سوادِ اعظمِ ما
سایۂ عشق کم مباد کرو * سور شد داغ دار ماتمِ ما
نمکِ آں دودیدہ خوش نمک است * کم ز کوثر مگیر زمزمِ ما

یدِ بیضاے وصل کو کہ فراق * کشتہ ثعبان آتشِ دمِ ما

صرف اي ہم نشیں مگو با ما * روز وصل از زبانِ ابکم ما

غمگساري مجو ازو مومن * غمِ ما از کجا و مرہمِ ما

میر مومن نے عمر طویل پائي - سنہ ۱۰۳۴ ہجري میں سلطان محمد قطب شاہ (سنہ ۱۰۲۰ تا سنہ ۱۰۳۵ ہجري) کے زمانے میں بمقامِ حیدر آباد انتقال ہوا اور اپنے ہي دائرے (میر کا دایرہ) میں مدفون ہوے - قبر پر بادشاہ کي طرف سے گنبد بنایا گیا ' جو آب تک موجود ہے ' اُن کے ایک شاگرد نے یہ تاریخِ رحلت کہي :—

تاریخِ رفتنش طلبیدم ز عاملے

گفتا بہ جوز " رفتنِ عیسي بہ آسماں " *

۱۰۳۴ ہجري

دانش

دانش تخلّص - میر رضي الدین نام - فرزندِ میر ابو تراب المتخلص بہ فطرت - مشہد وطن - سالِ ولادت معلوم نہوسکا -

ابتدائي کتب اپنے والد سے اور انتہائي کتابیں مختلف اساتذہ سے پڑھیں - تحصیلِ علم کے بعد وطن سے حرمین شریفین کي زیارت کے لئے روانہ ہوے اور حج و زیارت سے مشرّف ہوکر اپنے والد کي خدمت میں ہندوستان آئے ' جو پہلے ہي سے یہاں مقیم تھے -

دانش نہایت فصیح و بلیغ شاعر تھے - سنہ ۱۰۶۵ ہجري میں شاہِ جہاں (سنہ ۱۰۳۷ تا سنہ ۱۰۷۷ ہجري) کي خدمت میں ایک قصیدۂ مدحیّہ پیش کیا اور دو ہزار روپیہ انعام پایا - کچھہ روز شہزادۂ دارا شکوہ ' ولي عہدِ شاہ جہاں کي مصاحبت میں رہے - شہزادۂ موصوف نے دانش کے اِس شعر کو بہت پسند کیا :—

تاک را سر سبز داراي ابرِ نیساں در بہار

قطرہ تا مے مي تواند شد چرا گوہر شود *

اور ایک لاکھ روپیے انعام مرحمت فرمائے -

پھر دارا شکوہ کي رفاقت چھوڑ کر بنگالے گئے اور اُن کے بھائي شاہزادۂ شجاع کے مصاحب ہوے -

اِن کو بھي چھوڑکر حیدرآباد کي راہ لي - اِس زمانے میں سلطان عبد الله قطب شاہ (سنہ ۱۰۳۵ تا سنہ ۱۰۸۳ ہجري) مالکِ تاج و تختِ حیدرآباد تھے - اُن کي سرکار میں بہت رسوخ پیدا کیا -

سنہ ۱۰۶۰ ہجري میں دانش کے والد نے انتقال کیا اور میر کے دائرے میں دفن ہوے - دانش کو اپنے باپ کے مرنے کا سخت صدمہ ہوا - اِسي غم میں یہ رباعي کہي :—

دانش مکن اعتماد بر عمرِ دراز * کاید به زمانِ کم بسر عمرِ دراز
گیرم که چو عیسیٰ به فلک بر شدۂ * آید بچه کار ے پدر عمرِ دراز

قطب شاہ کي طرف سے سنہ ۱۰۷۲ ہجري میں نائب کرکے مشہدِ مقدّس کي زیارت کے لئے بھیجے گئے - بادشاہ کي طرف سے لوازمِ زیارت ادا کرکے وھیں مقیم ہوگئے - قطب شاہ کے دربار سے وھیں اِنھیں بیش قرار مالي امداد ملتي رہي -

من اشعارہ :—

فصلِ گل است جوشِ بہارِ سخن مرا
گل کرد ہمچو غنچہ زباں دردہن مرا *

نه شد که بوسه به پاے ہدف چو تیر دہم
گذشت عمر به خمیازۂ کماں مارا *

شمع در آتش ز تابِ روے نور افشانِ کیست
درمیانِ انجمن پروانه سر گردانِ کیست *

کعبه را دیدم دلم از درد تنہائي گداخت
مجلس آرائے که مارا خواند خود مہمانِ کیست *

آبروي دودمانِ تاک هم برباد رفت
دخترِ رز را عسس صد بار با مستان گرفت

ما و بلبل عرضِ چاکِ سینه مي کردیم دوش
نازِ پروردِ گلستان زخم خارے هم نداشت *

وصلِ یاراں چوں دهد رو اشک ریزي بد نما ست
گریهٔ شادي کم از بارانِ روزِ عید نیست *

اي هما از سرِ ما خاک نشیناں بگزر
سایهٔ بالِ تو بد نامي دولت دارد *

جساں از قیدِ ایں صیّاد آزادي هوس باشد
که پروازِ بلندم تالبِ بامِ قفس باشد *

دانش سنه ۱۰۷۶ هجري میں اِس جهانِ فاني سے چل بسے -

فطرت

فطرت تخلّص - میرزا معزّالدین محمّد نام - موسوي خاں خطاب - قم وطن - سال ولادت سنه ۱۰۵۰ هجري - " افضلِ اهلِ زمانه " تاریخ پیدایش - ۱۰۵۰ هجري

حضرت امام علي موسيٰ رضا رضي الله تعاليٰ عنه کي اولاد سے صحیح النسب سیّد هیں - ذي علم خاندان سے تعلّق رکهتے تهے ' چنانچه اِن کے نانا میر محمّد زمان مشهدِ مقدّس میں اپنے هم عصر علما کے سر گروه مانے جاتے تهے -

ابتدائي تعلیم وطن میں حاصل کي - عنفوانِ جواني میں اپنے والد سے کبیده خاطر هوکر اصفهان چلے آئے اور وهاں آقا حسین خوانساري کے تلامذه میں شریک رهکر تمام علومِ معقول و منقول اِن هي سے حاصل کئے -

سنہ ۱۰۸۲ ہجری میں بعہدِ شہنشاہِ اورنگ زیب (سنہ ۱۰۶۵ تا سنہ ۱۱۱۸ ہجری) ہندوستان آئے - دربارِ شاہی میں رسائی ہوی - جوہر شناس بادشاہ نے خوب قدر افزائی کی اور شاہ نواز خاں صفوی کی دوسری بیٹی سے میرزا کی شادی کرکے اپنی ہم زلفی کا شرف بخشا - اِس کے بعد عظیم آباد پٹنہ کی دیوانی پر مامور فرمایا - چند ہی روز میں وہاں کے ناظم بزرگ امیر خاں' فرزند امیرالامرا شایستہ خاں' سے میرزا کی شکر رنجی ہوگئی - ایک طرف ناظم صاحب اپنی خاندانی عظمت پر نازاں تھے' دوسری طرف میرزا صاحب کو اپنے فضل و کمال اور بادشاہ کی ہم زلفی پر غرّہ تھا - اِس کشاکش کا نتیجہ یہ ہوا کہ انتظام میں خلل پیدا ہوگیا - بادشاہ کو اطلاع ہوی تو میرزا کو واپس بلا لیا -

انشا پردازی اور شاعری میں بڑا بلند پایہ رکھتے تھے - معقولات میں تو " انا ولا غیری " کا دم مارتے تھے - چنانچہ اِس شعر میں اپنی فضیلت کو جتایا ھے —

من مرغِ خوش ترانۂ باغِ فضیلتم
طبعِ مرا بہ زمزمۂ شاعری چہ کار *

مگر پھر بھی شاعری کرتے تھے اور واقعی خوب کہتے تھے - اشعارِ ذیل سے اِس کا اندازہ ہوگا :-

سدِّ راہِ معصیت ھا شد پریشانی مرا
داشت عریانی نگہ ز آلودہ دامانی مرا *

عیبِ صاحب نظراں جوشِ تنک ظرفی ھاست
آبِ یاقوت چو زد موج رگِ یاقوت است *

چو سوزِ عشق را کامل کنی عیبت ہنر گردد
شود یاقوت ہر سنگے کہ لبریزِ شرر گردد *

بحر و کاں را نارسا افتادہ استعدادِ فیض
گوہرِ آبِ دیدہ و یاقوت خونِ دل نشد *

ندارد آفتی چوں غنچه از صرصر چراغ من
برنگِ لاله در آغوشِ ناخن خفته داغ من *

مردِ حق در عینِ دنیا داری از دنیا بری است
ملک در دستِ سلیماں نیست در انگشتری است *
عشق در مصرِ جلوں لاف خدائی می زند
حسن اگر یوسف شود در کسوتِ پیغمبری است *

ذوقِ عشق آئینه دارِ راز دلها میشود
چوں بخود مالد خموشی ناله پیدا میشود *

سنه ۱۱۰۱ ہجری میں دارالبقا کی طرف روانه ہوگئے ـ

امید

امید تخلص ـ میر محمّد رضا نام ـ قزلباش خاں خطاب ـ ہمدان وطن ـ سالِ ولادت معلوم نہوسکا ـ

شباب ہی میں وطن چھوڑکر اصفہان چلے گئے اور یہاں مرزا طاہر وحید کے سامنے زانوے شاگردی ته کیا ـ

اورنگ زیب (سنه ۱۰۶۹ تا سنه ۱۱۱۸ ہجری) کے عہدِ دولت میں ہندوستان پہنچے اور شاہی منصب دار ہوگئے ـ شاہ عالم بہادر شاہ کا زمانه آیا تو قزلباش خاں کا خطاب اور جاگیر پائی ـ محمّد معزّالدین جہاندار شاہ کے عہد میں برہانپور کے دیوان مقرّر ہوے ـ چندے اِس خدمت کو انجام دیکر، امیرالامرا حسین علی خاں کے ہمراہ اورنگ آباد گئے ـ کچھ دن یہاں رہ کر مبارز خاں ناظمِ حیدر آباد کے ہم رکاب حیدر آباد پہنچے اور اُن کی مصاحبت میں رہے ـ مبارز خاں جب نواب آصفجاہ کے مقابلے کے لئے تیّار ہوے تو امید بھی ہم رکاب ہوگئے اور میدانِ جنگ میں دادِ شجاعت دی ـ مبارز خاں مارے گئے ـ اُن کے سپاہی کچھ مارے گئے، کچھ بھاگ گئے اور کچھ آصف جاہ کے

اسیر هوے - غرض تمام فوج منتشر ہوگئي - امید منجملہ اُن لوگوں کے تھے جو قید هوے - اثناے قید میں ایک غزل نوّاب آصف جاہ کو لکھ کر بھیجي - نوّاب نے ازراہِ قدرداني نہ صرف اُنھیں رھا کیا بلکہ جاگیر و خدمت بھي بحال کردي - ایک مدّت تک مرفہُ الحالي سے بسر کي - اِس کے بعد حرمین شریفین (زاد هما الله تعالیٰ شرفاً و تعظیماً) گئے اور حج و زیارت سے مشرّف هو کر ایک برس بعد دکن واپس آگئے -

سنہ ۱۱۵۰ ہجري میں نواب آصف جاہ حسب الطلبِ شاہي دہلي جانے لگے تو امید بھي ساتھ هو لئے - بھوپال کے سفر میں بھي نوّاب کا دامن نہ چھوڑا - جب نوّاب دہلي سے دکن واپس هوے تو امید دہلي ہي میں رہ گئے - ' محبوب الزمن ' میں بہ حوالۂ ' تحفۃ الشعرا ' لکھا هے کہ دہلي میں نوّاب آصف جاہ کسي وجہ سے امید سے کشیدہ هوگئے تھے ' اِسي لئے امید اِن کي رفاقت چھوڑکر دہلي میں رہ گئے -

امید خوش خلق ' رنگین مزاج ' ظریف الطبع ' بڑے ذکي و طبّاع تھے - فن انشا و شاعري میں ید طولیٰ رکھتے تھے - ہندي موسیقي سے بھي خوب واقف تھے - راگ رنگ کا بڑا شوق تھا - اُن کے مکان پر ہر روز کبھي مشاعرہ هوتا تھا اور کبھي رقص و سرود کي محفل جمتي تھي -

لطیفہ :— ' محبوب الزمن ' میں لکھا هے کہ امید نے کسي سے بیان کیا کہ " میں ایک روز نوّاب ذوالفقار خاں بن اسد خاں وزیر کي خدمت میں گیا اور زمانے کي شکایت کي - نوّاب نے فرمایا کہ دنیا کو امید کے ساتھ کھاتے ہیں " میں نے عرض کیا کہ " تو آپ کیوں میرے بغیر کھاتے ہیں " نوّاب ہنس پڑے اور اُس روز سے روزانہ میرے یہاں کھانا بھیجنا مقرّر کرلیا - نوّاب کے دستر خوان سے انواع و اقسام کے کھانوں سے بھرے هوے خوان آتے تھے - میں خود کھاتا تھا اور فراغت سے احباب کو کھلاتا تھا " -

من اشعارہ :—

خندۂ مستاں بود از گریۂ مینا بلند

شاد گردد گر کسے غم ناک مي سازد مرا *

برنگِ سرمہ کہ در چشمِ کور بے قدر است
کسے بہ ہیچ نہ گیرد دریں دیار مرا *

ناخدا را خضرِ راہے نیست جز انجم امید
کرد اشکِ آخر بکویش رہنمائي ہا مرا *

ظلمِ ظالم چو شود پیر دو بالا گردد
بیشتر مي بُرد آں تیغ کہ خمدار تر است *

بالاي کسے بلاے جاں شد
بالا تر ازیں چہ مي تواں شد *
بودیم بہ دوستیش خرسند
آں نیز نصیبِ دشمناں شد *
دیدہ گریاں میشود از دل چو آہے مي کشم
آرے آرے راست باشد باد باراں آورد *

امید سنہ ۱۱۵۱ ہجري میں اِس جہانِ گزراں سے گزر گئے۔
میر غلام علي آزاد نے ذیل کي تاریخ کہي:—

خانِ سخن گستر و سحر آفریں
رختِ سفر بست ازیں خاکداں *
سالِ وفاتش دلِ نالانِ من
یافتہ "جاں دادہ قزلباش خاں"
۱۱۵۱ ہجري

راز

راز تخلص۔ میر میراں نام۔ سیّد نوازش خاں خطاب۔ فرزند علي مردان خاں اصفہاني۔ سالِ ولادت معلوم نہیں۔

سلطان حسین مرزا صفوي کي طرف سے ایران کے سفیر ہوکر فرّخ سیر کي خدمت میں ہندوستان آئے۔ یہاں خوب عزّت پائي۔

پھر نواب آصف جاہ صوبہ دارِ حیدرآباد دکن (سنہ ۱۱۳۷ تا سنہ ۱۱۶۱ ھ) کی خدمت میں حاضر ہوے۔ نواب بھی بڑی عزّت سے پیش آئے۔ منصب و خطاب عطا فرمایا اور شہر اورنگ آباد کا داروغہ مقرّر کردیا۔ دکن کے امرا میں اُن کا شمار تھا۔ نواب کی زندگی تک نہایت عزّت اور فارغ البالی کے ساتھ زندگی بسر کی۔ نواب کی وفات کے بعد گوشہ نشین ہوگئے۔ چند روز کے بعد سنہ ۱۱۸۰ ہجری میں نواب والاجاہ کے طلب فرمانے پر آرکاٹ کا قصد کیا۔ مچھلی بندر تک پہنچنے پائے تھے کہ موت کی زنجیر پیروں میں پڑگئی۔ وہیں دمِ واپسیں جان آفریں کو سونپا۔ لاش مچھلی بندر سے اورنگ آباد بھیجی گئی۔ راز اپنے ہی باغ میں سپرد خاک کئے گئے۔

راز کی طبیعت موزوں تھی، اِس لئے شعر نکال لیتے تھے۔ کسی سے کبھی اصلاح نہیں لی۔ راز کے انتقال کے بعد اُن کی بیاض جناب آزاد کو مل گئی۔ انھوں نے اکثر اشعار کو زیورِ اصلاح سے آراستہ کردیا۔ بہر حال راز کا یہ رنگ ہے:—

صفحۂ آئینہ دارد ہر نفس نیرنگ ها
بس کہ می بازد رخِ او از نزاکت رنگ ها *

غافل اند از ناز کی هائے دلِ من کودکاں
کل بر دیوانہ باشد سخت تر از سنگ ها *

اگر از پردہ آں شور قیامت سربروں آرد
ز محشر پیشتر ہنگامۂ محشر بروں آرد *

ز غفلت عمرها باشد کہ با عشرت ہم آغوشم
بیا اے غم کہ گردد بسترِ راحت فراموشم *

درگاہ

درگاہ تخلص۔ درگاہ قلی خاں نام۔ مؤتمن الملک سالار جنگ بہادر خطاب۔ فرزندِ خاندان قلی خاں۔ ۲۹ رجب سنہ ۱۱۲۲ ہجری کو سنگمیر میں پیدا ہوے۔ تاریخ ولادت 'درگاہ قلی زخاندانِ والا' ہے۔

اِن کے خاندان کا مختصر حال یہ ھے کہ اِن کے جدّ اعلیٰ خاندان قلي خاں (اوّل) قبیلۂ بور بور کے ترکمان تھے - علي مردان خاں حاکمِ قندھار کے پاس ملازم تھے - علي مردان خاں نے شاہ صفي شاہِ ایران کي نا قدر دانیوں سے تنگ آکر استعفا دیدیا - خاندان قلي نے اِن کي رفاقت کي - علي مردان خاں نے اِن کو شاہ جہاں بادشاہ (سنہ ۱۰۳۷ تا سنہ ۱۰۷۷ ہجری) کي خدمت میں اپنے عریضے کے ساتھ بھیجا - بادشاہِ قدرداں نے ان کو خلعتِ خاصہ سے سرفراز کیا اور ایک ہزار روپیہ انعام دیا - اور اِن ہي کے ہمراہ علي مردان خاں کو خلعت اور ھاتھي دانت کي بني ھوي پالکي بھیجکر طلب کیا - علي مردان خاں آئے تو اِن پر مزید مرحمتِ شاہي مبذول ھوي اور اِن کو کشمیر کا صوبہ دار بنا دیا - خاندان قلي خاں نے عمر بھر علي مردان خاں کي خدمت میں رہکر اپني خدماتِ شائستہ سے حقِ رفاقت ادا کیا -

خاندان قلي خاں کے انتقال کے بعد علي مردان خاں نے اِن کے فرزند درگاہ قلي خاں (اوّل) کو بادشاہ سے سفارش کرکے منصب اور جاگیر دلوائي اور اپنے پاس میر ساماں کے عہدے پر رکھ لیا - علي مردان خاں شاہزادۂ اورنگ زیب کے منصبدار کي حیثیت سے دکن گئے تو درگاہ قلي خاں اِن کے ہمراہ تھے - ہندوستان واپس آکر انتقال کیا - درگاہ قلي خاں (اوّل) کے بیٹے نو روز قلي خاں کو 'داروار' علاقۂ بیجاپور کي قلعداري عطا ھوي - وھیں اِن کا انتقال ھوگیا - اِن کے فرزند خاندان قلي خاں (دوم) بھي جاگیردار تھے اور اورنگ زیب کے علاقے میں منصب دار بھي تھے - شاہ عالم بہادر شاہ کے عہد میں سنگمیر کي وقائع نگاري اور قرب وجوار کي فوجداري پر سرفراز تھے - نواب آصف جاہ غفراں پناہ کے عہد میں بھي سرکاري خدمات پر مامور رھے - درگاہ اِن ہي نامور باپ (خاندان قلي خاں) کے نامور فرزند تھے - چودہ سال ہي کے تھے کہ نواب آصف جاہ نے انھیں منصب و جاگیر عطا فرمائي - بیس سال کے ھوے تو نواب نے از راہِ پرورش اِن کو اپنے ہم رکاب رکھا اور شاہي عنایتیں مبذول رھیں - اِن کي فن سپہگري و جاں بازي کے جوھر نادر شاہ کے ہنگامے میں ظاہر ھوے -

آصف جاہ کے بعد نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید (سنہ ۱۱۶۱ تا سنہ ۱۱۶۴ ہجری) کے عہد میں بھی ترقیات سے وقتاً بوقتاً سرفراز ہوتے رہے۔ نواب امیر الممالک صلابت جنگ (سنہ ۱۱۶۴ تا سنہ ۱۱۷۵ ہجری) نے منصب شش ہزاری اور خطاب مؤتمن الدولہ سے سرفراز فرماکر صوبہ دار مقرّر کردیا۔ نواب نظام علی خاں آصف جاہ ثانی (سنہ ۱۱۷۵ تا سنہ ۱۲۱۰ ہجری) مسند آرا ہوے تو انھیں منصبِ ہفت ہزاری، ماہی مراتب اور خطاب مؤتمن الملک عطا فرمایا، اور پھر خان دوراں خاں خطاب دیا۔ مگر سنہ ۱۱۷۹ ہجری میں اِن کو اورنگ آباد کی صوبہ داری سے معزول کردیا۔ اب درگاہ قلی خاں اپنی جاگیر نظام آباد میں آ بیٹھے۔ درگاہ بڑے حاضر جواب اور بذلہ سنج تھے۔ ہر مہینے اپنے باغ موسومۂ 'دل کشا' میں دو تین جلسے منعقد کیا کرتے تھے۔ جس میں ذی علم حضرات مدعو ہوتے تھے۔ خوش طبع، خلیق، انصاف پسند، فیّاض اور شجاع تھے۔ رعایا پروری اور غربا نوازی کو آپ پر ناز تھا۔ علم دوست اور عالموں کے قدرداں تھے۔ انشاپرداز تھے اور علمِ تاریخ پر عبور رکھتے تھے۔ خود شاعر تھے اور شعرا کے قدر افزا۔

من اشعارہ :—

نگاہش دیدہ صہبا آفریدند
قدش دیدند و طوبیٰ آفریدند *

بعالم ریخت رشکم رنگِ طوفاں
ز جیب قطرہ دریا آفریدند *

معاشرانہ سوالے ز دوستاں دارم
برائے ما و شما ایں ہوا چہ می خواہد *

سوائے حیدرِ کرّار شاہِ مرداں کیست
کہ ذوالفقار بہ اِو داد حق، نبی دختر *

شرکِ محض است گمانِ من و تو
من و تو نیست میانِ من و تو *

صوبہ داري پھر بحال ہونے کو تھي کہ موت کا پیغام آ پہنچا ۔ نظام آباد سے لاش اورنگ آباد لائي گئي اور باپ کے مقبرے میں دفن کي گئي ۔ ' خدایش بیا مرزاد ' تاریخِ رحلت ھے ۔

۱۱۸۰ ھ

معز

معز تخلص ۔ مرزا معز الدین نام ۔ فرزندِ مرزا حسن ۔ عبّاس آبادي علاقۂ اصفہان وطن ۔ سال ولادت معلوم نہو سکا ۔

اِن کے اجداد شاھانِ صفویہ کے دوْر میں اعليٰ عہدوں پر مامور تھے اوْر دربار میں بڑا رسوخ حاصل تھا ۔ اِن کے والد عالم متبحر اوْر صاحبِ تصنیف و تالیف تھے ۔ باپ کے انتقال کے وقت مُعز کا سِن چھ برس کا تھا ۔ بڑے ہوے تو ابو سعید اصفہاني کے سامنے زانوے شاگردي تہ کیا اوْر اُن سے علوم نقلي و عقلي حاصل کئے ۔ پھر اخوند شفیعائي کے خوانِ تعلیم سے بہرہ اندوز ہوکر میدانِ شاعري میں قدم رکھا ۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد نادر شاہ کے بھتیجے ابراہیم شاہ کے ملازم ہوے ۔ رفتہ رفتہ بادشاہ کے مزاج پر ایسے حاوي ہوے کہ ہر کام اِن ہي کے مشورے سے ہونے لگا ۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے عہدہ داروں کا عزل و نصب بھي اِن ہي کے اشاروں پر ھوتا تھا ۔ جب ابراہیم شاہ کي سلطنت کا خاتمہ ہوا تو معز اصفہان سے شیراز چلے آئے ۔ سیاحت کے بیحد شائق تھے ۔ اِس لئے وھاں سے نکل کر بہت سے ملکوں کو دیکھتے ہوے آخر سورت (ہند) پہنچے اوْر وھاں سے اوْرنگ آباد ھوتے ہوے حیدر آباد آ گئے ۔ یہاں نواب صمصام الدولہ شہنواز خاں نے ' جو نوّاب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید (سنہ ۱۱۶۱ تا سنہ ۱۱۶۴ ھ) کے دیوان تھے ' اُن کو ھاتھوں ھاتھ لیا اوْر بہت قدر افزائي کي ۔ معز نواب کي خوش اخلاقي اوْر قدرداني کے ایسے مسخّر ہوے کہ حیدر آباد ہي کے ہو رھے ۔ جب نوّاب شہید ہوے تو اوْرنگ آباد میں متوکّلانہ پاؤں توڑ کر بیٹھ رھے ۔ بڑے خوش فکر آدمي تھے ۔

نمونۂ کلام یہ ھے :—

درخیالِ تو چو از خوابِ گراں برخیزم
همچو آئینه سراپا نگراں برخیزم *
چشم از نسیم دارم شاید به روزگارے
آرد بدیدۂ من از کوی او غبارے *

رباعي

یا راہ بکوي وصل محبوبم دہ
یا بیزاري ز صورتِ خوبم دہ *
یا ایں دلِ نا صبور از من بستاں
یا درغمِ هجر صبر ایّوبم دہ *

واله

والہ تخلص - سید محمد موسوي نام - فرزند ملا سید محمد باقر موسوي - خراسان مولد - سال ولادت معلوم نہو سکا - اپنے فاضل باپ سے تمام علوم معقول و منقول پڑھے - فنِ شعر میں بھي اپنے والد ہي سے اصلاح لي - باپ کے اِنتقال کے بعد ہندوستان پہنچے - کچھ دنوں بعد حیدرآباد آئے اور شاہي منصبدار ہوگئے - برسوں جاہ و ثروت سے ہم کنار رہے - حیدرآباد ہي میں شادي کرلي - اِسي وجہ سے بعض تذکرہ نویسوں نے حیدرآباد کو ان کا وطن لکھ دیا - مگر یہ بالکل غلط ھے - في الحقیقت وہ خراسان کے رهنے والے تھے - نواب غلام محمد غوث خاں بہادر نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۴۱ تا سنہ ۱۲۷۲ ہجري) نے اپنے 'تذکرۂ گلزار اعظم' میں تحریر فرمایا ھے کہ " ظاہر ہو کہ صبح وطن اعظم (یہ تذکرہ بھي نواب موصوف نے تذکرۂ گلزار اعظم سے پہلے لکھا تھا) میں فرخندہ بنیاد حیدرآباد کو والہ کا وطن لکھا ھے - یہ غلطي 'گلدستۂ کرناٹک' کي پیروي سے ہوي ھے " -

ازدواجي تعلّق کي وجہ سے والہ نے حیدرآباد ہي کو اپنا وطن بنا لیا - ایک مدّت بعد نتھر نگر (ترچناپلي) چلے آئے - کششِ آب و دانہ اور موت نے یہاں سے نہ نکلنے دیا -

اعلیٰ درجے کے شاعر تھے - ہر قسم کی نظم لکھنے پر قدرت رکھتے تھے - عروض و قافیہ میں ایک رسالہ اور فنِ انشا میں ایک کتاب لکھی ھے 'اور قانونچہ' اس کا نام رکھا -

من اشعارہ :—

روغن کشیدنم ز دو بادامِ چشمِ تر
نفعی نکرد خشکیِ سودای خال را *

ز داغِ عشق تو تا گشت شاخِ گل دستم
نمود کوچهٔ باغ است آستینِ مرا *

مبادا تیرِ نازش جانب دیگر نشاں جوید
نگه دزدیدنِ چشمش ہراساں می کند مارا *

ہر که ضبطِ نفَس کند چو صدف
عقدهاے دلش گہر کردد *

لاله خونیں دل وگل زخمی و نرگس بیمار
در چمن دل به چه تقریب شود وا بے تو *

غمزہ بیباک و نگه مست وتبسّم لبریز
شوخ جادو فنِ من ! طرفه به ساز آمدهٔ *

قلم ای قاصد از شوقش رقم سازد چساں حرفے
که دل حرفے نویساند' نگه حرفے' زباں حرفے *

ز بس از خویش رفتم در خیالِ نرگسِ مستش
مرا ہشیاریم خوابِ فراموش است پنداری *

سنه ۱۱۸۴ ہجری میں بمقام ترچناپلی رحلت کی اور یہیں دفن ھوے -

اِن کے دادا ارادت خاں ساوہ کے مشہور شریفوں میں سے تھے ۔ مرزا جعفر آصف خاں کي دختر سے اِن کا عقد ہوا ۔ جہانگیر بادشاہ (سنہ ۱۰۱۴ تا سنہ ۱۰۳۶ ہجري) کے عہد میں بخشي کے عہدے پر سرفراز ہوے ۔ شاہ جہاں (سنہ ۱۰۳۶ تا سنہ ۱۰۷۷ ہجري) کے زمانے میں منصب وزارت پر فائز ہوے ۔ عرصۂ قلیل میں دکن کي صوبہ داري اؤر اعظم خاں کا خطاب پایا ۔ بارہا یکے بعد دیگرے گجرات ، بنگالہ ، کشمیر اؤر الہ آباد کي صوبہ داري پر سرفراز ہوتے رہے ۔ آخر شاہ جہاں نے اختیار دیدیا کہ جس صوبے کو انتخاب کرو وہاں کي حکومت لے لو ۔ اُنھوں نے جونپور کي فوجداري مانگ لي اؤر اُسي کو اپنا وطن بنالیا ۔

واضح کے والد میر اسحاق کو عالمگیر بادشاہ نے ارادت خاں کا خطاب دے کر جاگنہ کي فوجداري مرحمت فرمائي ۔ پھر اؤرنگ آباد اؤر کلبرگہ شریف کي قلعہ داري پر متعین کئے گئے ۔ شاہ عالم بہادر شاہ کے زمانے میں منصبِ چار ہزاري عطا ہوا ۔

واضح اچھے شاعر تھے اؤر فنِ شعر میں راسخ سے تلمّذ رکھتے تھے ۔ من اشعارہ :—

موجم و وحشت کند محروم از ساحل مرا
در طپیدن رفت از کف دامنِ قاتل مرا *

بہ جیبِ صبح ز خورشید گل فشاني ہاست
بہ جامِ پیريِ ما بادۂ جواني ہاست *

واضح بہ ہیچ راہ دلم وا نمي شود
ایں قفل زنگ بست شکستن کلید اوست *

خیال روي او دل راز پا مستانہ اندازد
نسیم گل شرر در خرمنِ دیوانہ اندازد *

پریشاني یک دل مي برد جمعیّت عالم
شکستِ شیشۂ ما سنگ در میخانہ اندازد *

سنہ ۱۱۲۸ ہجري میں بمقامِ جونپور اس دارِ فاني سے چل بسے ۔

نصرت

نصرت تخلص ۔ میر محمد نعیم خاں نام دلاور خاں خطاب ۔ فرزند میر محمد عبد العزیز ۔ مولد سیالکوٹ ۔ سال ولادت معلوم نہیں ۔

اِن کا عقد امراے عالمگیری میں سے ایک امیر عنایت اللہ خاں کشمیری کی دختر سے ہوا تھا ۔ نصرت کے والد شہزادہ دارا شکوہ فرزند اکبر و ولی عہد شاہ جہاں کے ملازم تھے ۔ دارا شکوہ کے ادبار کا زمانہ آیا ۔ اور اورنگ زیب کے اقبال کا ستارہ چمکا تو یہ بھی ملازمینِ عالمگیری میں داخل ہوگئے ۔ رفتہ رفتہ منصب دو ہزاری اور دلاور خاں کے خطاب سے سرفراز ہوے ۔

باپ کے انتقال کے بعد شاہ عالم بہادر شاہ کے عہد میں نصرت کو بھی خطاب دلاور خاں مرحمت ہوا ۔ فرّخ سیر کے شروع زمانے میں نواب آصف جاہ دکن کے صوبہ دار کئے گئے تو نصرت بھی اِن کے ہم رکاب دکن میں آگئے ۔ جب امیر الامراء سیّد حسین علی خاں کو دکن کی صوبہ داری ملی تو انھوں نے نصرت کو رائچور کا فوجدار بنایا ۔ نواب آصف جاہ دکن کے مستقل حاکم ہوگئے تو نصرت اِن کے مقرب بن گئے ۔ نصرت اچھے شاعر تھے ۔ اشعار میں شستگی و فصاحت ہوتی تھی ۔ نمونۂ کلام یہ ہے :—

جوش دردش کرد فارغ از غم دنیا مرا
دل طپیدن برد تا ساحل ازیں دریا مرا *

فکر زاهد پئے راحت غم ما بهر رخش
ہر کسے در خور ہمت بتلاش است ایں جا *

چشم پوشیدہ تواں کرد سفر
چہ قدر راہ فنا ہموار است *

بباغ دہر دلیل قبول بے هنری است
کہ سر بلندی سر و سہی ز بے ثمری است *

به محفلے که به یک درد سر دوا بخشند
چه مي شود دل مارا اگر بما بخشند *
شیشهٔ ساعت بود آئینهٔ دنیا و دیں
گر یکے آباد کردد دیگرے ویراں شود *

آصف

آصف تخلص - میر قمر الدین خاں نام - آصف جاہ - نظام الملک - خان دوران خاں بہادر - فتح جنگ خطاب - غازي الدین خاں فیروز جنگ کے فرزند ہیں - سنه ۱۰۸۲ ہجري میں ہندوستان میں پیدا ہوے - 'نیک بخت' تاریخ ولادت هے - اجداد کا وطن ملک سمرقند تها -
۱۰۸۲

آپ کے دادا عابد خاں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردي قدس سرہ کي اولاد واحفاد میں سے تھے - نواب سعد الله خاں مشہور وزیر شاہ جہاں آپ کے نانا تھے -

آپ کي تعلیم اکابر علماء و فضلاء دہر کے زیر نگراني هوي - علوم معقول و منقول میں مہارت کامله رکھتے تھے - عربي فارسي ترکي اور ہندي میں استعداد تامه و نظر بالغه رکھتے تھے -

آپ کے دادا عابد خاں شاہ جہاں کے عہد میں سمرقند سے ہندوستان آئے - بادشاہ کي ملازمت اور شاہزادہ اورنگ زیب کي مصاحبت کا شرف پایا - جب اورنگ زیب عالمگیر ہوکر سریر آرائے سلطنت ہند ہوے تو عابد خاں کو بڑا منصب ملا اور 'صدارت کل' کي اعلی خدمت عطا فرمائي گئي اور چین قلیچ خاں کا خطاب بھي مرحمت ہوا - چین قلیچ خاں کي وفات کے بعد آپ کے فرزند شہاب الدین کو 'غازي الدین خاں بہادر فیروز جنگ' کا خطاب اور عمدہ منصب و خدمت دي گئي - اور اس کے ساتھ ہي 'فرزند ارجمند' کا خطاب بھي ایزاد ہوا - شاہ عالم بہادر شاہ کے عہد میں گجرات کي صوبه داري پر متعین ہوے اور وهیں ملک بقا کي راہ لي -

جناب آصف آپ ہي کے فرزند ہيں - والد ماجد کے انتقال کے بعد آپ کو دادا کا خطاب اور منصب چار ہزاري عطا ہوا - شاہ عالم بہادر شاہ کے عہد دولت ميں اودہ کي صوبہ داري اور لکھنو کي فوجداري سے سرفراز ہوے اور 'خان دوران خاں بہادر' خطاب بھي مرحمت ہوا - مگر جيسا کہ سب کو معلوم ھے يہ زمانہ بہت ہي پر آشوب تھا - عالم گير بادشاہ کي اولاد ميں جدال و قتال کا بازار گرم تھا - ہر ايک دعوي دار سلطنت ہو رہا تھا - جناب آصف جاہ نے دور انديشي کرکے اسي ميں مصلحت و عافيت ديکھي کہ آپ ان خرخشوں سے دور ہوکر شاہ جہاں آباد ميں خانہ نشيں ہو بيٹھے - مگر آپ کي ذات گرامي ايسی تھي کہ چين سے نہ بيٹھنے ديا گيا اور شاہ عالم کي وفات کے بعد معز الدين جہاں دار شاہ نے آپ کو اپنے پرانے خطاب سے کھينچ بلايا - فرخ سير نے آپ کے خطابات عاليہ پر 'نظام الملک بہادر فتح جنگ' کا اضافہ فرمايا اور ہفت ہزاري بنا کر دکن کي صوبہ داري بحال کردي - چند روز کے بعد دکن امير الامراء حسين علي خاں کے سپرد ہوا تو آصف جاہ دارالخلافت ميں واپس تشريف لے آئے - تھوڑے دنوں کے بعد مراد آباد اور پھر مالوہ کي صوبہ داري پر سرفراز ہوے -

ہندوستان کے لئے يہ زمانہ نہايت نازک تھا - سلطنت ڈانوا ڈول تھي، اراکين دولت ميں سے جو نمک حلال تھے اس حالت سے سخت مخدوش تھے - تخت کے گرد خود مطلبوں اور نمک حراموں کا نرغہ تھا - بالخصوص آصف جاہ بہادر سے سخت مخالفت تھي اور اعيان دولت منافقت سے پيش آتے تھے - ناچار آپ ملک دکن کو اپنے قبضے ميں لانے کے ارادے سے روانہ ہوگئے - مگر سنہ ۱۱۴۳ ہجري ميں آپ کو دارالسلطنت دہلي ميں واپس بلا ليا گيا - يہ محمد شاہ رنگيلے کا زمانہ تھا - بادشاہ نے آپ کو خلعت و قلمدان وزارت پيش کيا - ان ہي دنوں معزالدولہ حيدر قلي خاں اسفر ايني ناظم گجرات نے علم بغاوت بلند کيا - محمد شاہ نے پريشان ہوکر گجرات اور مالوہ کي وزارت اور امارت دکن آپ ہي کو ديدي اور حيدر قلي خاں کي سرکوبي کے لئے بھيجا -

امراء دار السلطنت حسد کي آگ سے بھڑک اٹھے ۔ انھوں نے بادشاہ کو آپ کي طرف سے بدظن کردیا ۔ بے عقل بادشاہ نے دکن کي صوبہ داري سے آپ کو معزول کرکے وہ صوبہ مبارز خاں ناظم حیدر آباد کے سپرد کردیا ۔ اِس سے آپ کا دل ٹوٹ گیا اور دہلي آگئے ۔ آپ نے دہلي کي آب و ہوا کي ناساز گاري کا بہانہ کرکے مراد آباد جانے کي اجازت مانگي ۔ امراء سلطنت تو آپ کو دہلي میں دیکھنا ہي نہ چاہتے تھے ۔ اجازت مل گئي ۔ فوراً آپ روانہ ہوگئے اور بجاے مراد آباد کے دکن کا رخ کیا ۔

دکن پہنچے تو مبارز خاں نے آپ کو روکا ۔ آخر ۳ محرم سنہ ۱۱۳۷ ہجري کو بمقام شکر کھیڑہ واقع برار اقبال و ادبار کا مقابلہ ہوا ۔ گھمسان کي لڑائي ہوي ۔ مبارز خاں اور اس کے دو فرزند اسور خاں اور مسعود خاں مارے گئے اور جناب آصف جاہ بہادر اس تمام ملک پر (جس کي سرحد نربدا سے بیجاپور تک اور حیدر آباد سے دریائے شور تک تھي) قابض و متصرف ہوگئے ۔

محمد شاہ نے یہ دیکھکر آپ کي دلجوئي کي اور سنہ ۱۱۳۸ ہجري میں خطاب آصف جاہ اپني طرف سے عطا فرمایا ۔

غرض آپ خسروان دکن کے اجداد امجاد میں سے ہیں اور سلطان العلوم اعلیٰ حضرت قوي شوکت ہز اِکزا لٹڈ ہائنس نواب سر میر عثمان علي خاں بہادر جي ۔ سي ۔ یس ۔ آئي فرمان فرماے حال آپ ہي کي اولاد ہیں ۔ خلد اللہ تعالیٰ ملکہ و شوکتہ و سلطنتہ ۔

جناب آصف کو مدت العمر خلائق کي بہبود اور رعایا و برایا کي عافیت و راحت کا خیال رہا ۔ عرب و عجم و ہندوستان کے ہزاروں حاجت مند آپ کے چشمۂ فیض کے زلہ ربا تھے ۔ آپ کے عدل و انصاف اور خبر گیري رعایا کا ادنیٰ کرشمہ یہ تھا کہ ظلم و ظالم کا نام قریباً مٹ ہي گیا تھا ۔

فن شاعري ميں آپ جناب مرزا عبدالقادر بيدل سے اصلاح ليتے تھے - پہلے شاکر تخلص کرتے تھے پھر آصف - آپ کے دو ضخيم فارسي ديوان ہيں' جو مطبع سرکار آصفيه ميں طبع هو چکے ہيں - آپ کا کلام ذيل ميں درج هے :-

تا مقابل کردہا خود حسن يار آئينه را
آمد آب تازهٔ بر روي کار آئينه را *

مي کنم روي طلب ہر جا که مي خواني مرا
مائلم ہمچوں ورق ہر سو که گرداني مرا *

مژگانِ سرمه دار تو حوں تيغ بر کشد
کر سر رود بلند نه کردد صداي ما *

درخيابان باغ نظارہ
آصف خسته را نهال کنيد *

تا شهيد خنجر مژگانِ يارم کردہ اند
سرمه در چشم قيامت از غبارم کردہ اند *

از رنگ تواں يافت که در سينه چه دارم
درد دل من حاجت تقرير ندارد *

از حال دل کم شدہ ديگر چه تواں گفت
خوابيست فراموش که تعبير ندارد *

بوبسته نگردد ز گرہ بستن عنبر
سودا زدہ را فائدہ زنجير ندارد *

از کوشش بيهودہ مپرسيد ز شاکر
عمريست که مي نالد و تاثير ندارد *

ندارم تاب خجلت هاي فردا
بشويد کاش اشکم دفتر امروز *

قطرهٔ بودم ودريا شدنم بود اميد
عقدہ درکار من افتاد وگهر گرديدم *

سخت دشوار است تاثير سخن در غافلاں
بشکند صد تيشه تا از سنگ آب آيد بروں *

سنہ ۱۱۶۱ ہجری میں آپ نے بمقام برھان پور انتقال فرمایا ۔ جسد مبارک برھان پور سے اورنگ آباد لایا گیا اور حضرت شاہ برھان رحمۃ اللہ کے مزار شریف کے پائیں سپرد خاک کردیا گیا ۔

زکی

زکی تخلص ۔ شیخ مہدی علی نام ۔ مراد آباد مولد ۔ سال ولادت معلوم نہیں ہوا ۔ مدتوں لکھنؤ میں مقیم رہے ۔ فرنگی محل (لکھنؤ کا ایک محلہ) کے علما سے تحصیل کی ۔ کچھ دنوں ضلع سہارنپور میں نائب تحصیلدار رہے ۔

دوران قیام لکھنؤ میں اچھے اچھے شعراء سے صحبتیں رھیں ۔ خود بھی اچھے شاعر تھے ۔ فن تاریخ میں بھی خوب مہارت رکھتے تھے ۔ نواب آصف جاہ والی حیدر آباد (سنہ ۱۱۳۰ تا سنہ ۱۱۶۱ ہجری) کی مدح میں ایک قصیدہ کہا جو شاعری کی مختلف صنعتوں پر مشتمل تھا ۔

اُن کے دیوان سے چند شعر بطور نمونہ لکھے جاتے ہیں :—

جمال یار پہ ہم نے یہ ٹکٹکی باندھی
کہ اپنی آنکھ کا تل اُس کے منھ کا خال ھوا *

یہ جگر دل کا ھے ای سوز محبت ورنہ
پھینک دیتے ہیں شرر سینے سے پتھر باہر *

شب آنے میں قاتل کے جو دیر گذری
تجھے ای اجل یاد کرتے رہے ہم *

اٹھائے بہت سے مزے زندگی کے
بہت تجھ پر ای شوخ مرتے رہے ہم *

ماہتابی پر جو وہ خورشید رو ھے بے حجاب
اپنے جامے سے ھوی جاتی ھے باہر چاندنی *

دل ہم سے رہا جدا ہمیشہ
گویا وہ ضمیر منفصل ھے *

حسرت اي تازہ اسیران قفس آتي ھے
دھوم سے فصل بہار اب کے برس آتي ھے *
حشر ھو جائیگا بے تابي دل سے لیکن
راہ پھر بھي تري اے عھد شکن دیکھینگے *

زکي کي وفات کا سال معلوم نہو سکا ـ چونکہ وہ نواب آصف جاہ کے عھد میں موجود تھے اوُر نواب موصوف کي خدمت میں ایکٹ مدحیہ قصیدہ پیش کیا تھا اوُر نواب کي رحلت سنہ ١١٦١ ھجري میں ھوي ' اس سے پتہ چلتا ھے کہ وہ سنہ ١١٦١ ھجري تکٹ زندہ تھے ـ اِسي بنا پر ھم نے ان کا نام امید (المتوفي سنہ ١١٥١ ھجري) کے بعد سپرد قلم کیا ھے ـ

مخمور

مخمور تخلص ـ مرزا لطف اللہ نام ـ مرشد قلي خاں خطاب ـ حاجي شکر اللہ تبریزي کے فرزند ـ سورت مولد ـ سال ولادت سنہ ١٠١٥ ھ ـ ' بر سپہر سعادت آمد ماہ ' تاریخ ولادت ھے ـ ان کے والد ولایت سے ہندوستان آئے اوُر سورت میں قیام کیا ـ یہیں مخمور پیدا ھوے ـ آقا حبیب اللہ اصفہاني سورت میں مقیم تھے ـ اُنھي سے مخمور نے عربي اوُر فارسي کي درسي کتابیں پڑھیں ـ فن شعر میں بھي اُن ہي کے شاگرد ہوے ـ
١٠١٥ ھ

باپ کے اِنتقال کے بعد بہ حیثیت تاجر بنگالہ پہنچے ـ نواب سرفراز الدولہ بہادر ناظم بنگالہ نے ان کي شرافت ذاتي و نسبتي اوُر علم و فضل کو دیکھکر انھیں اپني دختر سے منسوب کردیا اوُر سفارش کرکے شاہ دہلي سے اعلیٰ منصب اوُر مرشد قلي خاں کا خطاب دلوایا ـ مُدتوں اُڑیسہ کي نظامت پر مامور رھے ـ آخر اپنے ماتحتوں کے مکر و فریب سے تنگ آکر اس عھدے کو خیر باد کہا اوُر نواب آصف جاہ کي خدمت میں پہنچے ـ برسوں حیدر آباد میں نواب کي بدولت خوش حالي سے زندگي بسر کي ـ

مخمور سلیم الطبع ' خوش مزاج تھے ـ فاضل اوُر فصیح اللسان شاعر تھے ـ زمین کي پیمایش اوُر کار بند و بست میں کافي مہارت رکھتے تھے ـ

من اشعارہ :—

گرفت شور جنونم چناں گریباں را
که بر میاں زدہ ام دامن بیاباں را *

تعجّب نیست بد طینت اگر حاجت روا گردد
که زخم کهنه را خاکستر عقرب دوا گردد *

ز دوناں کے بخود درماندگاں را کار بکشاید
گرہ امکاں ندارد باز از انگشت پا گردد *

تسکین دل ز صحبت روشن دلاں طلب
آئینه بے قراري سیماب مي برد *

چرا بسر نرود زود دفتر ایام
که خود بخود ورقِ ایں کتاب مي گردد *

مي فریبد نازنیناں را بهر صورت که هست
کاش چوں آئینه من هم جوهرے مي داشتم *

سنه ۱۱۶۴ هجري میں بمقام اورنگ آباد سفر آخرت پیش آیا ـ

حاکم

حاکم تخلص ـ حکیم بیگ خاں نام ـ فرزند شادماں خاں اوزبک ـ سال ولادت معلوم نهیں ـ ان کے والد، عالمگیر (سنه ۱۰۶۹ تا سنه ۱۱۱۸ ھ) کے عهد میں بلخ سے هندوستان آکر هفت صدي منصب شاهي سے سرفراز هوے ـ محمد شاہ کے زمانے تک منصب پنج هزاري اور نوبت و نقارہ تک ترقي پائي ـ لاهور میں سکونت اختیار کي ـ باپ کے انتقال کے بعد حاکم کو بهي محمد شاهی دربار سے منصب و خطاب خاني مرحمت هوا ـ آخر میں فقر کی دولت پر قناعت کي اور شاہ عبد الحکیم اپنا نام رکها ـ اسي حالت میں دهلي اور کشمیر کي سیر کي ـ

حاکم، واقف کے ساتھ تقریبا سنه ۱۱۷۴ ھ میں دکن کي سیر کے لئے پنجاب سے نکلے ـ اورنگ آباد پهنچے ـ میر غلام علي آزاد کے یهاں ایک هفته مهمان رهنے کے بعد دونوں سورت چلے گئے ـ

حاکم نے شاعروں کا ایک تذکرہ بنام 'مردم دیدہ' لکھا ھے - فصیح اللسان شاعر تھے - فن شعر میں شاہ آفریں لاھوری سے تلمذ تھا - چنانچہ وہ خود کہتے ہیں :-

حاکم نہ داشتم سرو سامان فکر شعر
از فیض 'آفریں' بہ سخن آشنا شدم *

من اشعارہ :-

گر شدم پیر ہمہ عیش شباب است مرا
چوں شود خم قد من جام شراب است مرا *

در موسم خط حاکم از و چشم بپوشم
در شب چہ کنم گر نکنم تختہ دکاں را *

نیست مارا بر امیران جہاں حاکم نظر
از امیر المومنیں چشم کرم داریم ما *

حاکم ہرنگ غنچہ بگلزار روزگار
تنگی ز دل بخندہ بروں کردہ ایم ما *

ز ابلہی مکن اشعار را وسیلۂ رزق
ببیں زمین سخن قابل زراعت نیست *

کشیدم ذلت ہر نیک و بد پابوس او کردم
برای ایں نماز از آبروی خود وضو کردم *

مہرم از گردش ایام بتنگ آمدہ ام
صبح گر وا شدہ ام شام بتنگ آمدہ ام *

سنہ ۱۱۷۸ ھ میں بمقام ٹھٹہ (واقع سندہ) انتقال کیا -

عاجز

عاجز تخلص - عارف الدین خاں نام - اجداد کا وطن بلخ تھا - ان کی ولادت ہندوستان میں ھوی - سال تولد معلوم نہوا - شہنشاہ عالم گیر کے عہد میں ان کے والد بلخ سے ہند میں آئے - نواب آصف جاہ کے والد نواب فیروز جنگ کی سفارش سے بادشاہی منصب دار ھوے - عاجز

کم سن ہي تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا - سایۂ پدري گیا تو کوئي سہارا نہ رہا - خوش قسمتي کہ نواب سیّد لشکر خاں المخاطب بہ رکن الدولہ نصیر جنگ نے' جو امرائے آصفیہ سے تھے' ان کي پرورش اور تعلیم کا بیڑا اُٹھایا - فضلائے عصر سے درسي کتابیں پڑھیں - فارغ التحصیل ہونے کے بعد نواب موصوف کي رفاقت میں رہے - ان ہي کے ہم رکاب ہندوستان سے اورنگ آباد آکر ان کے توسل سے نواب آصف جاہ (سنہ ۱۱۳۷ تا ۱۱۶۱ ہجري) کي خدمت میں باریاب اور منصب وخطاب خاني و جاگیر سے سرفراز ہوے - ایک قول یہ بھي ہے کہ نواب ناصر جنگ شہید (سنہ ۱۱۶۱ تا سنہ ۱۱۶۴ ہجري) کے عہد میں خطاب و جاگیر مرحمت ہوي اور رسالے کي بخشي گري پر بھي سرفراز ہوے -

عاجز قناعت پسند اور غیور تھے - اپني ترقي کے لئے کبھي کسي سے استدعا نہیں کي - ان کي طبیعت کو شعر و شاعري سے قدرتي مناسبت تھي - مدت قلیل کي مشق سے اچھے شاعر بن گئے - تاریخ گوئي میں بھي اچھي مہارت تھي - ریختہ اور فارسي میں شعر کہتے تھے - دونوں زبانوں میں کلام شستہ اور صاف ہوتا تھا - ان کے فارسي اشعار کا نمونہ یہ ہے :—

سوخت یاد آں لب مي گوں دل بیتاب را
کشت آخر آتش یاقوت ایں سیماب را *

برق حسنت افکند دردل شرار آئینہ را
سایۂ خال تو سازد داغدار آئینہ را *

شور صور صبح محشر مي رسد عاجز بگوش
بے لب میگونِ یار از قلقل مینا مرا *

بزہد خشک نتواں یافت فیض عارفاں ہرگز
کجا کار شراب از نشۂ تریاک مي آید *

پس از ناصر علي عاجز گہر ریز سخن آمد
نکوے گر رود از دہر نیکو تر شود پیدا *

تا حریر خندہ اش از نکہت گل بافتند
طیلساں گریہ ام از آہ بلبل بافتند *

ریختہ کا یہ انداز ھے :-

ارے ناصح عبث کرتا نصیحت ترش رو ھوکر
کھٹائي کا مجھے پرہیز ھے مت بیچ اچار اپنا *

نو بہار آنے سے کل آیا ھے اي صیاد یاد
اب کریگا کیوں اسیروں کا دل نا شاد شاد *

گردن اپني کرکے خم آیا ھوں اي قاتل شتاب
سر اٹھاکر آج بار خنجر فولاد لاد *

آئي بہار رنگت سے خوش ھے دماغ باغ
لیکر کھڑي ھے نرگس مخمور اباغ باغ *

عاجز بھي شمع آہ جلاتا ھے دشت میں
روشن اگر کلوں سے ھوا ھے چراغ باغ *

عاجز نے ریختہ میں ایک مثنوي بنام لعل و گوھر لکھي ھے - اِس کے چند اشعار یہ ہیں :-

الٰہي دے مجھے رنگیں بیاني * عطا کر مجھکو یاقوت معاني
سخن کے در کا مجھکو جوھري کر * سخن سنجوں کو میرا مشتري کر
سخن کا لال دے میري زباں کو * در معني سے بھر میرے بیاں کو
جنوں کے دشت کا بنکر بگولا * خرد کي راہ کو وحشت سے بھولا
غزالوں کي طرح سرگرم رم تھا * بیابان اس کو گلزار ارم تھا
وھاں کي ریت ہیرے کي کني تھي * وھاں کے کانٹے بھالوں کي آني تھي
وھاں کي باد تھي شوریدہ صرصر * وھاں کي کنکري تھي مثل اخگر

سنہ ۱۱۷۷ ہجري میں عاجز ایسے سخت علیل ھوے کہ امید زیست منقطع ھوگئي - اپنے دوست مرزا معز الدین اصفہاني کو جو حیدر آباد میں مقیم تھے کہلا بھیجا کہ "اگر میں مرجاؤں تو میري تاریخ وفات کہدینا" مرزا نے از راہ ظرافت جواب دے بھیجا کہ "تم خود تاریخ کہنے میں اچھا ملکہ رکھتے ھو - دنیا چھوڑنے سے پہلے اپني تاریخ خود کیوں نہیں کہہ جاتے ؟" یہ سنکر عاجز مسکراے اور وہیں اپنے نام اور تخلص کے اعداد

جمع کئے تو ایک عدد بڑھ گیا ـ کہا کہ اگر اگلے برس مروں تو بھی تاریخ کام آجاے اتفاق دیکھئے کہ اُنھیں صحت ہوگئي ـ اس کے بعد ناندیڑ گئے اور دوسرے سال یعني سنہ ۱۱۷۸ ہجري میں وہیں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوے ـ

تاریخ وفات یہ ھے ' عارف الدین خان عاجز '
سنہ ۱۱۷۸ ہجري

عاشق

عاشق تخلص ـ میر قاسم خاں نام ـ خواجہ عبید اللہ خاں کے فرزند ـ اکبر آباد وطن ـ سال ولادت معلوم نہیں ـ ان کے والد' محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں صوبۂ مالوہ کے دیوان تھے ـ اس خدمت سے معزول ہوکر نواب آصف جاہ والي دکن (سنہ ۱۱۳۷ تا سنہ ۱۱٦۴ ہجري) کي خدمت میں پہنچے اور منصب جلیلہ پر سرفراز ہوے ـ عاشق اپنے والد کي رحلت کے بعد نواب موصوف کے مورد عنایات بنے ـ میر ساماني کي خدمت پائي ـ ایک دن غصے میں اپنے کسي ملازم کو اتنا مارا کہ وہ مرگیا ـ اِس لئے آقا کے معتوب ہوکر معزول کر دئے گئے ـ آصف جاہ کے اِنتقال کے بعد نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید (سنہ ۱۱٦۱ تا سنہ ۱۱٦۴ ہجري) نے رحم کرکے اُن کو اپني مصاحبت میں لے لیا ـ مگر نواب امیر الممالک صلابت جنگ (سنہ ۱۱٦۴ تا سنہ ۱۱۷۵ ہجري) کے عہد کے دوسرے ہي سال یعني سنہ ۱۱٦۵ ہجري میں اورنگ آباد سے دہلي چلے آے اور گوشہ نشیني اختیار کي ـ

اُن کے کلام کا نمونہ یہ ھے :—

ہر سال در بہار بہ کسب شرف جنوں
آبد برہنہ پا بہ طواف دماغ ما *
پیش من چوں مے نباشد میرم از درد خمار
شیشہ چوں خالي شود پُر مي شود پیمانہ ام *

بقول صاحب ' تذکرۂ محبوب الزمن ' سنہ ۱۱۸۱ ھجري اور بقول مولف ' نتایج الافکار ' بارھویں صدي ہجري کے اخیر میں انتقال کیا ـ

ایجاد

ایجاد تخلص مرزا علي نقي خاں نام - برهان پور مولد - فرزند احمد علي خاں المخاطب به نقد علي خاں - سال ولادت معلوم نہیں -

ایجاد کے والد شاہ سلیمان صفوي کے وزیر شیخ علي خاں کے عزیروں میں سے تھے' جو شاہ سلیمان صفوي کا وزیر تھا - وہ نواب آصف جاہ کے عہد میں ہمدان سے دکن آئے اور نواب موصوف کے مصاحبوں کے زمرے میں داخل ہوے' حیدر آباد میں قیام کیا - آخر کار دیواني پر مامور ہوے -

ایجاد برهانپور میں پیدا ہوے - اپنے والد اور دیگر علماء سے درسي کتابیں پڑھیں - پھر اپنے والد کي وساطت سے نواب آصف جاہ کي خدمت میں باریاب ہوے اور سرکاري ملازمت میں داخل کرلئے گئے' مصاحبت کا بھي شرف بخشا گیا - سنہ ۱۱۶۴ ھ میں ان کے والد کا انتقال ہوگیا تو اُن کا خطاب ' نقد علي خاں' اور عہدۂ دیواني ایجاد پر بحال ہوا -

ایجاد تحصیل علم کے بعد ہي شاعري کي طرف مائل ہوگئے - طبیعت بھي موزوں پائي تھي' اس پر باپ جیسے شفیق استاد کي توجہ' عرصۂ قلیل ہي میں اس فن میں اتنا عبور حاصل کیا کہ دکن کے مستثنیٰ اور نامي شعرا میں شمار ہونے لگا -

ایجاد کے اشعار کا نمونہ یہ ہے :—

در ہر جگرے ہست خراش سخن ما
الماس تراش است تراش سخن ما *

بروي مشهد پروانہ شمع را دیدم
کہ چادرے زگل داغ مي کشید امشب *

طالعم برگشت و بخت انتظارم برنگشت
نامہ بربرگشت و خط برگشت و یارم برنگشت *

نفس درکش گر از بحر حقیقت گوهرے خواہي
به دریا چوں رود غواص دم در خویشتن دزدد *

چالاکي نگاہ تو نازم که سوي من
دیدي چناں که چشم ترا ہم خبر نه شد *

ز کس چیزے گرفتن ہمّتم بس ننگ مي داند
کف دستم ز استغنا کجا رنگ حنا گیرد *

ایجاد کے سال وفات میں اختلاف ھے ۔ مولف تذکرۂ نتایج الافکار نے اُن کي رحلت سنه ۱۱۸۱ ھ بتاتي ھے ۔ مولف تذکرۂ محبوب الزمن نے لکھا ھے که " آپ کا سنه رحلت کسي تذکرہ نویس نے نہیں لکھا مگر قرائن سے معلوم ھوتا ھے که سنه ۱۱۸۵ ہجري کے قریب فوت ھوے ۔" نواب غلام محمد غوث خاں بہادر المتخلص به اعظم نواب کرناٹک نے 'گلزار اعظم' میں یه ارشاد فرمایا ھے که "تذکرۂ مسمي به نتایج الافکار به نہایت فصاحت و بلاغت و درستي عبارت و صحت احوال و صداقت اقوال نگاشته و منت بر ناظراں گماشته چنانچه دریں سرکار به قالب طبع در آمدہ" اس بنا پر اور نیز دیگر قرائن سے ہمیں بھي نتایج الافکار سے اتفاق ھے ۔

واقف

واقف تخلص ۔ شیخ نورالدین نام ۔ قاضي امانت الله کے فرزند ۔ قصبۂ بٹاله [1] وطن ۔ سال ولادت معلوم نہیں ۔

واقف کے اجداد قصبۂ بٹاله کے قاضي تھے ۔ انھوں نے فارسي' عربي سے فارغ ھوکر سخن سنجي کي طرف توجه کي اور شیریں زبان شاعر ھوگئے ۔ ان کے کلام میں بڑي سلاست اور فصاحت تھي ۔ جیسا که ان کے اشعار سے معلوم ھوگا ۔

---

۱ بٹاله (بفتح باء موحدة و تاے فوقانی هندی) بروزن حلاله قصبه ایست از توابع دار السلطنت لاهور به فاصلهٔ سی کروه (خزانه عامره) ۔

حاکم اور واقف دکن کي سير کے لئے پنجاب سے ہم رفيق ہوکر نکلے ۔ ۲۱ رجب سنہ ۱۱۷۴ ہجري کو اورنگ آباد پہنچے اور مير غلام علي آزاد کے یہاں ایک ہفتہ مہمان رہ کر دونوں بندر سورت کو روانہ ہوے ۔ حاکم تو بذريعۂ جہاز حرمين شريفين چلے گئے ليکن واقف امراض جسماني اور نا تواني کے باعث سورت ہي ميں پڑے رہے ۔ جب حاکم حج سے فارغ ہوکر لوٹے تو دونوں صاحب سورت سے پھر اورنگ آباد آئے ۔ چندے حيدر آباد ميں بھي قيام کيا ۔ وہاں سے وطن کي طرف واپس ہوے ۔ راستے ميں اورنگ آباد اور بالاپور کے درميان راہ زنوں نے دونوں کو لوٹ ليا ۔ بڑي مشکل سے بالاپور برار پہنچے اور اِس واقعہ کي اطلاع مير غلام علي آزاد کو دي ۔ اسي ضمن ميں واقف نے يہ رباعي بھي لکھي :—

کردند غريب غارتے راہ زناں
سر ماند و نہ ماند ہيچ چيز از ساماں *
بردند ہر آنچہ بود الا عينک
وامانده بجا ہميں دو چشم حيراں *

آزاد نے کچھ روپيہ بھيج ديا مگر کافي نہوا ۔ کولھاپور پہنچکر پھر آزاد کو لکھا ، انھوں نے کافي رقم بھيجدی ۔ جب کہيں جاکر دونوں صاحب اپنے وطن پہنچے ۔

من کلامہ :—

نہ کشد يار از غرور مرا
کشتن خويش شد ضرور مرا *
در نظر چوں سايۂ شمشاد مي آيد مرا
سر بہ پاے يار سودن ياد مي آيد مرا *
نو آمدم بہ دام تو زودم چہ مي کُشي
بگذار يک دو روز بہ کنجِ قفس مرا *
تا نمودي از مسي رنگيں دہان تنگ را
ساختي تاريک در چشمم جہانِ تنگ را *
خجل ز انجمنم شرمسار از چمنم
نہ عندليب نہ پروانہ کردہ اند مرا *

رسید یار و گریبانِ من درید و گزشت
بداد کوتہي دست من رسید و گزشت *
نہ جیب من درید و نہ دامان من کشید
مارا دریں بہار نیامد نہ کار دست *
من نمی گویم کہ مجنوں باش در صحرا نشیں
شہر ہم بد نیست لیکن فارغ از دنیا نشیں *
جان من از خودی جدائی کُن
بندگی کردهٔ خدائي کُن *
تلاش وصل اس سیمیں بران آخر گدائم کرد
شدم مفلس ز فکر کیمیا آہستہ آہستہ *
واقف نے سنہ ۱۱۱۵ ہجری میں انتقال کیا۔

ذُکا

ذکا تخلص ۔ میر اولاد محمد نام ۔ فرزند میر غلام امام ۔ بلگرام وطن ۔ سال پیدایش سنہ ۱۱۵۱ ہجري ۔ اُن کے والد اؤر میر غلام علي آزاد حقیقي بھائي تھے ۔ یوں ذکا آزاد کے سگے بھانجے ہیں ۔ اِن ہی کي خواہش پر آزاد نے تذکرهٔ ' خزانۂ عامرہ ' لکھا تھا۔

ضروري تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے محترم چچا کي طلب پر وطن سے اؤرنگ آباد گئے ۔ پانچ سال ان کے زیر پرورش رہ کر تعلیم کی تکمیل کی ۔ پھر وطن گئے اؤر دو سال کے بعد دکن لوٹ آئے ۔ نواب میر نظام علی خاں بہادر آصف جاہ ثاني والی دکن (سنہ ۱۱۷۵ تا سنہ ۱۲۱۰ ہجري) کی خدمت میں باریاب ہوے اؤر منصب اؤر خطاب خاني پایا ۔ بڑي عزت و آبرو سے زندگي بسر کي ۔

ذکا بڑے خوش گو شاعر تھے اؤر بڑے ذہین و سخن فہم بھی۔ آزاد سے تلمذ تھا ۔ تاریخ گوئی میں اچھی مہارت تھی ۔ فارسي اؤر ہندي دونوں میں شعر لکھتے تھے ۔

اُن کے فارسي اشعار کا نمونہ یہ ھے :—

نام عالم آفریں سر حلقۂ عنوان ما
مد بسم الله خط پیشاني دیوان ما *

تمنا خاطر مجنون ہندوستاں ہمیں دارد
کہ لیلیٰ عرب آباد سازد محمل مارا *

معلوم شد کہ حسن بود مہربان عشق
ہر ذرّہ را بزور کشد در بر آفتاب *

پنجہ از شوخي بد امانت زدن دستور نیست
ورنہ دست ما ضعیفاں ایں قدر کمزور نیست *

ہر شمع کہ آمد بنظر چشم ترے داشت
سوز دل پروانہ قیامت اثرے داشت *

ہمیں خیال بہ دل بار بار مي آید
کہ بے تو زندگي من چہ کار مي آید *

ہزار مرتبہ کفارۂ گناہ دہد
بہ سہو گر گزرش برمقام ما افتد *

گزشت آں تند خو مانند ناوک از کنار من
تہي گردید آخر چوں کماں حلقہ آغوشم *

ہندي اشعار کا نمونہ یہ ھے :—

فغاں سے ایک دم تو باغ میں خاموش رہ بلبل
نہیں سنتي کہا - کیا روز آیا ھے خرابي کا *

غم اب مختار ھے دل چھوڑ دیوے خواہ لے جاوے
پر اتنا چاھتا ھوں پھر خدا یہ دن نہ دکھلاوے *

رھا گر آستاں پر آکے میں حسن عقیدت سے
تکلف برطرف سرکار کا کیا اس میں نقصاں ھے *

لگے کیونکر نہ دل کنج قفس میں عندلیبوں کا
جہاں میں آج کل آباد گر کچھ ھے تو زنداں ھے *

ذکا کي رحلت کے متعلق بھي مختلف روایتیں ہیں - مؤلف 'محبوب الزمن' نے لکھا ھے کہ " آپ کي رحلت تیرھویں صدي ہجري کے اوائل میں بہ اختلاف روایات سنہ ۱۲۰۵ ہجري یا سنہ ۱۲۰۸ ہجري میں ھوي" - 'نتایج الافکار' کے مؤلف کہتے ہیں کہ ذکا تیرھویں صدي کے اوائل میں فوت ھوے -

---

فصل سوم

فارسي گو شعرا جو دکن میں پیدا ہوے

سلطان محمود شاہ بہمنی

تخلص معلوم نہیں، شاید محمود ہي ہوگا - سال ولادت کا بھي پتہ نہیں چلا - (سلطان) محمود شاہ بہمنی نام - فرزند سلطان علاء الدین بہمنی - اپنے بھائی داؤد شاہ بہمني (سنہ ۷۷۹ تا سنہ ۷۸۰ ہجري) کي شہادت کے بعد مسند آرای سلطنت دکن ہوے - یہ بادشاہ نہایت عادل - نیک نفس - خوش خُلق - پابند شرع - متقی تھ - انھوں نے گلبرگہ شریف، بیدر، قندھار، ایلچپور، دولت آباد، جنیروابل اور شہروں میں، یہاں تک کہ قصبات میں بھی اپنے خرچ سے یتیموں کے لئے اسناد مقرّر فرمائے - حدیث شریف سے ذوق تھا، محدثین کے لئے وظائف جاري کئے - نابیناؤں کی ماہواري تنخواہیں مقرر کیں اور اس میں ایسی فیاضي سے کام لیا کہ اکثر لوگ اندھے بنکر تنخواہ لے جاتے تھے اور چشم پوشی کي جاتی تھی -

خود صاحب علم تھے - فارسي اور عربي میں فصاحت کیساتھ گفتگو کرتے تھے - قرآن مجید خوش الحانی سے پڑھتے تھے - خوش نویس تھے، اچھے شاعر تھے اور شعرا کے ایسے قدرداں کہ عجم وعرب کے شعرا آتے اور اُن کے خوان فیض سے سیر ہوکر جاتے تھے - چنانچہ ایک عجمی شاعر میر فیض اللہ انجو، صدر دولت بہمنیہ کی وساطت سے آستاں بوس شاہی ہوا - اُس نے ایک قصیدہ پیش کیا - جس کے صلے میں اُس کو ایک ہزار تنگہ (تنگہ = ایک تولہ طلا) عطا فرمائے گئے - یہی عطیات تھے جن کی شہرت دور و نزدیک پھیلي ہوي تھي - غالباً ان ہی کو سن کر خواجہ حافظ شیرازي علیہ الرحمۃ نے بھی دکن آنے کا قصد کیا، مگر بعض موانع ایسے پیش آے کہ نہ آسکے - میر فیض اللہ انجو کو جب یہ کیفیت معلوم ہوي تو

انھوں نے خواجہ کو سفر خرچ بھیجا ۔ وطن سے نکلے تو معلوم ہوا کہ ان کے ایک دوست کا مال لٹ گیا اور وہ مفلوک الحال ہیں ۔ خواجہ کے پاس جو کچھ تھا وہ اُن کو دے دیا اور خود خواجہ زین العابدین ہمدانی اور خواجہ محمود کازرونی (جو بڑے تاجر تھے) کے ہمراہ دکن آنے کا قصد کیا ۔ دونوں نے ان کے اخراجات کا بار اپنے ذمے لیا ۔ یوں وہ بندر ہرموز پہنچے ' جہاں سلطان محمود کی کشتیاں خواجہ حافظ کو لانے کے لئے آئی ہوئی تھیں ۔ کشتی تھوڑی ہی دور دریا میں گئی تھی کہ باد مخالف چلنے لگی ۔ خواجہ سخت پریشان ہوے اور یہ بہانہ کرکے کہ "میں ہرموز کے چند دوستوں سے رخصت نہیں ہوا ' ان سے مل لوں تو چلوں" کشتی کو کنارے لگوایا اور اتر کر پھر شیراز واپس چلے گئے اور ایک غزل لکھ کر اپنے کسی دوست کی معرفت میر انجو کو بھیج دی ۔ جس کا مطلع یہ ھے :-

دمے باغم بسر بردن جہاں یکسر نمی ارزد
بہ مے بفروش دلق خود کزیں بہتر نمی ارزد *

میر فیض اللہ نے یہ غزل بادشاہ کی خدمت میں پیش کرکے تمام کیفیت عرض کردی ۔ اب سلطان کی قدردانی اور قدر افزائی قابل دید ھے کہ انھوں نے فرمایا "جب خواجہ ھمارے پاس آنے کی غرض سے چل پڑے تھے تو ہم پر ان کی امداد واجب ھوگئی" ملا محمد قاسم مشہدی کو حکم دیا کہ ایک ہزار تنگہ طلائی لے کر ہندوستان کی نادر چیزیں خریدیں اور شیراز جاکر ہماری طرف سے خواجہ کو دے آئیں ۔

سلطان محمود شاہ کے کلام کا یہ نمونہ ھے :-

آنجا کہ لطف دوست دہد منصب مراد
بخت سیاہ و طالع میموں برابر است *

عافیت در سینہ کار خون فاسد می کند
رخصتے اے دل کہ از الماس نشتر می خورم *

خضر بد سوداست دربیع متاع عافیت

می روم این جنس را از جاے دیگر می خرم *

اس بادشاہ عادل و باذل نے بتاریخ ۲۱ رجب سنہ ۷۹۹ ہجری بعارضۂ تپ محرقہ قضا کی۔

فیروزی

فیروزی تخلص۔ فیروز خاں نام۔ خطاب فیروز شاہ بہمنی، فرزند داود شاہ بہمنی۔ سال ولادت سنہ ۷۷۳ ہجری۔ اپنے نامور باپ کی شہادت کے وقت جو سنہ ۷۸۰ ہجری میں واقع ہوی، سات سال کے تھے۔ سنہ ۸۰۰ ہجری میں تاج و تخت دکن کے مالک ہوے۔ خاندان بہمنیہ میں شان و شوکت، رعایا پروری، غربا نوازی کے لحاظ سے سب بادشاهوں سے ممتاز تھے۔

تخت نشیں ہوکر اپنے بھائی احمد خان کو خان خاناں کا خطاب دے کر امیر الامرا بنایا۔ ان ہی کے عہد میں حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد حسینی گیسو دراز قدس سرہ العزیز دہلی سے تشریف فرماے گلبرگہ ہوے تھے۔ احمد خاں خان خاناں نے آپ کے لئے ایک خانقاہ بنوادی تھی۔ اسی میں آپ فروکش ہوے تھے۔ خان خاناں اکثر آپکی خدمت مبارک میں حاضر ہوا کرتے اور فیض ظاہری و باطنی حاصل کرتے تھے۔ سنہ ۸۱۰ ہجری میں سلطان فیروز شاہ نے اپنے فرزند حسن خاں کو ولی عہد بناکر حضرت کی خدمت میں دعاے خیر کے لئے بھیجا۔ آپ نے کہلا بھیجا کہ "جب تم نے اس کو بادشاہی دے دی تو پھر فقیر کی دعا کی کیا حاجت ہے" سلطان کی طرف سے اصرار ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ "عالم بالا سے یہ فیصلہ ہوچکا ہے کہ تمہارے بعد تمہارا بھائی تخت نشیں ہو۔ اس صورت میں کسی اور کے حق میں دعا کرنی بیکار ہے"۔ چنانچہ حضرت کی پیشین گوئی صادق آئی، اور وہ اس طرح کہ فیروز شاہ سخت علیل ہوے اور اپنے بھائی کو اپنا

جانشین بنادیا اور دس دن کے بعد جان بحق تسلیم ہوے - آخر خان خاناں ہي بادشاہ بنے -

فیروز شاہ بڑے عالم وفاضل، علم پرور، عادل، عاقل، مدبر، فیاض اور متشرع بادشاہ تھے - دن بھر میں جب فرصت پاتے، ایک ربع جز وکلام مجید لکھتے اور اُس کو فروخت کرکے بسر اوقات کرتے - ہر شب دو پہر رات تک علما، مشایخ، شعرا، قصہ خواں، افسانہ گو اور خوش طبع لوگوں سے ہمکلام رهتے اور ان سے مساویانہ اور برادرانہ سلوک کرتے تھے - اکثر ممالک کے اہل کمال ان کے یہاں جمع تھے اور ان کے خوان فیض سے بہرہ اندوز هوا کرتے تھے - خود سلطان بہت سي زبانوں کے ماہر تھے - ہر ملک کے باشندوں سے ان ہي کي زبان میں گفتگو کرتے تھے - قوت حافظہ اس بلا کي تھي کہ جو بات ایک یا دو دفعہ سن لیتے پھر کبھي نہیں بھولتے تھے - اکثر علوم بالخصوص تفسیر، اصول، حکمت طبعي و نظري میں دستگاہ کامل حاصل تھي - ہر ہفتے میں تین دن سنیچر، پیر اور بدھ طلبا کو پڑھانے کے لئے مخصوص تھے - اگر دن میں فرصت نہ ملتي تو رات کو وقت نکالتے - حضرات صوفیۂ صافیہ کے اصطلاحات و مقامات و حالات سے خوب واقف تھے - بہت اچھے شاعر تھے - کبھي عروجي اور کبھي فیروزي تخلص کرتے تھے - طبیعت میں دقت پسندي اور مضمون آفریني تھي، جیسا کہ ذیل کے چند اشعار سے معلوم هوتا هے :-

بداں مثابہ ز غم دہر بردلم تنگ است
که دل به لذت سوداے عشق در جنگ است *
گل امید شگفت از نسیم وعدہ ولے
ز آفتاب غم انتظار بیرنگ است *
به قطع راہ محبت مغرور فریب امید
که غایت ابدش ابتداے فرسنگ است *
بجز سرود محبت نکرد زمزمہ نے
که ہرچه خارج ایں پردہ ننگ آهنگ است *

دلے بہ سینہ لبا لب ز دوستی دارم
که پیش اہل جہاں بے بہا تراز سنگ است *
دماغ طبع عروجي جه دلکشا چمنی است
چمن نگوی که آں آسمانِ فرہنگ است *
کرشمہ جنبش آمور است مژگان درازش را
ستم کرد است واجب ہر رواں تعلیم نازش را *
محبت چاک بر دل مي زند ہرگہ که در بندي
بخود مخصوص مي بینم تعامل ہاے نازش را *
مباد آسیب نقصاں با بد ار سوز دلم تارے
بدل چوں رہ دہم اندیشۂ زلف درازش را *

رباعي

در آتش ہرزہ فکر زائل نکنی * اندیشہ بہر خیال مائل نکنی
ایں نقد خزینۂ دماغ است بگوش * تا صرف بجنس ہے باطل نکنی

آخر سنہ ۸۲۵ ہجری میں ملک بقا کی راہ لی -

وفائي

وفائی تخلص - اسمعیل عادل شاہ نام - فرزند یوسف عادل شاہ - کم سني میں باپ کے انتقال کے بعد تخت نشیں ہوے - باپ کي وصیت کے موافق امور سلطنت کی نگرانی کمال خاں دکني کے تفویض کی گئي - ابتدا میں اُس نے ریاست کي خیر خواہی کی - مگر کچھہ دنوں کے بعد کمال نمک حرامي سے خود بادشاہ بننے کی تدبیرں کرنے لگا - کم سن فرماں روا کي والدہ پونجی خاتون نے یہ حال دیکھ کر اس کو یوسف ترک کے ہاتھ سے قتل کرادیا - اس کے بعد اسمعیل عادل شاہ نے طمانیت کے ساتھ حکمراني کي -

یہ بادشاہ بڑا حلیم و کریم و سخي تھا - علما' فضلا اور شعرا کو ہمیشہ اپني صحبت میں بلاتا اور اُن کے ساتھ اچھا سلوک کرتا -

موسیقي اور شاعري میں ید طولی رکھتا تھا - جیسا کہ اُس کے مندرجۂ ذیل اشعار سے ظاہر ھے :—

دل خوباں ز قید مہر آزاد است پنداري
مدار دلبري بر جور و بیداد است پنداري *
مرا صد محنت از عشق تو بر دل میرود ہردم
دل ویران عاشق محنت آباد است پنداري *
ز ہجرت آتشے دارم بہ دل کز بہر تسکینش
نصیحت هاي سرد زاہداں باد است پنداري *
ز عشق قامتت سرو سہي را ماند پادر کل
دلش صد پارہ وزبار دل آزاد است پنداري *
دل ریش وفائي آنچناں حو کردہ با تیرش
کہ پیکانش بجاے مرهم افتاد است پنداري *

شب ہجر جز گریہ کارے ندارم * بجز دیدۂ اشکبارے ندارم
شبے نگزرد کز فراق تو چوں شمع * پر از اشک حسرت کنارے نہ دارم
من و عشق و رندي و کوي ملامت * براہ سلامت گزارے ندارم
ازاں باغمش خو کرفتم وفائي * کہ غیر از غمش غمگسارے ندارم
دل بہ زلفش حکایتے دارد * از شب غم شکایتے دارد
تا کے آزار اہل دل طلبي * بے وفائي نہایتے دارد
غم دل میخورم ز غصہ کہ یار * با رقیباں عنایتے دارد
دل سخنش ز آہ من شد نرم * آہِ عاشق سرایتے دارد
اي وفائي منال از ستمش * کہ ستم نیز غایتے دارد

پچیس سال حکومت کرنے کے بعد سنہ ۱۰۴۱ ہجري میں احکم الحاکمین کا حکم آپہنچا اور انھوں نے حیات مستعار واپس سپرد کردي -

جمشید

جمشید تخلص - جمشید خاں نام - جمشید قطب شاہ خطاب شاہي - فرزند قطب الملک سلطان قلي قطب شاہ -

سنہ ۹۵۰ ہجری میں جمشید نے میر محمود ہمدانی کے ہاتھ سے اپنے باپ کو قتل کرا دیا - واقعہ یوں ہے کہ ایک روز قطب الملک سلطان قلی قطب شاہ (سنہ ۹۱۸ تا سنہ ۹۵۰ ہجری) قلعۂ گولکنڈہ کی جامع مسجد میں عصر کی نماز پڑھ رہا تھا - میر محمود نے عین حالت نماز میں قتل کر ڈالا - جمشید جاں اسیر تھا - اس کو فوراً رہا کردیا - اس کے بعد بعض مفسدوں سے ساز باز کرکے قطب الملک کے بڑے بیٹے ملک زادہ قطب الدین کو اندھا کرا دیا اور جمشید خاں تخت نشیں ہوا - یہ بادشاہ صاحب علم و فضل اور شاعر تھا - یہ دو شعر جمشید کے ہیں :-

کاکل و جبین زلف و خال لبت
ہر یکے در کمال رعنائی *
جا سر زلف تو سودائے سیاہے دارم
اس چہ سود است کہ با زلف چو شام است مرا *

سنہ ۹۵۷ ہجری میں سات سال اور چند ماہ کی حکومت کے بعد مرض سرطان سے انتقال کیا اور اپنے ہی مقتول باپ کے مقبرے کے پاس سپرد خاک کیا گیا -

صادق

صادق تخلص - مرزا صادق نام - والد کا نام اور سال ولادت معلوم نہیں - سلطنت نظام شاہی میں منجملہ اور فضلا کے مرزا صادق بھی تھے - یہ لحاظ علم و دانش برگزیدہ اور فن انشا و شاعری میں چیدہ تھے - کلام کا نمونہ ان رباعیوں سے معلوم ہوگا :-

رباعی

من مصحف اقدس مقدس کیشم
من ہیکل علوی قضا اندیشم *
خواہی ز زمانہ چشم زخمت نہ رسد
تعویذ تو ام ' جدا مکن از خویشم *
ای روشنی چشم ز ہجراں بیدار
ای وصل تو مرہم درون افگار *

از ہجران تو بیقرار است دلم
یک لحظه کنار خاطرم گیر قرار*

ایک نمک حرام مرزا خاں نامي نے بد خواہي اور خود غرضي سے میراں حسین نظام شاہ ثاني کو سنه ۹۹۶ ہجري میں قتل کروایا - حبشیوں اور دکنیوں نے بسر کردگي جمال خاں اس کور نمک کا کام تمام کردیا اور قلعے میں گھس کر اہل قلعه کو تلوار کے گھاٹ اتارا - بے گناہ مقتولوں میں مرزا صادق بھي تھے -

فہمي

فہیمي تخلص - ان کا نام و سال ولادت وغیرہ معلوم نہوسکا -

ابراہیم عادل شاہ والي بیجاپور کے عہد کے شاعر ہیں - خواجه سعدالدین شیرازي ' المخاطب به شہنواز خاں بادشاہ کے مقرب اور وکیل تھے - فہیمي پر ان کي بڑي عنایت تھي - فہیمي بھي ہمیشه ان کي خیر مناتے رہتے تھے - سنه ۱۰۱۰ ہجري میں شہنواز خاں کے بیٹا ہوا - علاءالدوله اس کا نام رکھا گیا - فہیمي نے اس موقع پر ایک طولاني قصیدہ لکھا جس کے چند اشعار یه ہیں :-

شگفته روئي ابن نو گل جہاں افروز
چمن چمن گل عشرت ببوستاں آورد *

ہزارو دہ بود از سال ہجرت نبوي
چنیں شمار حکیم حساب داں آورد *

مسافرے ز دیار جلال و جاہ رسید
که بخت و دولتش از بہر ارمغاں آورد *

ز بہر زائچۂ طالع ہما یونش
مہندس فلکي کلک درمیاں آورد *

اس سے معلوم ہوتا ہے که فہیمي سنه ۱۰۱۰ ہجري تک زندہ تھے - سال وفات معلوم نہیں -

آفتاب

آفتاب تخلص ـ میر احمد خاں نام ـ نظام الدولہ ناصر جنگ خطاب ـ نواب آصف جاہ نظام الملک والي حیدر آباد کے دوسرے فرزند ـ سال ولادت معلوم نہیں ـ

سنہ ۱۱۶۱ ہجري میں اپنے والد کے انتقال کے بعد مسند نشیں ہوکر برھان پور سے اورنگ آباد تشریف فرما ہوے ـ یکایک احمد شاہ بادشاہ دہلي نے کسي امر سلطنت کے انتظام کے لئے آپ کو طلب فرمایا ـ اگرچہ ملک میں بعض باغیوں نے بے طرح سر اٹھایا تھا مگر حکم شاہي کے موافق آپ مع خدم و حشم روانہ ہوے ـ دریاے نربداہي تک پہنچنے پاے تھے کہ فرمان شاہي ملا کہ " آپ کے آنے کي ضرورت نہیں ھے " ـ اِس لئے اورنگ آباد واپس ہوگئے ـ

ہدایت محي الدین خاں المخاطب بہ مظفر جنگ (دختر زادۂ نواب آصف جاہ) ناظم رائچور کي شورش کي خبریں آنے لگیں ـ حسین دوست خاں نایطي عرف چندا صاحب نے ہدایت محي الدین خاں کے ساتھ ساز باز کرکے ارکاٹ پر قبضہ کرلینے کا ارادہ کیا اور فراسیسوں کي مدد سے نواب سراج الدولہ انورالدین خاں بہادر شہامت جنگ پر، جو ناظم ارکاٹ تھے، حملہ آور ہوا ـ میدان جنگ میں نواب انورالدین خاں جوہر شجاعت دکھاکر شہید ہوگئے ـ اس واقعے کي اطلاع نواب ناصر جنگ کو ملي تو ان کے اور فراسیسوں کے درمیان جنگ چھڑ گئي ' نواب صاحب نے فتح پائي ـ ہدایت محي الدین خاں گرفتار ہوے ـ چونکہ فراسیسي خیرگي اور شورش پر اترے ہوے تھے' ان بد کیشوں کي تنبیہ کے لئے فوج کا ایک دستہ معین کرکے نواب ناصر جنگ ارکاٹ کي طرف روانہ ہوے ـ اسي اثنا میں فراسیسوں نے چنجي کا قلعہ فتح کرلیا ـ اس واقعے سے نواب ناصر جنگ کو سخت ملال ہوا اور با وجود کثرت بارش آپ نے چنجي کا رخ کیا ـ کرناٹک کے علاقے کے افغان سرداروں نے نمک خواري کا پاس نہ کرکے

ملک و مال کي حرص سے خفيه طور پر فرانسيسوں کي حمايت کي اور نواب کو شهيد کر ڈالا - لاش اورنگ آباد بهيجي گئي اور حضرت شاه برهان الدين غريب قدس سره العزيز کے مزار مبارک کے پاس اپنے والد کي قبر کے پهلو ميں مدفون هوے -

نواب ناصر جنگ اچهے شاعر تهے - فن شعر ميں آزاد بلگرامي سے تلمّذ تها - ايک ضخيم ديوان آپ نے ياد گار چهوڑا - اشعار ذيل بطور نمونه ملاحظه هوں :-

گر خضر کرد صرفه ز اسکندر آب خويش
خضر خط تو آب بقا مي دهد مرا *

دل به دست خال او دادن خطاست
سازم از زنگي نهاں آئينه را *

مي کند سحر در علاج دلم
نرگس يار گرچه بيمار است *

موسم پيري است مي بايد عصا
دست ما در گردن مينا خوش است *

در محفل سپهر نديديم امتياز
بر آفتاب و ماه زحل را تقدم است *

اگر بوے آں گل صبا مي رساند
به زخم دل ما دوا مي رساند *

فلک گرچه دارد تلاش جدائي
بهم دوستاں را خدا مي رساند *

ابر دريا دل بدست گوهر افشاں مي رسد
اي صدف دامن کشا کارت به ساماں مي رسد *

نواب ناصر جنگ کي تاريخ شهادت مير آزاد بلگرامي نے يه لکهي هے :-

نواب عدل گستر عالي جناب رفت
فرصت نه داد تيغ حوادث شتاب رفت *

در ہفدہم ز ماہ محرم شہید شد
تاریخ گفت نوحہ گرے " آفتاب رفت " *
۱۱۶۴ ہجری

رسا

رسا تخلص ۔ جان مرزا نام ۔ مرزا خاں خطاب ۔ فرزند سید میر جان ۔ حیدر آباد مولد ۔ سال ولادت معلوم نہیں ۔ رسا کے اجداد ہمدان کے رہنے والے اور سادات حسینی میں سے تھے ۔ ان کے اجداد میں سے ایک صاحب میر شاہ طاہر نام شہنشاہ اکبر (سنہ ۹۶۳ تا سنہ ۱۰۱۴ ھ) کے عہد میں ہندوستان آے ۔ بادشاہ نے بڑی عزت و توقیر کی اور چند مواضع بطور جاگیر عطا کئے ۔ پھر وہ دکن آے ۔ سلاطین دکن نے ان کی ایسی خاطر داشت کی کہ وہ یہیں کے ہو رہے ۔

رسا کے والد میر جان بھی زیور علم و فن سے آراستہ تھے ۔ شہنشاہ عالم گیر کے زمانے میں اُنھیں اچھے اچھے مناصب پر سرفراز کیا گیا اور انھوں نے بھی شایستہ خدمتیں کیں ۔

رسا کی ولادت بلدۂ حیدر آباد میں واقع ہوی ۔ نواب آصف جاہ (سنہ ۱۱۳۷ تا سنہ ۱۱۶۱ ھ) کے لشکر میں تعلیم پائی ۔ اپنے والد ہی سے درسی کتابیں پڑھیں اور ایسی قابلیت حاصل کی کہ قلیل مدت میں نواب موصوف کے مصاحب ہوگئے اور آخر عہد میں دار الانشا کے میر منشی بھی مقرر کئے گئے ۔

بہت خوش خلق تھے ' اس لئے شہر بھر کے محبوب تھے ۔ نواب کے ہم رکاب دہلی ہو آئے تھے اور وہاں کے مشہور شعرا سے خوب ملاقاتیں رہی تھیں ۔ خود اچھے سخن سنج اور سخن فہم تھے ۔ اُن کے کلام کا انداز یہ ہے :-

از غم ہر کس بہ دل فریاد می آید مرا
شیشہ ہر جا بشکند دل یاد می آید مرا *

رحم کن ای باغباں گلدستہ پیش من میار
مجمع یاراں رنگیں یاد می آید مرا *
در سرا پردۂ دل ہر نفس آوازے ہست
کہ دریں خانہ نہاں خانہ بر اندازے ہست *
خود راز تنگی قفس آزاد می کنم
ایں مشت پر تواضع صیاد می کنم *
نہ رسم اگر بہ برمنس ز ہجوم نا رسائی
بہ حیال آستانش من و مشق جبہہ سائی *
کہ برد پیام مارا بحریم خوش نگاہاں
رقمے نمودہ آہم دو سہ مصرع ہوائی *

سنہ ۱۱۷۴ ہجری میں بمقام حیدر آباد وفات پائی آزاد بلگرامی نے تاریخ کہی :—

شیرازۂ نظم میررا خاں * ہم نثر بہ فکر او مباہی
تاریخ وفات او خرد گفت * پیوست برحمت الہی
۱۱۷۴ ھ

جرأت

جرأت تخلص ۔ میر محمد ہاشم نام ۔ موسوی خاں اور معز الدولہ خطاب ۔ فرزند میر محمد شفیع ۔ اورنگ آباد مولد ۔ سال ولادت سنہ ۱۰۸۸ ہجری ھے ۔

ان کے والد اور دادا شہنشاہ عالم گیر کے عہد میں ہندوستان آئے ۔ دونوں کو شاہی ملازمتیں مل گئیں ۔ کچھ دنوں کے بعد بسلسلۂ ملازمت اورنگ آباد تبدیل ہوے ۔ یہیں توطن اختیار کرلیا ۔ اسی شہر میں جرأت پیدا ہوے ، اپنے والد ہی سے تحصیل علم کی ۔

امیر الامرا سید حسین علی خاں کا عروج ہوا تو اُن تک رسائی ہوی اور انہوں نے دھارور ضلع اورنگ آباد کا قلعہ دار مقرر کردیا ۔ سنہ ۱۱۳۱ ہجری میں امیر الامرا دہلی گئے تو جرأت بھی ہم رکاب

تھے ۔ جب طبقۂ سادات کا زوال ہوا تو جرأت کي عمر ۴۵ برس کي تھي ۔ اس کے بعد سے آخر عمر تک وہ نواب آصف جاہ اور آپ کے جانشینوں کي سرکار میں دارالانشا کي میر منشي گري اور دیگر معزز عہدوں پر ممتاز رهے ۔ اسي اثنا میں معز الدولہ کا خطاب بھي پایا ۔

نظم و نثر میں ان کا پایہ اتنا بلند تھا کہ جب وہ آصف جاہ کے ہمرکاب محمد شاہي دربار میں باریاب ہوے تو نواب ممدوح نے ان الفاظ کے ساتھ اُن کي تقریب کي کہ "موسوي خاں اس زمانے کے ابوالفضل ہیں" ۔

زمانۂ قیام دہلي میں جرأت وهاں کے علما سے ملے اور اُن سے استفادہ کیا ۔ ان کے کلام کا یہ نمونہ ہے :—

جاں از خیال حسن تو ہمدوش آفتاب
یادت بدل چو نور در آغوش آفتاب *
در یاد خدا باش کہ کارے بہ ازیں نیست
سیاحي دل کن کہ دیارے بہ ازیں نیست *
بے بہار خلق شہرت با هنر دمساز نیست
نکہت گل بے شگفتن قابل پرواز نیست *
شب کہ در بزم چمن ساز طرب آمادہ بود
دانۂ انگور قندیل چراغ بادہ بود *
فارغ از ہر دو جہاں بندۂ احسان توام
سر و آزادم و پابند گلستانِ توام *
خط دمید است ز لعل نمکینش عجب است
کر نمک زار نہ رست است گیاهے کاهے *

سنہ ۱۱۷۵ ہجري میں بمقام اورنگ آباد انتقال کیا اور وهیں مدفون ہوے ۔ آزاد بلگرامي نے تاریخ رحلت کہي :—

موسوي خاں ز کلک گوهر بار * آبرو داد شعر و انشا را
گفت تاریخ رحلتش آزاد * کرد جرأت وداع دنیا را
۱۱۷۵ ھ

مولانا سید قمر الدین

سید قمر الدین نام - تخلص معلوم نہ ہوا - غالباً تخلص رکھا ہي نہیں - فرزند سید منیب اللہ - اورنگ آباد مولد - سنہ ۱۱۲۳ ہجري میں پیدا ہوے -

آپ کے آباے کرام خجند کے سادات سے تھے - ان میں سے ایک صاحب، سید ظہیر الدین نام سب سے پہلے خجند سے ہندوستان وارد ہوے اور امین آباد مضافات لاہور میں سکونت اختیار کي - اُن کے پوتے سید محمد فرزند سید عنایت اللہ امین آباد سے دکن آئے اور شیخ مظفر برہانپوري کے ہاتھ پر بیعت کي (شیخ مظفر شیخ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثاني رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے تھے اور طریقۂ نقشبندیہ رکھتے تھے) اس طریقے میں آپ نے اتني ترقي کي کہ آپ کا شمار اولیاء اللہ میں ہوتا ھے - اس نواح میں آکر آپ بالاپور علاقۂ برار میں مقیم ہوے اور طالبان حق کي رہ نمائي فرمائي - آپ نے سنہ ۱۱۱۷ ہجري میں وفات پائي - تاریخ وصال 'شمع بہشت' ھے -
۱۷ ھ ۱۱

سید محمد صاحب کے فرزند سید منیب اللہ صاحب ہیں - آپ اپنے والد ماجد کے سجادہ نشیں ہوے اور بالاپور سے اورنگ آباد منتقل ہو آئے اور وہیں سنہ ۱۱۶۱ ھ میں انتقال فرمایا - تاریخ وفات 'متوجہ بہشت' ھے -
۶۱ ھ ۱۱

مولانا سید قمر الدین صاحب نے کم سني ہي میں قرآن مجید حفظ کیا اور علماے اورنگ آباد کي خدمت میں درسی کتابیں پڑھیں - اپني خدا داد ذکاوت سے مختلف علوم خصوصاً حکمت و تصوف میں بڑا کمال پیدا کیا - آپ کي تصنیف 'مظہر النور' جو مسئلۂ واجب الوجود پر سنہ ۱۱۶۴ ھ میں لکھي تھي، آپ کے علم و کمال کي شاہد ھے - زہد و تقوي اور معرفت الٰہي میں اپنے فضل و کمال سے کچھ

زیادہ ہي تھے - طریقۂ نقشبندیہ میں اپنے والد ماجد سے بیعت رکھتے تھے -

سنہ ۱۱۵۵ ہجري میں دہلي گئے اؤر وھاں کے علما و مشائخ سے ملاقات کي - چودہ مہینوں کے بعد حضرت مجدّد الف ثاني رحمة الله علیہ کے مزار کي زیارت کے لئے سرہند گئے اور وھاں سے لاہور- ہر جگہ مشائخ و علما سے مل کر پھر دہلي آئے اؤر کچھ روز وھاں مقیم رھکر اؤرنگ آباد واپس آ گئے - ۱۱۷۴ ہجري میں حرمین شریفین روانہ ھوے - پہلے مدینۂ طیبہ میں حاضر ھوے - پھر بیت الله شریف گئے اؤر حج سے مشرف ھوے - مدینۂ طیبہ اؤر مکۂ معظمہ کے سر بر آوردہ لوگوں نے آپ کي بڑي تعظیم و تکریم کي - سنہ ۱۱۷۵ ھ میں اورنگ آباد مراجعت فرمائي -

صاحب 'خزانۂ عامرہ' نے لکھا ھے کہ آپ کي طبیعت موزوں تھي - اس لئے کبھي کبھي شعر کہہ لیا کرتے تھے - لیکن آپ کي شان شاعري سے بہت ارفع تھي -

کلام کا نمونہ یہ ھے :-

لقمۂ دوناں رساند در گلوے خویشتن
شست اول ہر کہ دست از آبروے خویشتن *
مشت خاکم دست و دامانِ تو شد
گر نیفشاني فتد بر پاے تو *
دنیا زن است و طالب آں ہم مونث است
زین وجہ روز مرد خدا در قفا کند *

آپ نے اپنے حج کي یہ تاریخ کہي :-

احرام حرم ز ہند بستم * گشتم زطواف کعبہ مسرور
بخشید بمن ہزار نعمت * ایں خانہ ہمیشہ باد معمور
از دولت روضۂ مقدس * دل یافت سرور و دیدہ ھا نور
حج مبرور سعي مشکور * وارد شدہ در دعاے ماثور
۱۱۷۴ ھ
گیرند اگر دوجیم تشدید * تاریخ شود دعاے مذکور

آپ کي رحلت کا سال معلوم نہوا - چونکہ حج سے فارغ ہوکر آپ سنہ ۱۱۷۵ ہجري میں اورنگ آباد واپس ہوے' اس سے ظاہر ہوتا ھے کہ آپ اس (سنہ ۱۱۷۵ ہجري) تک زندہ تھے - یہي وجہ ھے کہ ہم نے ان کا ذکر جرأت (المتوفي سنہ ۱۱۷۵ ھ) کے بعد کیا ھے -

صارم

صارم تخلص - میر عبد الحي نام - صمصام الدولہ' صمصام الملک خطاب - فرزند نواب صمصام الدولہ شہنواز خاں شہید - اورنگ آباد مولد - سنہ ۱۱۴۲ ہجري سال تولد ھے -

ان کے والد نواب نظام الدولہ ناصر جنگ والي حیدر آباد دکن (سنہ ۱۱۶۱ تا سنہ ۱۱۶۴ ھ) کے دیوان تھے اور سنہ ۱۱۷۱ ہجري میں شہید ہوے -

صارم نے فضلاے عصر سے عربي اور فارسي تحصیل کي - پھر ملازم ہوگئے - سنہ ۱۱۶۲ ھ میں خطاب خاني اور منصب نیز صوبۂ برار کي دیواني عطا ہوي - رفتہ رفتہ اورنگ آباد کي نظامت اور دولت آباد کي قلعہ داري پر سرفراز ہوے اور صمصام الدولہ کا خطاب مرحمت ہوا - نواب میر نظام علي خاں والي دکن (سنہ ۱۱۷۵ تا سنہ ۱۲۱۸ ھ) کے عہد میں خطاب صمصام الملک اور دکن کي دیواني پائي -

صارم زبردست شاعر تھے - طبیعت میں مضمون آفریني تھي - پہلے وقار تخلص کرتے تھے' بعد کو ' صارم ' اختیار کیا - فارسي اور ہندي دونوں میں شعر کہتے تھے -

اُن کے چند فارسي اشعار یہ ہیں :-

به سیر باغ چو آں مي پرست برخیزد
گل از چمن کدہ ساغر بدست برخیزد *
سخن بقدر ضرورت بود بزرگاں را
کہ جز جواب نگردد صدا ز کوہ بلند *

بر خاطر تو راز دو عالم شـود عیاں
پیش نگاہ تست اگر دوربین دل *
بہ گلشنے کہ تو سر منشأ طرب باشي
چہ لازم است کہ چوں غنچہ بستہ لب باشي *
بہ انتظار تو آراسـتیم خانۂ چشم
چہ میشود اگر آئي و چند شب باشـي *

ہندي اشـعار ملاحظہ ہوں :-
فلک گِرتا ' زمین پھٹتي ' چمن سے رنگ اڑ جاتا
اگر میں اپنے دل کا حال اي ظالم بیاں کرتا *
سجن ! تجھ زلف میں ہل مِل رہا ھے
ہمارے ہاتھ میں کب دل رہا ھے *
نہیں کھلتا بہار و باغ سـوں دل
یہي عقدہ مجھے مشکل رہا ھے *

سـنہ ۱۱۹۶ ہجري میں قلعۂ کولاس کے اطراف میں انتقال کیا۔ چند روز وھیں سـپرد خاک کئے گئے ۔ بعد کو حیدر آباد دکن لے جاکر یاقوت پورہ کے باہر دفن کیا گیا ۔ میر غلام علي آزاد نے رحلت کي تاریخ کہي :—
افسوس کہ رفت امیر عالي گوھر
دیوان رکن و صاحب فضل و ھنر *
تاریخ وفات ایں امیر دانا
' صمصام الملک عقل کُل کرد سـفر ' *
سـنہ ۱۱۹۶ ہجري

شـفیق

شـفیق تخلص ۔ لچھمي نارایں نام ۔ فرزند منسـارام کھتري ۔ اورنگ آباد مولد ۔ سـنہ ۱۱۵۸ ھ سال ولادت ۔ آپ کے دادا بھواني داس عالمگیري لشکر کے ہمراہ دکن آئے اور اورنگ آباد میں قیام کرکے بذریعۂ ملازمت عزت و آبرو کے ساتھ زندگي بسر کي ۔

شفیق کے والد منسارام اپنے والد کے انتقال کے وقت دو برس کے تھے - ان کے ہم قوم لالہ جسونت راے ان کی پرورش اور تعلیم کے متکفل ہوے - انھوں نے بڑی قابلیت پیدا کی - نواب آصف جاہ والی حیدر آباد کے عہد میں دکن کے چھ صوبوں کی صدارت کی پیشکاری پائی اور قریباً چالیس سال اس خدمت کے فرایض نہایت خوبی سے انجام دئے - نواب صمصام الدولہ شہنواز خاں وزیر دکن نے انھیں بڑا منصب عطا فرمایا -

شفیق کو ہوش سنبھالتے ہی علم کا شوق پیدا ہوا - شروع سے آخر تک میر آزاد بلگرامی کے فیض جاری سے مستفیض ہوتے رہے - بہت اچھے شاعر تھے - کلام میں چستی و فصاحت تھی - فارسی اور ریختہ دونوں میں شعر کہتے تھے - دونوں زبانوں کے دو ضخیم دیوان غیر مطبوعہ موجود ہیں - تاریخ نویسی میں مہارت تامہ تھی - مآثر آصفی - مآثر حیدری وغیرہ ان کے تصانیف ہیں - شاعروں کے دو تذکرے لکھے - ایک 'گل رعنا' جس میں شعراے ہند کے حالات ہیں اور دوسرا 'شام غریباں' جس میں ان شعراے ولایت کا ذکر ہے' جو ہند میں وارد ہوے -

شفیق نواب عالی جاہ فرزند نواب نظام علی خاں آصف جاہ ثانی (سنہ ۱۱۷۵ تا سنہ ۱۲۱۸ ھ) کی سرکار میں ملازم تھے - منصب اور خطاب دولی چند سے بھی سرفراز تھے -

کلام کا نمونہ یہ ہے :—

مصرع ابروے او بسم اللہ دیوان ما

مصحف رخسارۂ او دین ما ایمان ما *

بسکہ از گفتار ماریزند یاراں رنگ ھا

گردۂ صورت گراں شد صفحۂ دیوان ما *

بر دل ما التفاتے ہست چشم یار را

الفت بسیار با مینا بود می خوار را *

چشم او بر ما نگاهے گر ندارد عیب نیست
می شود پرهیز لازم مردم بیمار را *
گرچه ای دوست ندیدم چمن روے ترا
دایم از باد صبا می شنوم بوے ترا *
هر که آں جا برود باز نگردد هرگز
هست خاصیت گلزار ارم کوے ترا *
بر زمیں آمده از دور زمیں بوس کند
ماه نو کر نگرد گوشهٔ ابروے ترا *
سنبل تازه و تردوده شود در چشمم
گر نه بینم به چمن سنبل گیسوے ترا *
خواهد از گوشهٔ چشمت نگه لطف شفیق
آرزوے به ازیں نیست دعا گوے ترا *
شکست توبهٔ ما را بهار شد باعث
هزار بار نواے هزار شد باعث *
خدا گواه که می را به لب نیا لودم
براے مستی من چشم یار شد باعث *
شفیق نے ۱۲۰۱ ہجری میں انتقال کیا ۔

رفیع

رفیع تخلص، غلام رفاعی نام ۔ محمد رفیع الدین عرف ۔ فرزند محمد شمس الدین قادری دکنی ۔ قندھار علاقۂ دکن مولد ۔ ۱۹ جمادی الاخری سنه ۱۱٦۴ ہجری تاریخ ولادت ھے ۔

جناب رفیع نے ایک تذکرہ بنام ' انوار القندھار' لکھا ھے ۔ اس میں اپنے متعلق لکھتے ہیں کہ :— " فقیر کے والد بزرگوار جو مرد صالح تھے ایک موقع پر حضرت حاجی سیّاح سرور سعید الرفاعی قدس سرہ العزیز کی خانقاہ کی مسجد میں معتکف تھے ۔ حضرت حاجی صاحب نے خواب میں ایک صحنک کھانے کی بھری ہوی دی اور فرمایا کہ تمھارے

ایک لڑکا پیدا ہوگا - اس کو میرے نام سے موسوم کرنا - چنانچہ میں پیدا ہوا تو میرا نام والد نے غلام رفاعي رکھا اوٗر عرف محمد رفیع الدین" -

غرض جناب رفیع نے اورنگ آباد میں حضرت قمر الدین رحمۃ اللہ مذکور الصدر کي خدمت میں تمام علوم عقلي و نقلي حاصل کئے - حضرت خواجہ رحمۃ اللہ قدس سرہ کے مرید ہوے اوٗر آپ ہي سے خرقۂ خلافت پایا - چند بار مرشد کي زیارت کے لئے نلور گئے اوٗر آپ ہي کے حکم سے حرمین شریفین حاضر ہوے اوٗر متعدد حج کرکے قندھار واپس آگئے - اچھے شاعر تھے - یہ دو شعر آپ کے کلام کا نمونہ ہیں :-

ز روي لطف نکس بوسہ دادۂ شاید

کہ ہمچو شبنم گل نقش بر دہن باقي است *

یار در بر دارم و مشتاق دیدارم ہنوز

محو از خود گشتہ ام محتاج تکرارم ہنوز *

سنہ ۱۲۴۱ ہجري میں بمقام قندھار وصال ہوا - آپ کے شاگرد 'والا' نے (جن کا حال اسي تذکرے میں ملے گا) تاریخ رحلت کہي :-

پیوستہ برحمت حق

۱۲ ھ ۴۱

جذب

جذب تخلص - میر اکرام علي نام - فرزند میر لطف اللہ خاں بہادر - حیدر آباد مولد - سال ولادت سنہ ۱۲۵۰ ھ ہے -

جذب' سید فتح اللہ بہادر عالم گیري کي اولاد میں سے تھے -

سات ہي سال کے تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا - اپنے حقیقي ماموں محمد فخر الدین حیدر خاں کے زیر نگراني پرورش پائي - عربي صرف و نحو اوٗر فارسي کي چند درسي کتابیں میر تفضل حسین عطا سے پڑھیں - فارسي اوٗر ہندي اشعار کي اصلاح بھي اُن ہي سے لیتے رہے - جناب شمس الدین فیض رحمۃ اللہ سے اس فن میں فیض حاصل کیا -

سنه ۱۲۶۸ ہجري میں سیاحت کي غرض سے مدراس آئے اور چونکه نواب غلام محمد غوث خاں بهادر نواب کرناٹک (سنه ۱۲۴۱ تا سنه ۱۲۷۲ ہجري) کي والدۂ محترمه کے عزیزوں میں سے تھے ' لهذا نواب موصوف کي سرکار میں بهي باریاب هوے - ذکي الطبع اور روشن دماغ تھے - کلام کا یه نمونه هے :-

به جاناں از تب وتاب دلم بنوشته ام نامه
بجا باشد شود گر نامه بر مرغ کباب این جا *
دلم از ہر خم گیسوش به بند دگر است
یک اسیر است گرفتار به زندانے چند *
ماتم اي دل که برفت از کف من دامن یار
اي جنوں مژده که دستم به گریباں آمد *
ناله بر داشت صد علم آنجا
سپر انداخت ہر کجا محشر *
اي چشم پُر آب در چه فکري
شد خانه خراب در چه فکري *

رباعي

انسوس که از وطن جدا افتادم
زاں ساں که ز فردوس جُدا شد آدم *
آدم جو خوردہ ترک فردوس نمود
من ترک وطن در طلب جو دادم *

جذب کي تاریخ وفات معلوم نهوي -

فصل چہارم

وہ فارسي گو ایراني شعرا جو دوسرے شہروں سے مدراس آئے

سخن

سخن تخلص ـ سید محمد نام ـ سید محمد خاں بہادر خطاب ـ اصفہان وطن ـ سال ولادت معلوم نہ ہوا ـ سنِّ شعور کو پہنچنے کے بعد وطن سے مچھلي بندر اؤر وہاں سے مدراس آئے ـ مدتوں یہاں تجارت کرتے رہے ـ پھر نواب امیر الامراء بہادر، فرزند دوم نواب والاجاہ فرمانرواے کرناٹک کے ملازم ہوے اؤر خان کا خطاب پایا ـ نواب امیر الامراء کا جب انتقال ہو گیا تو اُن کے بعد نواب والاجاہ کي سرکار سے بہادر کا خطاب اؤر دیوان خانے کي داروغگي مرحمت ہوي ـ

شاعري میں دستگاہ کامل رکھتے تھے ـ ایک چھوٹاسا دیوان جس میں قصائد اؤر غزلیں ہیں، اپني یادگار چھوڑا ـ

کلام کا نمونہ یہ ہے :—

نہ دل خارے ز عشق گلعذارے کردہ ام پیدا
ازیں خواري بہ عالم اعتبارے کردہ ام پیدا *

فصل بہار گل مرا بوے ز یار مي دہد
غنچہ نشانے از لب لعل نگار می دہد *

شکوہ از دست تو ہرجانہ توانم کردن
زاري من بہ سر کوے تو دیدن دارد *

آنچہ خوں از غم ہجرانِ تو خوردم عمرے
ایں زماں از مژہ آہنگ چکیدن دارد *

دست بر چاک گریباں زدي و دانستم
صبح امید من امروز دمیدن دارد *

سنہ ۱۲۱۶ ہجري میں وفات پائي ـ

وفا

وفا تخلص - مرزا حکیم عبد الباقي الشریف الرضوي نام - فرزند مرزا محمد شفیع خاں - اسلاف کا وطن عراق و خراسان و اصفهان - بغداد شریف مولد - سال ولادت سنه ۱۲۰۴ هجري هے -

بتیس سال کي عمر تک اپنے والد سے تعلیم پاتے رهے - اُن کے انتقال کے بعد علم معقول اؤر طب حاصل کرنے کي غرض سے اصفهان پهنچے - وهاں جاکے ان علوم کو حاصل کیا - نو برس کے بعد ایران کے بعض شهروں کي سیاحت کرتے هوے هندوستان آئے اؤر حیدر آباد میں سکونت اختیار کي - عرصهٔ دراز تک منیر الملک بهادر دیوان دکن کي صحبت میں عزت اؤر احترام کے ساتھ رهے - رفته رفته نواب ناصر الدوله بهادر والي دکن (سنه ۱۲۴۴ تا سنه ۱۲۷۳ ھ) کے دربار میں باریاب هوکر مصاحب اؤر طبیب سرکار مقرر هوے - سنه ۱۲۴۷ هجري میں مدراس پهنچے اؤر یهاں مقیم هوگئے - پھر سرکار انگریزي کے ایجنٹ کے میر منشي هوے اؤر خوب شهرت پائي - ایک مرتبه اپنے محکمے کے لوگوں سے اَن بَن هوگئي تو استعفاے دیا - مگر ان کي کارداني اؤر حسن خدمات کي وجه سے منظور نه هوا -

فن خطاطي میں وفا کو ید طولیٰ حاصل تھا - خوشنویس هفت قلم کهلاتے تھے -

جب ایران میں تھے تو محمد کاظم واله اؤر فتح علي خان صبا ملک الشعراے ایران سے شاعري خصوصاً قصیده گوئي میں اصلاح لي - نواب غلام محمد غوث خاں بهادر اعظم نواب کرناٹک (سنه ۱۲۴۱ تا سنه ۱۲۷۲ هجري) نے بزم مشاعره بنام 'مشاعرهٔ اعظم' ترتیب دي تو اُس کے رکن بھي رهے اؤر طرحي وغیر طرحي غزل خوب کهتے تھے -

اُن کے کلام کا نمونه یه هے :-

خورشید را به حسن تو سنجیده ایم صبح
دیدیم چوں ستارهٔ مقرون آفتاب *

چو مرغے کز قفس بیند بحسرت آشیان خود
ز چاک سینه دارد دل نظر بر زلف جانانش *

ز وصل یار جدا اوفتاده مي گریم
سر نیاز به ہر در نهاده مي گریم *

ہر نکتۂ که بود نهان در دلم ز عشق
یک یک سر شک بر رخ من جسته جسته گفت *

وفا کا سال انتقال معلوم نهوا - البته 'گلزار اعظم' کي تالیف کے وقت یعني سنه ۱۲۶۹ ہجري تک زنده تهے -

---

فصل پنجم

فارسي کو ہندوستاني شعرا جو دوسرے شہروں سے کرناٹک آئے -

قربي

قربي تخلص - سید شاہ ابو الحسن نام - فرزند حضرت سید عبد اللطیف نقوي قدس سرهما - بیجاپور مولد - سال ولادت سنہ ۱۱۱۷ ھ -

قربي چار سال کي عمر میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ سفر کے لئے نکلے - شانور میں دو سال اوْر ارکاٹ میں چھ سال قیام رہا - پھر رونق افروز ویلور ہوے اوْر وهیں سکونت اختیار فرمائي -

فارسي کتابیں محمد حسین صاحب بیجاپوري سے ' کتب تصوف مثلاً مخزن اسرار و مثنوي شریف محمد فخر الدین نایطي سے اوْر عربي صرف و نحو محمد ساقي صاحب سے پڑھیں - ذہن کي رسائي اوْر کثرت مطالعہ کي برکت سے تصوف کي معتبر کتب ' مثلاً فتوح الغیب ' فتوحات مکیہ اوْر فصوص الحکم وغیرہ پر قادر ہوگئے - عربي نثر نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ لکھتے تھے - اس پر آپ کے چند خطبات جمعہ شاہد ہیں - جناب مولانا باقر آگاہ نے اپني کتاب ' تحفۃ الاحسن في مناقب السید ابي الحسن ' میں ان خطبوں کا ذکر آپ کے حالات و کرامات کے ضمن میں کیا ھے - اس سے معلوم ہوتا ھے کہ آپ نے پہلے محمد فخر الدین نایطی کے ھاتھ پر بیعت کي اوْر طریقۂ قادریہ میں اُن ہي سے خرقۂ خلافت حاصل کیا - اس کے بعد تمام سلسلوں میں سید علي محمد قدس سرہ سے اجازت بیعت پائي - اس کے بعد جناب خواجہ رحمت الله رحمہ الله سے سلسلہ ھاے قادریہ و نقشبندیہ و چشتیہ و رفاعیہ کي اجازت بھي ملي - شیخ محمد مخدوم ساوي قدس سرہ سے بھي اذکار و اشغال کي اجازت تھي - مختصر یہ ھے کہ آپ مرشد اوْر عارف کامل تھے - ہزاروں طالبان حق آپ کي ہدایت سے راہ مستقیم پر پہنچ گئے -

طبیعت خوب موزوں تھي - کبھي کبھی فارسي غزل ٔ قصیدہ اور مثنوي کہتے تھے اور اُن مین حقایق و معارف کے مضامین باندھتے تھے - ذیل کے اشعار تبرکاً درج ہیں :—

اي آہ برق سیرم بگذر ز ھرزہ گردي
از حالِ دل خبردہ یک بار جان مارا *
ز زلف او پس از چندیں شب تار
بدست خویش تارے دارم امشب *
قربي حشم آہ تو با نالہ رواں شد
رسم است کہ ہر قافلۂ بے جرسے نیست *
نیست فوّارہ اي پري پیکر
آب بر خاست بہر تفطیمت *

آپ سنہ ۱۱۸۳ ہجري میں بمقام ویلور واصل معبود ہوے اور وھیں سپرد خاک کئے گئے - آپ کے مرید مولانا آگاہ نے ذیل کا قطعۂ تاریخ کہا :—

بوالحسن آنکہ از نم فیضش
چمن دیں چو باغ خلد شگفت *
قرطۂ گوش عرشیاں گردید
آں گہرھا کہ در معارف رفت *
با نہانش عیاں نکردہ ظہور
با عیانش نہاں نماند نہفت *
از پئے واردان مشہد غیب
خس و خاشاک غیر از دل رفت *
کرد زیں طاق تنگ عزم رحیل
تا شود پا جہاں مطلق جفت *
در حریم بقا بہ شاہد قدس
دوش بر دوش شاد و خنداں خفت *
بود جان جہاں ٔ ازیں معني
از سفر کردنش جہاں آشفت *

فکر تاریخ رحلتش کردم
'غاب قطب البلاد' ہاتف گفت *
۱۱۸۲ ہجری

محفوظ

محفوظ تخلص - محمد محفوظ خاں نام - شہامت جنگ بہادر خطاب - فرزند دویم نواب سراج الدولہ انور الدین خاں بہادر شہید - گوپامئو (اودہ) مولد - سال ولادت معلوم نہ ہوا -

اپنے زمانے کے مشہور علما و فضلا سے فارسی اور عربی پڑھی - علوم عقلیہ و نقلیہ میں خاصی مہارت تھی - طالب علموں کو ہمیشہ اپنے خوان علم سے فیض یاب فرمایا کرتے تھے - بڑے متقی اور متشرع تھے - آپ کے وفور علم کا ایک قصہ مشہور ہے کہ ایک روز اورنگ آباد میں نواب آصف جاہ والی حیدر آباد (سنہ ۱۱۳۷ تا سنہ ۱۱۶۱ ہجری) کے دربار میں علما حاضر تھے - مولوی قمر الدین المخاطب بہ سلطان العلماء صدر بھی موجود تھے - محمد محفوظ خاں بہادر مع اپنے والد کے حاضر تھے - اتفاقاً کسی مشکل فقہی مسئلے کے متعلق استفسار کیا گیا - تمام علما جواب شافی دینے سے قاصر رہے - آپ کے والد نے اپنے فرزند کے اصرار پر بندگان عالی کے حضور میں عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو فدوی زادہ اِس مسئلے پر کچھ عرض کرے - سب کو حیرت ہوی کہ جب سب کے سب علما اس مسئلے میں عاجز رہے تو ایک طالب علم کیا کہہ سکےگا ؟ اجازت مل گئی تو محفوظ خاں نے بڑی صراحت کے ساتھ تقریر کرکے مسئلے کو حل کر دیا - علما نے تعریف کی - نواب آصف جاہ نے محظوظ ہو کر فرمایا کہ 'اس وقت جو مانگو عطا کیا جائیگا' - محفوظ نے برجستہ عرض کیا کہ 'دینی خدمت کے مقابلے میں فدوی کو دنیوی فائدہ مدِّ نظر نہیں ہے - مگر فرمان والا کی تعمیل بھی فدوی پر فرض ہے' لہذا استدعا ہے کہ فدوی کو سرکاری کتب خانے سے جو پسند کروں کتابیں عطا فرمادی جائیں' فوراً داروغۂ کتب خانہ کو حکم دیا گیا کہ محفوظ کو دو ہزار کتابیں ان کے پسند کی دے دی جائیں -

سنه ۱۱۶۱ ہجري میں نواب انور الدین خان بہادر شہید ہوے تو آپ کے فرزند سویم نواب والاجاہ کو نواب ناصر جنگ والي دکن (سنه ۱۱۶۱ تا سنه ۱۱۶۴ ہجري) خلف نواب آصف جاہ کي سرکار سے آبائي منصب ' جاگیر ' خطاب اور ارکاٹ کي حکومت ملي - ممدوح اپنے بھائي نواب والاجاہ کے ہمراہ کرناٹک آئے اور مدراس میں سکونت اختیار کي - نواب موصوف نے آپ کو ترناولي کا ناظم مقرر فرمایا - برسوں اس خدمت پر مامور رهے -

نثر میں آپ کي یادگار ایک کتاب موسومۂ ' قرة العینین في فضائل رسول الثقلین ' هے -

آپ کے اشعار میں سلاست اور لطافت هوتي تهي ' جیسا که کلام ذیل سے معلوم هوگا :—

کرد عکس رخ ملیح کسے
نمکے در شراب من امشب *
زینت ما از گداز دل بود مانند شمع
کز سر شک خویشتن عقد گهر پوشیم ما *
خسرو اقلیم عشقم ' افسرم از گل کنید
گوهر تاجم ز اشک دیدۂ بلبل کنید *
بر نتابد دوش جانم خلعت زیبائے زهد
تار و پود کسوت عشقم ' ز موج مل کنید *
هزار شکر که در دل نشست همچو خدنگ
اگرچه تیر نگاه تو آسمانی بود *
کنارہ گیر بہ پیري ز وصل مه رویاں
که پردہ دار حریفان شب جواني بود *

سنه ۱۱۹۳ ہجري میں دارالبقا کا راسته لیا - نواب والاجاہ نے آپ کي وصیت کے موافق آپ کي نعش حیدر آباد بھیج دي اور وهاں اپنے والد نواب انور الدین خاں شہید کے پہلو میں سپرد خاک کردئے گئے -

تجمّل

تجمّل تخلص - عظیم الدین خاں نام - لکھنو مولد - والد کا نام اور سال ولادت معلوم نہوے -

اپنے وطن میں علم حاصل کیا - سنہ ۱۲۱۲ ہجری میں مدراس آئے اور علوم تفسیر و اصول فقہ و حدیث جناب ملک العلماء بحر العلوم علامہ عبد العلي قدس سرہ سے حاصل کئے - علم طب میں بھي اچھي دسترس رکھتے تھے - کچھ دنوں حکومت کي طرف سے ترچناپلي کے علاقے میں مفتي بھي رھے -

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:—

بسکہ لبریز انا الحق بود اندیشۂ ما
خون منصور تراود ز رگ ریشۂ ما
دل تہ خاک مي تپد ہم نفساں خداي را
تا بہ مزارم آورید آں مہ دلرباي را *
بہ سبزۂ ذقنش رفتہ دل خدا حافظ
شب است تیرہؑ و رہ تنگ و چاہ درپیش است *
خواہم کہ ساقي پیش من جام مئ ناب آورد
زآں پیش کین صبح اجل در دیدہ ام خواب آورد *

سنہ ۱۲۳۰ ہجري میں انتقال کیا - مصطفي علي خاں خوشدل نے (جن کا ذکر اس تذکرے میں ھے) 'تجمّل از جہاں رفت' تاریخ رحلت کہی - ۱۲۳۰ ہجري

جودت

جودت تخلص - غلام حسین نام - فرزند محمد یار خاں نایطي - مولد اور سال ولادت معلوم نہوا - ترچناپلي میں سکونت پذیر تھے - اکثر اساتذہ سے تحصیل علم کیا -

اخیر عمر میں اہل دنیا کے لباس کو ترک کرکے جاہ پرستوں کي صحبت سے کنارہ کش ہوگئے تھے - ذہن و ذکاوت میں مشہور تھے -

کلام کا نمونہ یہ ھے —

بسکہ از نازک مزاجي بے دماغم کردہ اند
مي برد از خویش موج چین پیشاني مرا *
گریہ ام از دلم کدورت برد
آب پاشیدم و غبار نشست *
نالہ ام فاختۂ سرو قبا پوش کسے
داغ دل آئینۂ حسرت آغوش کسے *
جودت از شوخئ تقریر خجالت دارم
نکتۂ بافتہ ام از لب خاموش کسے *

سنہ ۱۲۳۳ ہجري میں وفات پائي -

امین

امین تخلص - شیخ محمد امین نام - وطن اؤر سال ولادت معلوم نہوے -

مرزا بیدل کے شاگرد تھے - سنہ ۱۱۲۱ ہجري میں ہندوستان سے ارکات پہنچے - راي دکني رام دیوان کي وساطت سے نواب سعادت اللہ خاں بہادرکي خدمت میں عزت باریابي حاصل هوي - نواب موصوف نے بڑے مشاہرے پر دارالانشا میں خدمت عطا فرمائي اؤر اپني مصاحبت کي بھي عزت بخشي - امین کو راے دکني رام اؤر ان کے فرزند راے بدھ چند سے زیادہ خلوص تھا - حقیقت یہ ھے کہ امین نظم سے نثر اچھي لکھتے تھے - چنانچہ فن انشا میں دو کتابیں ایک 'گلشن سعادت' اؤر دوسري 'مجمع الانشا' تالیف کیں - ایک دیوان بھي اپني یادگار چھوڑا -

چند اشعار یہ ہیں —

اي امین بسکہ گنہ دوست برد رحمت دوست
گر ز عصیاں گزري عین گنا ہست این جا *
نجابت ہر کرا چوں مہر با رفعت قریں باشد
اگر بر چرخ چارم رفت چشمش برزمیں باشد *

انوار

انوار تخلص ـ حافظ شاہ انوارالحق نقشبندي نام ـ فرزند نورالحق گوپاموي ـ گوپامؤ مولد ـ سال ولادت سنہ ۱۲۰۱ ہجري ـ

نواب والاجاہ ' جنت آرام گاہ ' فرماں رواے کرناٹک (سنہ ۱۱۶۴ تا سنہ ۱۲۱۰ ہجري) کے بني اعمام کي اولاد سے ہیں ـ

سِنّ شعور کو پہنچنے کے بعد انوار علم سے منور ہوے اؤر مولوي شاہ عبدالرحمٰن خلیفۂ حضرت مرزا جان جاناں قدس اسرارہما سے خلافت پائي ـ ہمیشہ ذکر و شغل میں مصروف رہتے تھے ـ بارہا اپنے وطن سے مدراس تشریف لائے اؤر ہر مرتبہ عرصۂ دراز تک مقیم رہے ـ

طبیعت بہت موزوں تھي ـ شعر اچھے نکالتے تھے ـ یوں ہي ایک چھوٹا سا دیوان مرتب ہوگیا ـ

کلام کا نمونہ یہ ھے :—

رفتم از خود بدوست پیوستم
مرگ یا بد کجا نشان مرا *
در شوق تو گہ نالہ کند گاہ خموشد
چوں ساعت مصنوع فرنگ است دل ما
بہ پیریم چو زلیخا رساندہ بود فراق
بہ مژدہاے وصال تو نوجواں کردند *
چو خورشید ہر جند باشي بہ پیشم
چہ سازم کہ من تاب دیدن ندارم *

فصل ششم

فارسي گو هندوستاني شعرا جو دوسرے شہروں سے مدراس آئے۔

حاجي

حاجي تخلص - عبد الهادي نام - فرزند حکيم عبد الکريم خاں نقوي - وطن اور سال ولادت معلوم نہوا -

حج سے مشرف ہونے کے بعد اپنا تخلص 'حاجي' رکھا - اس مبارک سفر سے واپس ہوکر مدراس پہنچے اور یہیں توطن اختيار کيا -

اِس سے زیادہ ان کے حالات کا پتا نہيں چلتا اور یہ بھي نہ معلوم ہو سکا کہ حج سے پہلے کيا تخلص تھا -

کلام کا نمونہ یہ ھے :--

لاله ساں ہر دو بہم دوختہ خياط ازل
کسوت ماتمي و پیرہنِ شادي ما *
گرہِ کار فنا بود سر ہستي ما
حلّ ايں عُقدہ بجز ناخن شمشير نہ شد *
نہ پنداري بہ غفلت ہم ز کار خويش بيکارم
کہ من در عين مستي ہمچو چشم يار ہشيارم *

'نتايج الافکار' سے حاجي کي وفات کا سنہ ۱۲۰۰ ہجري معلوم ہوتا ھے -

گوہر

گوہر تخلص - محمد باقر خاں نام - فرزند نورالدين علي خاں - وطن اور سال پيدائش معلوم نہ ہوا - عمائد اہل نوائط میں سے تھے - نواب والاجاہ فرماں رواے کرناٹک (سنہ ۱۱۶۴ تا سنہ ۱۲۱۰ ہجري) کے دربار میں ان کي بڑي آؤ بھگت ہوتي تھي - ایک دفعہ گوہر نے نواب موصوف کي خدمت میں ایک قصيدہ پيش کيا اور اُس میں جاگير

کي استدعا کي - فیّاض نواب نے از راہ قدر افزائي کاوري پاک کے علاقے میں ایک موضع عطا فرمایا -

نوّاب حیدر علي خاں فرماں روائے میسور کے زمانے میں گوهر نلور کي فوجداري پر مامور تھے - تھوڑي مدّت بعد معزول هوکر مدراس آئے -

اُن کے چند اشعار یہ ہیں :—

آشفتۂ جلوہ ات اداها
سر کشتۂ قامتت بلاها *

ہمیشہ زخم دلم لب بہ خندہ وادارد
کہ ناوک تو بہ دل الفت رسا دارد *

چہ طرفہ رسم در اقلیم بے نیازي هاست
کہ شاہ بر در درویش التجا دارد *

آوارۂ عروج و نزولم براہ دوست
چوں گرد باد سر بہ ہوا سینہ بر زمیں *

معزولي کے بعد مدراس آنے کے چند ماہ کے اندر بقول 'تذکرۂ محبوب الزمن' سنہ ١٢٠٠ ہجري میں انتقال کیا اور آقا مقیم کي مسجد واقع میلاپور کے احاطے میں دفن هوے -

مهربان

مهربان تخلص - سید عبد القادر نام - فرزند مولوي سید محمد شریف المخاطب بہ شریف الدین خاں - اورنگ آباد مولد - سال ولادت میں اختلاف هے - 'گلزار اعظم' میں سنہ ١١٤٣ ہجري لکھا هے - مؤلف 'محبوب الزمن' لکھتے ہیں کہ "مهربان کي ولادت سنہ ١١٥١ ہجري میں هوي - تاریخ ولادت 'ولادت عبد القادر مهربان' هے - بعض اصحاب نے جو سنہ ١١٤٣ ہجري لکھا هے لا اصل هے ' کیونکہ خود مهربان نے اپني تالیف میں سنہ ١١٥١ ہجري بیان کیا هے" -

ہمارے نزدیک 'محبوب الزمن' کا قول معتبر معلوم هوتا هے ' کیونکہ اِن کے مندرجۂ بالا دلائل بہت قوي ہیں -

اپني والدۂ محترمہ کے فیض سے سات سال کي عمر میں قرآن مجید ختم کیا اور نو برس کي عمر میں حفظ کرلیا ۔ مولوي فخرالدین نایطي اور شیخ الاسلام خاں سے فارسي اور عربي پڑھي اور حدیث شریف میر غلام علي صاحب آزاد مرحوم سے ۔

پہلے اپنے ماموں مولوي فخرالدین کے ہاتھ پر بیعت کي اور خرقۂ خلافت پایا ۔ اس کے بعد سید شاہ فخرالدین ترمذي اورنگ آبادي کي صحبت میں حقایق و معارف تصوف حاصل کئے ۔ چنانچہ تصوف میں سبحات ۔ اصل الاصول ۔ کحل الجواہر اور مفتاح المعارف آپ کي تصنیف ہیں ۔ مدت العمر شریعت اور طریقت کي تعلیم دیتے رہے ۔ آپ کے سیکڑوں مرید تھے ۔ اپنے والد کے انتقال کے بعد روضۂ خلد آباد کے قاضي مقرر ہوے اور تین سال تک اس خدمت کے فرایض خوب ادا کئے ۔ نواب والاجاہ فرماں رواے کرناٹک نے آپ کو مدراس بلالیا بڑي قدر و منزلت کي اور جاگیر بھي مرحمت فرمائي ۔ دوران قیام مدراس میں آپ میلاپور میں سکونت پذیر رہے ۔

فن شعر میں آپ کو میر غلام علي آزاد سے تلمذ تھا ۔ اُن ہي نے آپ کا تخلص مہربان قرار دیا ۔ مگر اس سے آپ چنداں خوش نہ تھے ۔ آخر فخري تخلص اختیار کیا ۔

چند اشعار یہ ہیں :—

خلل در فضل احمد کے ز تقدیم رسل آید
که موسم آخر ہنگام باراں است نیساں را *
در و دیوار فیض صبح را مانع نمي گردد
فروغ افتد بروں از پردہ نور حسن کامل را *
زیر گردوں گر یکے شاد است مي سوزد دگر
عید بلبل گشت صبح و مرگ شد پروانہ را *
ہمدم دیرینہ مي باشد موافق با مزاج
در سبوي کہنہ طبعي آب مي ماند بجا *

معالج دل بیمار نرگس دار است
کجا امید شفا خود طبیب بیمار است *
قاصد از تفصیل پیغامش دل ما شاد کن
خندۂ داري بلب چیزے مگر فرمودہ است *
باز گشت کفر و دیں آخر بسوي وحدت است
ہر دو دست آید بہم اما ظہور یک صداست *
مرد را باشد خطر چوں عزتش برتر شود
خالي از سفتن نباشد قطرہ چوں گوہر شود *

سنہ ۱۲۰۳ ہجري میں آپ کا وصال ہوا ۔ مولانا آگاہ نے یہ تاریخ رحلت کہي :—

فخري کہ در مشایخ دوراں عدیل او
ہرکز نکرد جلوہ در آئینۂ شہود *
از سرد مہري تن افسردہ گشتہ تنگ
در سیر اوج جاں پر پروار وا کشود *
بودم بفکر رحلت او کز صریر کلک
خورد اس فغاں بگوش دلم " لا نظیر بود "
۱۲۰۳ ہجري

یکدل

یکدل تخلص ۔ میر علي مردان نام ۔ فرزند سید محمد موسوي والہ ۔ حیدر آباد مولد۔ سال ولادت معلوم نہوا ۔ فارسي اور عربي اپنے والد سے پڑھي ۔ نوّاب حیدر علي خاں والي میسور کے عہد میں بالا گہاٹ گئے ۔ وہاں اُن کي خوب خاطر داشت ہوي ۔ وہیں ملازم ہو گئے ۔ چونکہ یکدل نواب والاجاہ جنت آرام گاہ کے محل خاص کے عزیز تھے ' اس لئے نواب موصوف نے ان کو پایاں گہاٹ طلب فرماکر اپنے فرزند سیف الملک بہادر مختار کي معلمي کي خدمت عطا فرمائي ۔

نکدل نے اپنے قصائد و غزلیات کا دیوان مرتب کیا ۔ اُن کے کلام کا یہ نمونہ ھے :—

کے بہ مہد چشم آساید ز بے تابی ہجر
طفل اشکم از ازل با دامنم خو کردہ است *

گر خضر قصہ از سر زلف تو سر کند
تا روز حشر نبر بہ پایاں نمی رسد *

کے تواں دید بسوے دگرے کر ہجرش
موج اشکم شدہ زنجیر بہ پاے نگہم *

نکدل نے سنہ ۱۲۰٦ ہجری میں وفات پائی ۔

خلوص

خلوص تخلص ۔ سید محمد حشنی نام ۔ فرزند خواجہ حسن حشتی ۔ اودگیر مولد ۔ سنہ ۱۱۹٦ ہجری سال ولادت ۔ وطن میں اپنے والد ہی سے چند درسی کتابیں پڑھ کر مدراس پہنچے ۔ باقی کتابیں جناب مولوی سید شاہ عبد القادر مہربان و فخری قدس سرہ کی خدمت میں ختم کیں ۔ فن شعر میں بھی آپ ہی سے تلمذ تھا ۔ عربی میں چونکہ کافی استعداد نہ تھی ' میر آزاد بلگرامی کے چند قصائد پڑھ کر اُس زبان میں بھی نظم و نثر لکھنے کی قدرت پیدا کرلی ۔ نہایت ذہین تھے ۔ طبیعت میں بلا کی تیزی تھی ۔

ان کے کلام کا نمونہ یہ ھے :—

من و صد آہ و افغاں و نے و صد بوسۂ لعلش
ہزاراں پیچ و تابم داد اس فلیاں کشید نہا *

بے لخت دل نگشت رواں سیل اشک من
افگندہ ام خلوص بہ دریا سفینۂ *

خواہم ہمہ تن محو سرا پاے تو باشم
چشمے شوم و وقف تماشاے تو باشم *

نمودي ذبح و شد سنجاف تو رنگیں ز خون من
همیں بود آرزوي دل که دامانِ تو نگذارم *
غمزہ ات با دل پر خوں سروکارے دارد
کے ہراساں است بلے مرد سپاهي از خوں *
آخر از سفله شود ہمت دوني ظاہر
خشک چوں کشت نمایاں است سیاہي از خوں *

'خلوص' ملک جہاں خاں (عرف دهونڈبه) کے ہم عصر ہیں ۔ انهوں نے محض اسلام کي حمایت کے خیال سے اپنے بڑے بهائي کے ساتھ سنه ۱۲۱۵ ہجري میں شربت شہادت نوش کیا ۔

خرد

خرد تخلص ۔ مکھن لال نام ۔ راجه مکھن لال بهادر خطاب ۔ فرزند راے دولت رام منشي ۔ ونکٹ گري مولد ۔ سنه ۱۱۷۷ ھ سال ولادت ۔

سنِ شعور کو پهنچنے کے بعد اپني شادي کي تقریب سے حیدر آباد گئے اور وهاں کے اساتذہ سے فارسي کي درسي کتابیں پڑهیں ۔ سیاق' ہیئت' نجوم اور ہندسه میں بهي لیاقت پیدا کي ۔ وهیں خوش نویسي اور شاعري کي مشق کي ۔ پهر حسب الطلب نواب امیر الامرا (فرزند دوم نواب والاجاہ جنت آرام گاہ) مدراس آئے اور نواب والاجاہ کے ملازمین کے زمرے میں داخل هوے ۔ شدہ شدہ راے کا خطاب اور منشي گري کي خدمت پر فایز هوے ۔ نواب عظیم الدوله بهادر نواب کرناٹک (سنه ۱۲۱۶ تا سنه ۱۲۳۴ ہجري) کے عهد میں راجه بهادر کا خطاب ملا ۔

خرد نے ملک العلما مولانا عبد العلي اور مولوي شرف الملک بهادر رحمهما الله سے شرح ملا جامي تک پڑهي ۔

اشعار کا نمونه یه ھے :—

دو نیم کرد دل عاشقاں حیراں را
نمود معجزۂ حسن آشکار انگشت *

حشر شورے است کہ از سینۂ نالاں برخاست
بحر موجے است کہ از دیدۂ گریاں برخاست *
گر سحر مست بگلشن گزری از سر ناز
گل ز حسرت بزمیں بر فگند ساغر ناز *
علم تعریف شد از گردش جشمت پیدا
فتنۂ دہر بود مشتق ازیں مصدر ناز *
خال ابروے تو در اوج بکیواں ماند
طرفہ جاکرد بہ بیت شرف ایں اختر ناز *
زلف و ابرو و نگہ تیر و کمند است و کماں
می سزد مملکت حسن ترا قیصر ناز *

فن تاریخ گوئي میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ چنانچہ مسجد والاجاهي واقع ترملکھزي مدراس کي بنا کي یہ بے نظیر تاریخیں کھیں :—

امیر الہند والاجاہ فرمود * بنا ایں مسجد فرخندہ منظر
ز دل از بہر تاریخ بنایش * ندا آمد کہ " ذکر اللہ اکبر"
۱۲۰۹ ھجری

ساخت طاعت گہ اسلام شہ دیں پرور
آنکہ فرماں بر او ہست ز مہ تا ماھي *
سال تاریخ بنایش بخرد ھاتف گفت
نام فرخندۂ وي مسجد والاجاهي *
۱۰ ہجري ۱۲

خرد کے انتقال کا سال معلوم نہوا ۔ اتنا تو یقین ھے کہ آپ سنہ ۱۲۱۶ ہجري تک زندہ تھے' کیونکہ اسي سال نواب عظیم الدولہ بہادر مسند نشین ھوے تھے اؤر اِن کے عہد میں ' خرد ' کو راجہ بہادر کا خطاب ملا ھے ۔

آشکار

آشکار تخلص ۔ محمد عبد اللہ خاں نام ۔ قادر نواز خاں بہادر بہرام جنگ خطاب ۔ فرزند قاضي شیخ محمد تلمساني ۔ نجیب آباد ضلع بجنور واقع صوبۂ متحدہ آگرہ و اودھ مولد ۔ سال تولد معلوم نہوا ۔

کم سنی ہي میں اپنے والد کے ہمراہ مدراس آگئے - یہاں کے اساتذہ سے درسي کتابیں پڑھیں - قسمت کي یاوري سے نواب والاجاہ جنت آرام گاہ فرماں رواے کرناٹک کي سرکار میں ملازم ہوگئے اور خان بہادر خطاب پایا - نواب عمدۃ الامرا بہادر فرماں رواے کرناٹک (سنہ ۱۲۱۰ تا سنہ ۱۲۱٦ ہجري) کے عہد میں بہرام جنگ کا خطاب اور جاگیر مرحمت ہوي -

چونکہ طبیعت کو شاعري سے مناسبت تھي' شعر خوب کہتے تھے- نمونۂ کلام یہ ہے :-

من شیفتۂ جذبۂ مستانۂ خویشم
چوں آئینہ حیران پري خانۂ خویشم *
دل باختگاں را خبر از ہر دو جہاں نیست
از بسکہ شدم محو تو دیوانۂ خویشم *
کے وار ہم از قید محبت کہ چو مجنوں
خود جلوۂ لیلایم و دیوانۂ خویشم *
واعظ چہ دہي درد سرم ایں ہمہ از وعظ
خاموش کہ من گوش بر افسانۂ خویشم *
تا لمعۂ حُسنش ز دلم نور فشان است
شمع شب یلدایم و پروانۂ خویشم *

سنہ ۱۲۱۹ ہجري میں راہي ملک بقا ہوے -

طالب

طالب تخلص - شاہ وجیہ اللہ نام - فرزند محمد حبیب اللہ - عظیم آباد مولد - سال ولادت معلوم نہوا - ان کے والد بڑے تاجروں میں سے تھے - اُن ہي سے علم حاصل کیا - اس سے فارغ ہو کر حضرت شاہ منعم دہلوي قدس سرہٗ کے دست مبارک پر بیعت کي - والد کے انتقال کے بعد اپنا مال و اسباب اللہ کي راہ میں صرف کرکے حرمین شریفین جانے کے قصد سے مدراس آئے - کچھ ایسے اتفاقات پیش آئے کہ

بارہ برس تک یہیں قیام کرنا پڑا ۔ پھر کہیں جاکر یہ سفر مبارک پیش آیا ۔ حج و زیارت سے مشرف ہوکر ترچناپلي پہنچے ۔ چند روز وھاں ٹھیر کر دوبارہ حجاز گئے اؤر وھیں سکونت گزیں ہوے ۔ نواب عظیم الدولہ بہادر نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۱۶ تا سنہ ۱۲۳۴ ہجري) نے آپ کو واپس بلاکر اپنے فرزند ارجمند نواب اعظم جاہ بہادر نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۳۴ تا سنہ ۱۲۴۱ ہجري) کي تعلیم کے لئے مقرر فرمایا ۔ آپ عالي فکر شاعر تھے جیسا کہ ذیل کے اشعار سے معلوم ہوتا ھے :-

بیہودہ بہ سیر گل و گلزار مگر دید
در گلشن دل باغ و بہار است بہ بینید *
بے فائدہ در گلشن گیتي نبود ہیچ
ہر سبزہ دریں باغ بکار است بہ بینید *
دست از حنا مساز نگاریں نگار من !
آتش مزن بجان و دل بیقرار من *
بے اختیار مي کشدم دل بسوي تو
در عشق تو کجاست بہ کف اختیار من *

طالب، نے سنہ ۱۲۲۹ ہجري میں انتقال کیا ۔

اظفري

اظفري تخلص ۔ محمد ظہیر الدین میرزا علي بخت نام ۔ فرزند میرزا محمد ولي بیگ ۔ دہلي مولد ۔ سال ولادت معلوم نہوا ۔ آپ کے والد شہنشاہ عالم گیر (سنہ ۱۰۶۹ تا سنہ ۱۱۱۸ ہجري) کي پوتي عفت آرا بیگم کے پوتے تھے ۔

سنہ ۱۲۱۲ ہجري میں دہلي سے فایز مدراس ہوے اؤر یہیں سکونت اختیار کي ۔ نواب عمدۃ الامراء بہادر اؤر نواب عظیم الدولہ بہادر، اظفري کي بڑي تعظیم کرتے تھے ۔ جب کبھي دار الامارہ میں آتے تو دروازے تک استقبال کرتے تھے اؤر اپني مسند پر بٹھا کر خود ان کے پہلو میں بیٹھتے تھے ۔

اظفري علاوہ فارسي و ریختہ کے ترکي خوب جانتے تھے - فارسي اور ریختہ دونوں میں شعر کہتے تھے -

(۱) لغات ترکي چغتائي (۲) محبوب القلوب اور تنگري تاري (ترکي اور ہندي لغت کا مجموعہ) (۳) سانحات اظفري (۴) واقعات اظفري (۵) رسالۂ عروض و قافیہ (۶) دیوان اشعار ہندي - آپ کي یادگار ہیں[1] -

اُن کے فارسي اشعار کا نمونہ یہ ہے :—

اظفري نیست داغ سینۂ ما
این چراغ است بر دفینۂ ما *

گربہ عزم سفر آں یار ز جا بر خیزد
لشکر دل شد گاں ہم بہ قفا بر خیزد *

برقع از ماہ رخ خویش میفگن چندے
نیک داني کہ دراں فتنہ چہا بر خیزد *

شود خورشید چوں طالع من ازروي تو اندیشم
ہلالم گر نظر آید ز ابروي تو اندیشم *

اردو اشعار کا نمونہ یہ ہے :—

شکر و حمد ایزدي آرایش عنواں ہوا
نعت و وصف احمدي دیباچۂ دیواں ہوا *

یہ شاعر راست شاگرد خدا ہیں
کہا ہے شعر میں راز نہاں کو *

تمہارا اظفري ہے شعر کچھ بھي
زیادہ لن‌ترانی اب نہ ہانکو *

باغ کیا جس میں کہ برگ و ثمر و تاک نہیں
جس زمیں میں نہیں یہ چھاؤں وہاں خاک نہیں *

مارکر قہر سے، کر لطف جلا لیتا ہے
ہے مسیحا بھي مرا یار وہ سفاک نہیں *

---

[1] واقعات اظفری، اور دیوان اظفری مدراس یونیورسٹی کے ذریعہ زیر طبع ہیں -

یارو هے اظفري اردو کي زباں کا وارث
اہل دہلي هے وہ باشندۂ مدراس نہیں *
اُس کي صورت کو دیکھکر بھولے
ہاے ہم بھولے سر بسر بھولے *
منہہ کا میٹھا تھا پیٹ کا کھوٹا
جھوٹي میٹھي سي بات پر بھولے *
اس کے عشاق ہو گئے وحشي
سب یہ خانہ خراب گھر بھولے *
دیکھو اس میرے یار کو اور وہ
مجھہ پہ کرتا نہیں نظر بھولے *
سوز شمع ہجر سے شب جل گئے
ڈھلتے ڈھلتے آنسو ہم خود ڈھل گئے *
کل کا وعدہ کیا رقیبوں سے کیا
کرتے آج آپس میں کُچھہ کل کل گئے *
شرط تھي مانوں کا جو مانگوگے تم
نام بوسہ سنتے ہي کچھہ ٹل گئے *
غنچۂ دل اظفري تقریب سیر
گلرخاں پامال کر مل دل گئے *
آئي یاد اور نقد اشک امڈے چلے
ایسي ور خرچي نے گھر چوپٹ کیا *
کون کہتا هے کہ تو نے ہمیں ہٹ کر مارا
دل جھپٹ آنکھ لڑا نظروں سے ڈٹ کر مارا *
فن کشتي میں تو کچھہ تم سے ہم اگلے نکلے
یار جي ہم نے ہي آخر تمھیں پٹ کر مارا *

اظفري نے سنہ ۱۲۳۴ ہجري میں ملک بقا کي راہ لي -

خوشـدل

خوشـدل تخلص ۔ احمد مجتبیٰ نام ۔ مصطفیٰ علي خان بهادر خطاب ۔ گوپامو مولد ۔ سـنه ۱۱۷۳ هجري سـال ولادت ۔ آپ کا نسب اتهائیس واسـطوں سے حضرت ناصرالدین عبد الله بن خلیفۂ ثاني امیرالمؤمنین حضرت سـیدنا عمر فاروق رضي الله تعالي عنهما تک پہنچتا هے ۔ حضرت ناصرالدین عبد الله حضرت امام حسن علي جده و علیه التحیة والثنا کے نواسے تهے ۔

خوشـدل نے فارسي درسي کتابیں پڑهنے کے بعد مولوي رحیم الدین گوپاموي ، مولوي غلام طیب بهاري اور مولانا حیدر علي سـندیلوي سے علوم عربي پڑهے ۔ قرآن مجید بهي حفظ کیا ۔ سید شاه غلام پیر ابن سید شاه یٰسین بلگرامي قدس اسرارهما سے بیعت کي اور آپ کے فرزند مولوي سـید شـاه غلام نصیرالدین سعدي قدس سره سے خرقۂ خلافت پایا ۔

سـنه ۱۲۰۰ هجري میں فاىز مدراس هوے اور نواب والاجاه فرماں رواے کرناٹک کي سرکار میں ملازم هوگئے ۔ نواب ممدوح نے مصطفیٰ علي خاں بهادر خطاب دیا اور سـرکاري مدرسـه واقع گوپامو میں مدرسـي کي خدمت عطا فرماکر وهاں بهیجدیا ۔ نواب موصوف کي زندگي تک خوشـدل أسي عهدے پر مامور رهے ۔ نواب عمدة الامراء بهادر فرماں رواے کرناٹک کي مسـند نشیني کے بعد سـنه ۱۲۱۴ هجري میں دوباره مدراس آئے ۔ چند روز یهاں قیام کرکے گوپامو واپس چلے گئے ۔ سـنه ۱۲۱۶ هجري میں نواب موصوف کي رحلت کے بعد تیسري مرتبه وارد مدراس هوے اور سـال بهر یهاں مقیم رهے ۔ اِس اثنا میں اهل حکومت نے آپ کو ترچناپلي کے اطراف کا قاضي مقرر کردیا ۔ چند سال کے بعد ممالک محروسـۂ صوبۂ مدراس کے قاضي القضاة مقرر هوے ۔

أن کے اشـعار کا نمونه یه هے :—

بوسـم من بے برگ و نوا برگ حنا را
تا بوسه به پیغام دهم آں کف پا را *

کردہ از خون جگر ناوک او را سیراب
اہل دل شاد نمایند دل مہماں را *
پردۂ عالم دریدی تا نمودی جلوۂ
حیرتے دارم، ہنوز از شرم مستوری چرا *
کشتی صبر عجب نیست کہ رو کر شکند
دیدۂ زار چو دریا بہ خروش است امشب *
دلم ز جور تو ترسان و دیدہ محو جمال
میان دیدہ و دل طرفہ ماجرائے ہست *
خاکے شدم وگوشۂ داماں نگرفتم
ز آوارگیم گرد بیاباں گلہ دارد *

سنہ ۱۲۳۴ ہجری میں اس دار نا پایدار سے رخت اقامت اٹھا لیا۔ مسجد متیال پیٹ کے صحن میں سپرد خاک کئے گئے۔ آپ کے فرزند افضل العلماء مولوی ارتضا علی خاں بہادر نے والد ماجد کے انتقال کی تاریخ کہی " خوشدل مرحوم "
۱۲۳۴ ھ

فایق

فایق تخلص۔ سید خیرالدین نام۔ فرزند سید معصوم خاں امامی۔ اُدگیر مولد۔ سال ولادت سنہ ۱۱۸۸ ہجری " محمد خیرالدین خان فایق " تاریخ ولادت ھے۔ فارسی کتابیں اُدگیر میں پڑھنے کے بعد مدراس
۱۱۸۸ ھ
آئے۔ ملک العلما مولوی علاء الدین اور دوسرے عالموں سے عربی پڑھی۔

سنہ ۱۲۳۲ ہجری میں حیدر آباد گئے۔ راجہ چندو لعل کے یہاں پانچ سو ماہوار بر مدرسی کی خدمت ملی۔ شاعری میں مولانا باقر آگاہ سے تلمذ تھا۔ کلام کا نمونہ یہ ھے :—

الٰہی نغمہ سنجی بخش چوں بلبل زبانم را
برنگ گل بہار آرائے محفل کن بیانم را *
عجب نبود اگر فرزند بہتر از پدر باشد
کہ عطر صندل افزوں تر ز صندل می دہد بو را *

فوج طفلاں سرشکٔ است رواں از رہ چشم
مگر از سینه بروں شد دل دیوانۂ ما *
موسم پیري من صبح امید است مرا
پنبۂ داغ کُنه موي سفید است مرا *
سیاہ رو شود آں کس که عیب بیں گردد
چو خامه بر سخن هیچ کس مدار انگشت *
سرخي چشم من از گریه نباشد فایق
آفتابے ز نظر رفت و شفق باقي ماند *
ماجراے ابر دل زارم گذشت از آب اشک
مشت خاکے بود آں هم رفت در سیلاب اشک *
من بے چارہ دریں راہ نیازے دارم
کر تو اے زاهد خودبیں به نماز آمدۂ *
مرحبا باد صبا بوے خوشے آوردي
مگر از ساحت گلزار حجاز آمدۂ *
سنه ۱۲۴۲ هجري میں دار فنا چهوڑکر دار بقا کا راسته لیا -

نامي

نامي تخلص - مولوي تراب علي نام - شیخ نصرت الله عباسي کے فرزند - خیر آباد (اودہ) مولد - سنه ۱۱۹۱ هجري سال ولادت -

اپنے زمانے کے اساتذہ سے فارسي اؤر عربي علوم کي تحصیل کي - تعلیم سے فارغ هونے کے بعد شاعري کي طرف توجه کي اؤر مرزا قتیل سے تلمذ اختیار کیا - آخر تلاش معاش میں کلکتے گئے اؤر به تقریب ملازمت اهل فرنگ چند سال وهیں مقیم رهے - حسن اتفاق که سنه ۱۲۲۵ هجري میں ایک یوروپین افسر کي معیت میں ایران گئے اؤر اصفهان ' شیراز و عراق عرب کي سیر کرکے دو سال کے بعد کلکتے واپس آگئے - سفر ایران کے بعض حالات فارسي زبان میں به محاورۂ ایرانیاں لکهے - سنه ۱۲۲۹ هجري میں ایسٹ انڈیا کمپني کے مدرسے میں

مدرّس هوکر مدراس آئے - بہت سے طالب علم آپ کے فیض تعلیم سے فارغ التحصیل هوے - ان میں سے بعضوں کو اضلاع میں مفتي اور قاضي کي خدمتیں ملیں -

آپ نے کئي تالیفات اپني یادگار چھوڑیں، چنانچہ منطق میں درالمنظوم اور نحو میں وسیط النحو۔ ان کے علاوہ منطق کي بعض کتابوں پر حواشي بھي لکھے ہیں -

آپ کے اشعار کا یہ نمونہ هے :—

با دل بسمل چو دیدم ربط چسپاں آہ را
ساختم عنوان دیواں لفظ بسم الله را *

بسکہ مي ترسم از جدائي ها
توبہ کردم ز آشنائي ها *

ہرکس کہ سر زلف شما داشتہ باشد
بس سلسلہ ها بر سرپا داشتہ باشد *

از من اي گل رو چہ پرسي باعث تاخیر اشک
خار مژگاں مي شود ہر لحظہ دامنگیر اشک *

من بہ دل جاے بت حور سرشتے دارم
بخدا طرفہ بہشتے و کنشتے دارم *

ار بخت سیہ شکوہ ندارم کہ رسانید
زلف سیہ یار بدیں روز سیاہم *

سنہ ۱۲۳۱ ہجري میں حرمین شریفین زاد هما الله شرفاً و تعظیما کي زیارت کے لئے روانہ هوے۔ واپسي کے وقت راستے میں پیچش هو گئي - مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کي - سري رنگ پٹن میں بتاریخ ۱۷ ربیع الاول سنہ ۱۲۳۴ ہجري وفات پائي - ٹیپو سلطان شہید کے گنبد کے چبوترے پر دفن هوے -

شایق

شایق تخلص - غلام محي الدین نام - شایق علي خاں خطاب - فرزند شاہ احمد ابو تراب - شایق کے اسلاف کا وطن بیدر تھا، لیکن آپ کے

جد امجد نے أدگیر میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ چنانچہ آپ سنہ ۱۲۰۳ ہجری میں أدگیر ہی میں پیدا ہوے ۔ آپ کے اجداد عالی خاندان تھے۔ ان کے نسب کا سلسلہ تین واسطوں سے جناب قدوۃ العلما زبدۃ الاولیا مولوي محمد حسین شہید المعروف نہ امام صاحب (قدس سرہ) تک منتہی ہوتا ہے۔

اس خاندان کے اکثر حضرات شراب معرفت کے متوالے تھے۔ چنانچہ حضرت قاضی محمود اور جناب مولانا حبیب الله کے فضائل وکرامات مشہور آفاق ہیں۔

شایق کم سنی میں اپنے والد کے ہمراہ کچھ دنوں کالسمري میں مقیم رہے۔ پھر مدراس پہنچے اور یہیں کے ہو رہے۔ عربی و فارسی درسی کتابیں اِس زمانے کے مشہور اساتذہ سے پڑھیں۔ اپنے حقیقي ماموں سید شاہ منصور قادري سے بیعت کی۔

سنہ ۱۲۲۰ ہجري میں اپنی شادي کي تقریب سے أدگیر گئے اور نواب اعظم جاہ نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۳۴ تا سنہ ۱۲۴۱ ہجري) کی ریاست کے اخیر زمانے میں مدراس واپس آگئے ' نواب موصوف کی سرکار میں ملازم ہوے اور شایق علي خاں خطاب پایا۔ پھر سرکاري مدرسے میں فارسي کے مدرس ہو گئے۔

فارسي اشعار کی اصلاح فایق اور والا سے لیتے تھے۔ ریختہ گوئی میں اظفري اور میر شاہ حسین حقیقت سے تلمذ تھا۔ نظم اس قدر جلد کہتے تھے کہ جس کو بدیہہ گوئی کہنا چاہئے۔ چنانچہ نواب اعظم جاہ بہادر کی فرمائش پر صرف تیرہ دن میں ۳۷ نعتیہ اور منقبتیہ غزلیں کہہ کر پیش کیں۔ نظم سے زیادہ نثر پر قدرت تھی۔ حسب ذیل کتابیں تصنیف کیں —

(۱) مرج البحرین نعتیہ اور منقبتیہ غزلوں کا مجموعہ (۲) روضۃ قدسیاں در احوال بندگان دیں (۳) مثنوي ہندي مسمّي بہ رشک بہشت (۴) دیوان فارسی و ہندي۔

اُن کے چند اشعار یہ ہیں :—

الہي رنگ روی گل رخاں دہ داستانم را
بہ رنگ کاکل مشکیں مسلسل کن بیانم را *
وقت پیري دل ز آہ سرد آخر وا شود
مي کند فیض نسیم صبح خنداں غنچہ را *
عشق عاشق دردل معشوق آخر جا کند
گل گریباں چاک دارد از ولاے عندلیب *
طالعم برگشتہ از سوداے زلف طبر است
سطرها کے راست آید چوں کجي در مسطر است *
مگر ز خاک نشاں سوار میجوید
وگر نہ چیست زمیں کندن فرس بدو دست *
احساں غنیمت است دریں باغ برستم
حرفے کہ در شروع گلستاں است منت است *
قاتلم کاش رخ طفل سرشکم مي دید
تا کہ در کشتن من پاس یتیماں مي کرد *
در حیرتم ز خال رخ دلستان او
یا رب چساں بہ شعلہ قرار سپند شد *

سنہ ۱۲۴۱ ہجري میں اس دار فنا کو خیر باد کہا - آپ کے چھوٹے بھائي مولوي واقف نے یہ قطعۂ تاریخ لکھا :—

بیدل عصر حضرت شایق * قدس اللہ سرہ السامي
کام دل جست چوں بقرب اللہ * کہ جہان است جاے نا کامي
هاتفم سال رحلتش فرمود * "رفتہ ہیہات ہمدم جامي"
۱۲۴۱ ھ

مجرم

مجرم تخلص - حضرت سید شاہ حسین قادري نام - فرزند حضرت سید شاہ عبد القادر قادري - بیجاپور وطن آبائي - نلور مولد - سال ولادت

سنہ ۱۱۸۰ ہجری - " ذی عشق " تاریخ ولادت - آپ کا سلسلۂ نسب
۱۱۸۰
والد ماجد کی طرف سے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک
اور والدۂ ماجدہ کی جانب سے حضرت سلطان الاولیا محبوب سبحانی
غوث اعظم سیدنا سید عبد القادر الحسنی الحسینی جعفری الجیلانی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ھے - آپ کے جد امجد حضرت الحاج
سید حبیب اللہ قادری بیجاپور چھوڑکر مدت تک حیدر آباد میں اور
چندے مچھلی بندر میں سکونت پذیر ھوے - پھر کرناٹک تشریف لاکر
نلور میں مقیم ھوے -

حضرت مجرم قدس سرہ جب سن شعور کو پہنچے تو عربی نحو
میں کافیہ تک مطالعہ کیا اور فارسی کتابیں اپنے چچا حضرت سید
میراں قادری مرحوم قدس سرہ مدرس مدرسۂ نلور سے پڑھیں - اپنے بڑے
بھائی حضرت مولوی سید محمد قادری قدس سرہ سے بھی علمی
استفادہ فرمایا - والد ماجد کے دست حق پرست پر بیعت کی اور
خرقۂ خلافت بھی آپ ہی سے پایا -

سنہ ۱۲۱٦ ہجری میں تشریف فرماے مدراس ھوے - مسجد جامع
میلاپور کے قریب ایک مکان لیکر قیام فرمایا - سنہ ۱۲۲۵ ہجری میں
بالکل گوشہ نشینی اختیار فرمائی - بقیۃ العمر کبھی مسجد کے دروازے سے
باہر قدم نہیں نکالا - ہمیشہ طالب علموں کی تعلیم اور مریدوں کی
ہدایت فرماتے رھے - آپ کے مریدین و معتقدین کا حلقہ نہایت
وسیع تھا -

آپ عاجز راقم (گوھر) کے پیر، و مرشد حضرت زبدۃ العارفین
سراج السالکین مولانا الحاج مولوی سید شاہ حسین قادری الشطاری
قدس سرہ العزیز کے حقیقی دادا اور دادا پیر تھے - آپ مدراس کے
ممتاز مشایخ میں شمار ھوتے تھے - آپ کا کچھ کلام تیمناً ذیل میں
درج ھے :-

رویَد ہزار لالہ ز سنگ مزار ما
تا سر زند نشاں ز دل داغ دار ما *

صد روضۂ بہشت بود فرش راہ او
مجبرم مرو ز کوچۂ ایں گل عذار ما *
ساغر صہبائے وحدت میدہد از شوق دل
مست ساقي مجبرم سر کردۂ رندان ما *
پیرو روشن دلاں یابد طمانیت مدام
در پس آئینہ آرامے بود سیماب را *
چوں بامید قُدومت زندہ در گوریم ما
زینہار از مشہد ما دامن خود را مکش *
ناز و کرشمۂ تو دل قدسیاں ربود
از ما بہ بُرد صبر و تحمل علي الخصوص *

سنہ ۱۲۵۰ ہجري میں وصال ہوا - کسي نے "ہیا حسین کا غم"
تاریخ کہي - ۱۲۵۰ ہجري

حسن

حسن تخلص - محمد علي حسن نام - فرزند شیخ نوازش علي - جونپور مولد - سال ولادت معلوم نہوا - ان کے جد اعلي شاہ فتح الله انصاري ولد عبد الله انصاري تغلق شاہ بادشاہ دہلي کے عہد حکومت میں اپنے وطن سے فایز دہلي ہوے - کچھ دن وھاں ٹھیر کر بہ طریق سیاحت جون پور گئے ' جو اُس زمانے میں شاھان شرقیہ کا دارالحکومت تھا - اُن کے اوصاف حمیدہ کي شہرت ہوي تو وھاں کے بادشاہ نے اُن سے جامع مسجد میں ملاقات کي اور جون پور کے پرگنۂ ماہل میں چند مواضع بطور جاگیر عطا کئے - اُن ہي کي اولاد اس جاگیر میں سکونت پذیر ہوگئي - بعضوں نے معلّمي اختیار کي اور بعض شاھان دہلي کے یہاں اعلي عہدوں پر فایز ہوے -

حسن نے کم سني میں وطن سے بنارس پہنچکر فارسي درسي کتابیں ملا محمد عمر (شاگرد سراج الدین علي خاں آرزو) اور شیخ علي

حزیں سے پڑھیں - پچیس برس کے سن میں علوم عقلیہ و نقلیہ سے فارغ ہوکر ملک بنگالہ چلے گئے - وہاں چندے درس دیتے رہے - سنہ ۱۲۳۲ ہجري میں ارباب حکومت کي طلب پر مدراس آئے اور سرکار کمپني کے مدرسے میں مدرس مقرر ہوے - چند سال کے بعد صدر مفتي کے عہدے پر ترقي پائي -

آپ حلیم الطبع - کریم الاخلاق اور متواضع تھے - فارسي کي تمام کتابیں پڑھانے میں کامل دسترس رکھتے تھے - علم ریاضي میں آپ کي قابلیت بہت بڑھي ہوي تھي - یہ چند کتابیں آپ کي تالیفات میں سے ہیں :—

(۱) تبصرة الحکمت (طبیعیات و آلہیات میں) -

(۲) منتخب التحریر (علم ریاضي میں) -

علم تکسیر و جفر و رمل میں بھي چند رسالے ہیں -

اُن کے کلام کا نمونہ یہ ھے :—

از بسکہ وحشي است دل بیقرار ما
رم مي کند ز سایۂ مردم غبار ما *
در بر نہال قامت او تا نشاندہ ایم
گل کرد صد بہار ز باغ کنار ما *
بر روي زرد ماست عیاں اشک لالہ گوں
یک جا بہم شد است خزان و بہار ما *
دوش چوں بے رحمي ظالم دل من یاد کرد
من جدا فریاد کردم دل جدا فریاد کرد *
چشم تو دوست دارم اگر مي طپم بجاست
بیمار دار از غم بیمار مي طپد *

سنہ ۱۲۵۸ ہجري میں اس دار فاني سے ہمیشہ کے لئے روپوش ہوگئے -

والا

والا تخلص ـ سیّد ابو سعید نام ـ سید ابو طیّب خاں خطاب ـ فرزند سید ابو طیب خاں ـ رحمت آباد مولد ـ سنه ۱۱۱۰ ہجري سال ولادت ـ

والا کے دادا سید زین العابدین امامي نواب والاجاه کے دیوان محمد عاصم خاں بہادر مبارز جنگ کے حقیقي چچا تھے ـ

والا عربي کي ابتدائي کتابیں اور فارسي کي درسي کتابیں اساتذهٔ عصر سے پڑھکر مدراس پہنچے اور فن شاعري میں مولانا آگاه کے شاگرد ہوے ـ حضرت آگاه ہي نے آپ کا تخلص والا مقرر کیا اور از راه عنایت یه شعر بھي موزوں فرمایا :—

حظ وافر ببر از سیر چو بلبل والا
اولیں جوش بہار است گلستان ترا ٭

استاد کے انتقال کے بعد آپ اپنے قریے کو گئے جو رحمت آباد کے قریب ھے ـ ایک مدت وهاں ٹھیرے اور حذاب مولوي شاه رفیع الدین قندهاري دکني رحمة الله کے دست مبارک پر بیعت کي ـ سنه ۱۲۵۲ ہجري میں آپ کے چھوٹے فرزند نے انتقال کیا اور آپ کو اتنا صدمه ھوا که وطن کا قیام دو بھر ھوگیا ـ آخر سفر کي ٹھاني اور دوباره مدراس آئے ـ حافظ یار جنگ کي وساطت سے سرکاري ملازم ھوکر نواب غلام محمد غوث خاں بہادر نواب کرناٹک (سنه ۱۲۴۱ تا سنه ۱۲۷۲ ہجري) کے استاد مقرر ھوے اور سید ابو طیب خان خطاب ملا ـ

آپ نے خطاطي اور تاریخ داني میں کمال حاصل کیا ـ قادر الکلام اور پُر گو شعرا میں آپ کا شمار تھا ـ دو مثنویاں ' بحر غم اور آیۂ رحمت اور ایک دیوان (مشتمل بر قصائد و غزلیات وغیره) آپ کے افکار آبدار کا نتیجه ھے ـ نثار بھي اعلی درجے کے تھے ـ چنانچه حضرت خواجه رحمت الله قدس سره کے حالات میں ایک رساله بنام ' بحر رحمت ' لکھا ـ

ان کے کلام کا نمونہ یہ ھے :—

الٰهي ساز روشن چوں ید بیضا بیانم را
کلیم طور سینای تجلي کن زبانم را *

سیه پوش است یا رب در غم تو حرف حرف من
کرامت کن اثر چوں بیت خود ہر بیت دیواں را *

اسیر عشق مژگانش شدم از شوق زلف او
بلے ہر خار صیاد است مرغ رشته بر پارا *

نرم خوئي سبب امن بود از ظالم
نه شود زخم نمایاں جوزني تیر در آب *

عالمے را مي تواں از خُلق خود تسخیر کرد
بوے گل زنجیر مي گردد به پاے عندلیب *

دلم ز راحت یاراں ہمیشه خورسند است
که ربط من به عزیزاں چو شاخ پیوند است *

اہل بصیرت از سخنے رنج مي برند
مو درمیان دیده کم از نوک خار نیست *

اشکم از شوق لبش قطره زناں مي آید
ہمچو طفلے که پئے قند دواں مي آید *

گشت حسن از پردهٔ ظاہر، صورت جانا نه شد
عشق در جوش و خروش آمد دل دیوانه شد *

کامل شود چو مرد نگردد بخانه بند
آرد چو باز پر نشود آشیانه بند *

از بازي دغاے سپہر کمینه دوست
ہستم بسانِ مہرۂ ششدر بخانه بند *

جز سیاست نبود کار ریاست جاري
نشود خامه رواں تانزني آنرا قط *

آید بسائل از لب بممسک جواب خشک
از جیب خشک سال بر آید سحاب خشک *
عشق فایز کند آخر بحقیقت ز مجاز
میرسد شبنم افتادہ بمہر از بر گل *

والا نے صفر سنہ ۱۲۶۴ ہجری کو بعارضۂ فالج انتقال کیا۔ مسجد معمور واقع متیابرج کے صحن میں اپنے چچا کے پہلو میں سپرد خاک ہوے۔ جناب خوشنود نے تاریخ رحلت "العاقبۃ للمتقین" کہی۔
۱۲ ھ ۶۴

عاشق

عاشق تخلص۔ (مولوی) سید عبد الودود نقوی نام۔ چوکھریہ (من قصبات ضلع بردوان، بنگالہ) مولد۔ سال ولادت معلوم نہوا۔

ان کے اجداد قصبہ کڑہ ضلع الہ آباد کے رہنے والے تھے۔ ان میں سے ایک صاحب وطن سے بردوان گئے اور وہیں مقیم ہوکر تعلیم و تدریس دین میں مشغول ہوے۔ ان کے اکثر اسلاف صاحبانِ فضل و کمال تھے اور اپنے خوان علم سے طلبہ کو نعمت علم عطا کرتے رہے۔ عاشق کے والد بھی کلکتہ کے مدرسۂ عالیہ میں مدرس تھے۔

عاشق نے مولوی امین اللہ سے تمام درسی کتابیں پڑھیں۔ فارغ التعلیم ہوکر سنہ ۱۲۲۲ ہجری میں مدراس آئے اور ضلع کنتور کے مفتی مقرر ہوے۔ پھر ترچناپلی کے علاقے میں قاضی کے عہدے پر مامور ہوے۔ اس کے بعد صدر عدالت کے مفتی بنائے گئے۔ پچیس برس تک اس عہدۂ عالیہ کے فرایض انجام دینے کے بعد ضلع چنگل پیٹ میں صدر امین کئے گئے۔

کلام کا نمونہ یہ ہے:—

آتش انتظار سوخت مرا
چہ بلا است آشنائی ہا *

از مساس مصحف رویش گنه ننوشته اند
دست از جان شسته در عشقش وضوداریم ما *
ازیں چیں ها که دارم بر جبیں وقت کهن سالي
بصد لب مي کنم تفسیر رنج ضعف پیري را *
نکند صبر ایں دل ناداں
کار با سخت جاهل افتاد است *
چوں سینهٔ من کلبهٔ اخگر شده از عشق
هر ذرهٔ آهم چو شرار است به بینید *
سخن را آب وتاب از اشک دل سوزے چناں دارم ۔
بگوش هر که مي افتد کم از گوهر نمي داند ۔

سنه ۱۲۲۸ هجري میں انتقال هوا ۔ شاه راه میلاپور میں دلیر جنگ بهادر کے مقبرے کے روبرو سپرد خاک کئے گئے ۔

خوشنود

خوشنود تخلص ۔ (مولوي) ارتضا علي نام ۔ ارتضا علي خان بهادر خطاب ۔ فرزند مولوي مصطفی علي خاں بهادر خوشدل ۔ قصبهٔ گوپامو میں سنه ۱۱۶۸ هجري میں پیدا هوے ۔

پندره سال کي عمر میں اپنے والد سے فارسي کي چند کتابیں اور عربي میں کافیه تک پڑهنے کے بعد لکهنو گئے اور به حیثیت طالب علم برسوں وهاں قیام پذیر رهے ۔ وهاں سے سندیلے پهنچے اور مولانا حیدرعلي سندیلوي کي خدمت میں، جو مشهور علماء میں سے تهے، علوم معقول و منقول حاصل کئے پهر بلگرام میں سات سال تک مقیم ره کر مولوي محمد ابراهیم ملیباري سے باقي کتابیں پڑهیں ۔ فارغ التحصیل هونے کے بعد جناب مولوي شاه غلام نصیرالدین سعدي بلگرامي رحمه الله سے بیعت کا شرف اور خرقهٔ خلافت پایا ۔

سنه ۱۲۲۵ هجري کے شروع میں اپنے والد سے ملنے کے لئے مدراس آئے ۔ پانچ سال بعد نواب عظیم الدوله بهادر نواب کرناٹک (سنه ۱۲۱۶ تا

سنہ ۱۲۳۳ ہجري) کي سرکار میں ملازم ہوے اور محکمۂ عالیہ کے مفتي مقرر ہوے - سنہ ۱۲۳۵ ہجري میں کسي وجہ سے مستعفي ہوگئے اور چندے متوکلانہ زندگي بسر کي - بعض اہل حکومت کي خواہش پر دوبارہ قاضي کا عہدہ قبول کیا اور چتور کے علاقے میں مقرر کئے گئے - کچھ دنوں بعد صدر مفتي ہوے - سنہ ۱۲۴۴ ہجري میں صوبۂ مدراس کے قاضي القضاۃ بنائے گئے -

چوبیس سال تک اپنے فرائض نہایت خوبي کے ساتھ انجام دینے کے بعد سنہ ۱۲۶۸ ہجري میں وظیفہ لے کر اپني خدمت سے سبک دوش ہوے اور مع اہل و عیال حرمین شریفین زاد ہما اللہ تعالي شرفاً و تعظیماً تشریف لے گئے -

نواب غلام محمد غوث خان بہادر اعظم نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۴۱ تا سنہ ۱۲۷۲ ہجري) آپ کے شاگرد تھے - سیکڑوں طلبہ نے آپ کے خوان تعلیم سے بہرۂ وافي حاصل کیا - آپ نے بہت سي عربي کتابوں کي شرحیں اور حاشیے لکھے - اُن کے علاوہ ذیل کي کتابیں آپ کي تالیف ہیں :—

(۱) نقود الحساب (۲) فرائض ارتضیہ (۳) شرح فارسي قصیدہ بردہ (۴) تنبیہ الغفول في اثبات ایمان آباء الرسول (۵) شرح اسماء الحسنیٰ عربي -

آپ کے فارسي کلام کا یہ رنگ ہے :—

چشم آہو با ہمہ شوخي شکار چشم تست
نرگس شہلا بہ مستي شرمسار چشم تست *

کے نظر افتد براں گل چہرۂ نازک بدن
ہستي موہوم تو خوشنود خار چشم تست *

دانۂ سبحہ مگر داں زاہد
انما اللہ الہٌ واحد *

چہ بلا سوز درونم اثرے پیدا کرد
ریخت اشکے کہ ز چشمم شررے پیدا کرد *

شد جہاں سیلۂ مشبّک ز خدنگے تو کہ دل
بہر نظارۂ زہر رخنہ درے پیدا کرد *
تا تراز می کدہ رفتی بہوایت ز حباب
مے بہ مینا ہمہ تن چشم ترے پیدا کرد *
قصد صید دل مابود کہ صیاد ازل
چوں تو نازک بدنے خوش کمرے پیدا کرد *
نیست 'خوشنود' سزاوار ملامت ناصح
دل و جاں باخت بعشق و ہنرے پیدا کرد *
خواہی کہ نماز عشق خوانی
از خون دو دیدہ با وضو باش *
از خستۂ خود یاد نیاری عجب از تو
کشتی و بخاکش نہ سپاری عجب از تو *
خوشنود از آنجا بچہ کار آمدہ بودی
مغفول دریں جا بچہ کاری عجب از تو *
چرخ زن گرد نقطۂ وحدت
ہمچو پرکار باش تا باشی *

رباعی

آدم آئینۂ جمال تو بود * عالم ہمہ مظہر کمال تو بود
آں کس کہ نکرد نفس خود را ادراک * کے محرم محفل وصال تو بود

خوشنود کا سال رحلت معلوم نہوا - اتنا پتہ چلتا ہے کہ تذکرۂ گلزار اعظم کی تالیف یعنی سنہ ۱۲۶۱ ہجری تک زندہ تھے -

شفیع

شفیع تخلص - میر محمد شفیع نام - فرزند میر عسکری باقری استر آبادی - نلور مولد - سنہ ۱۲۲۸ ہجری سال ولادت - سلطان ابوالحسن قطب شاہ عرف تانا شاہ والی حیدر آباد دکن (سنہ ۱۰۸۳ تا سنہ ۱۰۹۸ ہجری) نے شفیع کے اجداد میں سے ایک صاحب

میر حسن استر آبادي کي بڑي قدر افزائي فرمائي اؤر مضافات حیدر آباد میں مري کنڈه کي جاگیر عطا کي - شفیع کے والد پہلے تو مچھلي بندر میں تجارت کرتے تھے - بعد کو ملازمت کي اؤر ضلع نلور کے ایک محکمے میں منشي مقرر ھوے -

شفیع نے ھوش سنبھالنے کے بعد اپنے والد اؤر دوسرے اساتذه سے فارسي اؤر عربي پڑھي - نیز علم حساب میں بھي مہارت پیدا کي - عرصۂ دراز تک مختلف شہروں کي سیاحت کرتے رھے - باپ کے انتقال کے بعد اُن ہي کي خدمت پر مامور ھوے - پھر محکمۂ صدر امین نلور کے دیواني دفاتر کي سر رشته داري پر تقرر ھوا - زبان تلنگي وغیره سے بھي خوب واقف تھے اؤر بہت جلد ترجمه کرتے تھے - فن شعر میں میر محمد حسن غریب اؤر میرزا عبد الباقي وفا سے تلمد تھا - ھندي اؤر فارسي شعر کہتے تھے - مختلف فنون میں ان کي نظم و نثر موجود ھے - جس کا شمار ساٹھ ہزار بیت سے زیاده ھوتا ھے -

نمونۂ کلام فارسي یه ھے :—

خال بر عین صنم بس به ہزار انداز است
الف کرد است نگر حسن الف قامت را *
مرد مک دست تہي شد ز در و لعل سرشک
لعل خنداں مددے' گوھرے دنداں مددے *
نرگس و غنچه و گل چشم و دھان و رخ تست
حاش لله روم جانب بستانِ کسے *

شفیع کے انتقال کا سال معلوم نہوا - لیکن وه تذکرۂ گلزار اعظم کي تالیف (سنه ۱۲٦۹ ہجري) کے وقت تک زنده تھے -

قدرت

قدرت تخلص - محمد قدرت الله نام - محمد قدرت الله خاں خطاب - فرزند محمد کامل - گوپامؤ مولد - سنه ۱۱۹۹ ہجري سال ولادت -

آپ کا سلسلۂ نسب حضرت قاسم بن محمد بن حضرت سیدنا امیرالمومنین ابوبکر صدیق رضي الله تعالي عنه تک پہنچتا هے۔ یه حضرت قاسم وهي ہیں جو مدینۂ منورہ کے فقہاے سبعه میں سے تھے۔

یه نہیں معلوم هوسکا که قدرت کے اسلاف عرب سے ہند میں کس راسته سے آئے۔ بہر حال قنوج میں سکونت گزیں هوے۔ ان میں سے ایک صاحب سلطنت غوریه کے اخیر زمانے میں گوپامو سے اُتھ آئے۔ وهاں کے حکام وقت نے ان کي صلاحیت اور امانت کا لحاظ کرکے ان کو نائب صدر مقرر کردیا۔ اس عهدے کي تنخواہ بہت معقول تھي۔ سلطنت تیموریه کے اختتام تک ان کي اولاد میں یه خدمت باقي اور تنخواہ برابر جاري رهي۔

قدرت نے صرف و نحو عربي اور فارسي درسي کتابیں اساتذۂ وقت سے پڑھیں۔ سنه ۱۲۲۷ ہجري میں مدراس پہنچے۔ جناب ارتضا علي خان بہادر خوشنود سے علم فرایض و حساب پڑھا۔ نواب اعظم جاہ بہادر رضوان مآب نواب کرناٹک (سنه ۱۲۳۴ تا سنه ۱۲۴۱ ھ) کے دربار سے خان کا خطاب اور نواب عظیم الدوله بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک (سنه ۱۲۱۶ تا سنه ۱۲۳۴ ہجري) کے مقبرے کي تولیت مرحمت هوي۔ جب نواب غلام محمد غوث خاں بہادر اعظم نواب کرناٹک (سنه ۱۲۴۱ تا سنه ۱۲۷۲ ہجري) نے محفل مشاعرۂ اعظم قایم فرمائي ' اس کے دو حَکَم مقرر فرماے گئے۔ اُن میں ایک قدرت تھے۔ آپ زاہد شب زندہ دار اور عابد و پرهیزگار تھے۔

ایک ضخیم دیوان اور ایک تذکرۂ شعراء مسمّي به ' نتایج الافکار ' یادگار چھوڑا۔ یه تذکرہ نواب کرناٹک کي طرف سے سرکاري مطبع میں طبع هوا تھا۔

اُن کا کچھ مُنتخب کلام یه هے :—

چشمم نشود ملتفت غیر ز سویت
کز قبله نگرداند کسے قبله نما را *

از راستي تیر' کماں راست نگردد
من چوں ز عصا راست کنم پشت دو تارا *
منزلت در دل و دل بستۂ زلف
زلف مشکن که شکست من و تست *
اشک من راز سینه افشا کرد
طفل ہرگز نه معتمد باشد *
برباد مکن وفاے دیریں
من خاک شدم غبار تا چند *

قدرت کي رحلت کا سال معلوم نہیں' مگر وہ تذکرۂ گلزار اعظم کي تالیف (سنه ۱۲٦۱ ہجري) کے وقت زندہ تھے -

مختار

مختار تخلص - باقر حسین نام - حسن علي خاں خطاب - فرزند حسن علي خاں - سریرنگ پٹن مولد - سنه ۱۲۱۰ ہجري سال ولادت -

پانچ سال کي عمر میں اپنے والد کے ہمراہ وارد محمد پور (ارکاٹ) ہوے - اساتذۂ عصر سے فارسي پڑھي - سنه ۱۲۳۰ ہجري میں مدراس آئے اور یہیں مقیم ہوگئے - نواب اعظم جاہ بہادر رضوان مآب نواب کرناٹک (سنه ۱۲۳۴ تا سنه ۱۲۴۱ ہجري) کے عہد ریاست میں 'حسن علي خاں' کا خطاب ملا - آخر عمر میں مجلس مشاعرۂ اعظم میں' جسکو نواب غلام محمد غوث خاں بہادر اعظم نے قایم کیا تھا' داخل ہوے -

فارسي شعر کم اور ہندي شعر خصوصاً مرثیه اکثر کہتے تھے - کلام کا نمونه یه ھے :-

ہر که سازد سرکشي ہمچوں حباب شوخ چشم
زود بیند از ہواے خویش مدفن زیر پا *
عیش و نشاط اہل جہاں را ثبات نیست
چوں دامن بہار که آمد بدست و رفت *

همچو شمع محفل شب زندہ داراں طبع من
هر زماں مختار روشن تر ز ترک خواب شد *
همچو پروانہ بر چراغ رخصت
شمع فانوس آسماں سوزد *

مختار کي صحيح تاريخ وفات معلوم نہ هوي البتّہ تذکرۂ گلزار اعظم کي تاليف کے وقت زندہ تھے -

واقف

واقف تخلص - ميراں محي الدين قادري نام - فرزند شاہ احمد ابو تراب قادري - اُدگير مولد - سنہ ۱۲۰۵ هجري سال ولادت -

کم سني ميں اپنے والد کے همراہ مدراس آئے اور يهيں مقيم هوگئے - مولانا باقر آگاہ اور مولوي غلام محي الدين معجز سے فارسي پڑھي - عربي کي تحصيل ملک العلماء مولوي علاء الدين صاحب سے کي - اپنے حقيقي ماموں سيد شاہ منصور قادري سے بيعت کي اور تمام سلسلوں ميں خرقۂ خلافت پايا - شاعري ميں مولوي سيد خير الدين فايق سے تلمذ تھا - بيعت هونے سے پهلے بسمل تخلص کرتے تھے ' مرشد کے حکم سے واقف تخلص اختيار کيا - چنانچہ ايک اردو غزل کے مقطع ميں کنايتاً اس کو يوں ظاهر کيا هے :—

سرِّ مخفي سے انا الحق کے نہ تھا ميں واقف
جب تلک شيخ مرا حضرت منصور نہ تھا *

مدراس ميں ' شهر استاد ' کهلاتے تھے - نواب غلام محمد غوث خاں بهادر اعظم نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۴۱ تا سنہ ۱۲۷۲ هجري) نے ايک مدرسہ مدراس ميں قايم فرمايا تھا جس کا نام مدرسۂ اعظم رکھا - نواب صاحب موصوف کے انتقال کے بعد اس مدرسے کو سرکار انگريزي نے اپنے اهتمام ميں لے ليا - مدرسہ ابتک حضرت اعظم کے نام مبارک سے منسوب چلا آتا هے اور بدستور سرکاري انتظام هے - غرض واقف بھي اس مدرسہ کے مدرس مقرر کئے گئے - اور محفل مشاعرۂ اعظم کے ايک حکم بھي تھے -

ٓپ کے کلام کا یہ رنگ ہے :—

از سر حرف انا الحق شـد بہ دست من عصا
حضرت منصور واقف تا بود ہادی مرا *

چوں مردمک ز ترک تردد تمام عمر
آسایشے بہ سـایۂ مژگانم آرزو است *

بے سـوز دل بنائے عمل اسـتوار نیست
دیوار خشت خام گہے پایدار نیست *

بے مشقت نہ نقد گوہر مقصود بکف
مدّتے سنگ پئے لعل جگر سـوختہ است *

خاموشی است موجب سر سـبزی دروں
صد بار ایں سـخن بلب خویش پستہ گفت *

مرد میداں نہ کشد منت کس را واقف
بہر آب است کجا تیغ بہ باراں محتاج *

ہزاراں حیلہ انگیزد برائے دادن نانے
مگر ہستم بخوانِ چرخ دوں نا خواندہ مہمانے *

واقف ۔ تذکرۂ گلزار اعظم کی تالیف کے وقت تک زندہ تھے ۔ مگر اُن کے انتقال کا صحیح سـال معلوم نہوا ۔

فصل هفتم

وہ فارسي شعراء جو کرناٹک میں پیدا ہوے

ابجدي

ابجدي تخلص - میر اسمعیل خاں نام - فرزند سید شاہ میر - بیجاپور وطن اسلاف - چنگل پیٹ علاقۂ مدراس مولد - سال ولادت معلوم نہوا -

ان کے والد ملا محمد ' مصنف تاریخ فرشتہ کے بہنوئي تھے -

ابجدي نے اپنے زمانے کے اساتذہ سے عربي اور فارسي پڑھي - تحصیل علم سے فارغ ہونے کے بعد نواب والاجاہ جنت آرام گاہ کي خدمت میں باریاب ہوے - آپ نے اپنے فرزندوں یعني نواب عمدۃ الامراء بہادر اور نواب امیرالامراء بہادر کي تعلیم کے لئے ان کو مقرر فرمایا -

ابجدي کي طبیعت بہت موزوں واقع ہوي تھي - فارسي اور ہندي شعر کہتے تھے - آپ نے ایک دیوان اور پانچ مثنویاں تالیف کیں - نواب والاجاہ کے حکم سے مثنوي ' انور نامہ ' لکھي - نواب موصوف کو وہ مثنوي اتني پسند آئي کہ ابجدي کو چاندي میں تُلوا دیا - اس چاندي کي قیمت چھ ہزار سات سو روپیہ ہوي اور چند خلعت بھي مرحمت فرمائے - سنہ ۱۱۸۹ ہجري میں ملک الشعراء کا خطاب بھي عطا فرمایا -

آپ کے کلام کا یہ نمونہ ھے :-

دستک بدر سینہ زند دل ز طپیدن
شاید کہ در آید بت سیمیں بدن ما *

از سبک روحي چو بوي گل جہانے سر کنیم
با قدم ہرگز نگردد آشنا رفتار ما *

توبہ امشب بہ بزم یار شکست
عہد در موسم بہار شکست *

خوش است سوي زنخدانِ او نظر لیکن
به پاے خویش فتادن به چاه رسوائي است *
تا نه گردد دل دو پارہ بر نیاید آرزو
دیدۂ ام خورشید در چاک گریبان صباح *
برنگ شیشۂ ساعت دلم را بادلش بستم
که راز ہر یکے بر یک دگر پنہاں نمي ماند *
دل را به دام زلف گرہ گیر بستہ اند
دیوانه را به حلقۂ زنجیر بستہ اند *
براے رفع گزند حوادث دوراں
شد است داغ دلم ابجدي مرا تعویذ *

ابجدي نے سنه ۱۱۱۳ ہجري میں قضا کي - جامع مسجد میلاپور کے صحن میں دفن ہوے -

ذوقي

ذوقي تخلص - سید عبد اللطیف نام - غلام محي الدین عرف - فرزند حضرت سید شاہ ابو الحسن قربي قدس سرہ - بیجاپور وطن اسلاف - بیجاپور مولد - سال ولادت معلوم نہوا -

اپنے والد ماجد سے ابتدائي فارسي کتابیں پڑھیں - پھر عظیم الدین داماد محمد جعفر طالب علم ویلوري سے صرف و نحو عربي اور علم معقول کے چند رسالے پڑھے - ذھن و ذکاوت خدا داد تھي - اتني ہي تعلیم سے معقول و منقول کي مستند کتابوں کے مطالعہ کي استعداد پیدا کرلي - حقایق و معارف کے علوم سے بھي خوب واقفیت بہم پہنچالي -

حضرت ذوقي کے مزاج میں بڑي بے تکلفي تھي - ظاہري لباس و آرایش کا خیال نہ تھا - امیروں اور تونگروں کي بالکل پروا نکرتے تھے - وقت آخر تک طالبان حق کي تعلیم اور راہ نمائي میں مصروف رھے -

آپ کو تصنیف و تالیف کي طرف توجہ ہوي تو علم فرائض - حساب - بیان - منطق - تصوف وغیرہ میں بہت سے رسائل لکھ ڈالے -

قصائد کے دو کثیرالحجم دیوان' غزلوں اور رباعیوں کا دیوان اور پانچ مثنویاں و مثنوي معجزۂ مصطفي آپ کے افکار آبدار کا نتیجہ ہیں - نصیح اللسان شاعر تھے - قدیم شعراء کي طرز پر کہتے تھے - آپ کي زود فکري غیر معمولي تھي - مولانا باقر آگاہ کا بیان ھے کہ ایک روز حضرت ذوقي نے میرے رو برو سات سو شعر موزوں کئے اور فرمایا کہ بارہا ایسا اتفاق ہوا ھے کہ مجھے ایک دن میں ہزار ہزار شعر کہنے پڑے ہیں -

علاوہ ان مثنویوں کے جن کا اوپر ذکر کیا گیا ھے' آپ نے ایک مثنوي بنام 'دُرِّ بے بہا' تصنیف فرمائي - اس مثنوي میں اُس جنگ کے واقعات بیان کئے گئے ہیں جو نواب عمدۃ الامراء بہادر اور تنجاوریوں میں ہوئي تھي - اسي مثنوي کے چند شعر ذیل میں درج کئے جاتے ہیں' جن سے آپ کے کلام کا اندازہ ہو سکے گا :-[1]

راندہ بارہ بسوي آں بارہ * آمد اندر خروش نقارہ
تیغ ھا درمیان تیرہ غبار * روز روشن نمود در شب تار
بارش گولہ از حضیض زمیں * ہمچو یاراں ز اوج چرخ بریں
چرخ را چرخ سر در افگندہ * کرکس آسماں سر افگندہ
برگ بید اندراں سوادستم * خصم را گشتہ برگ راہ عدم
آشکارا شد از میانۂ فوج * شعلہ بر شعلہ موج اندر موج
توپ ھا دود بر سر آوردہ * و ز سراں دود ھا بر آوردہ
بسکہ پیکاں تیر دل مي سُفت * الامان الامان اجل مي گفت
ریکلہ فتنہ ھا بپا کردہ * گُلہ از فرق مہ جدا کردہ
تا برد چہرہ دستیش بعدو * خورد پستول داروے نیرو
رفتہ برباد فتنہ چوں پریاں * از زمیں بر فلک تنجاوریاں

سنہ ۱۱۹۳ ہجري میں آپ کا وصال ہوا - قلعۂ ویلور کي خندق پر اپنے والد ماجد کے پہلو میں دفن کئے گئے -

آگاہ

آگاہ تخلص - محمد باقر نام (نایطي و شافعي) - فرزند محمد مرتضیٰ المعروف بہ محمد صاحب - بیجاپور وطن اسلاف - ویلور مولد - سنہ ۱۱۵۸ ہجري سال ولادت -

وطن میں فارسي اور عربي کي چند کتابیں پڑھیں - پھر طلبِ علم کي غرض سے ترچناپلي گئے اور ذھانت خدا داد سے پندرہ سال کي عمر میں نظم و نثر لکھنے پر قادر ھوگئے - انیس سال کي عمر میں حضرت سید شاہ ابوالحسن قدس سرہ سے بیعت کي اور آپ ہي سے اشعار کي اصلاح لیتے رھے - نعت ومنقبت میں بہت سے قصائد و غزلیات اور مثنویاں لکھیں - اس وقت آپ نے اپنا کوئي تخلص قرار نہیں دیا تھا - پیر و مرشد کے انتقال کے بعد اپنے تمام اشعار غرق آب کردئے - شاعري سے کنارہ کش ھوگئے اور ترچناپلي سے چلے آئے - ایک دفعہ پھر ترچناپلي گئے اور نواب والاجاہ فرماں رواي کرناٹک (سنہ ۱۱۸۴ تا سنہ ۱۲۱۰ ہجري) نے بڑے ادب اور تعظیم کے ساتھ ملاقات کي اور اپنے دوسرے فرزند نواب امیر الامراء بہادر کا اتالیق مقرر کرکے دو سو روپیہ ماھوار کا وظیفہ عطا کیا - کچھ روز بعد التور کي جاگیر' جس کي سالانہ آمدني بارہ سو ھوں تھي' مرحمت فرمائي - جب نواب امیرالامرا بہادر مدراس آنے لگے تو آگاہ بھي ہم رکاب آگئے اور یہیں سکونت اختیار کي - مدراس پہنچ کر پھر شعر گوئي شروع کردي - نواب والاجاہ بہادر کے جو خطوط اہل حجاز کے نام جاتے تھے وہ سب آگاہ ہي لکھتے تھے - جب پہلا خط وھاں پہنچا' تو فصحاے وقت نے آپ کي انشا بہت پسند کرکے نواب والاجاہ کو محرر کي بہت تعریف لکھي - نواب صاحب اس سے ایسے خوش ھوے کہ اپنے فرزندوں نواب عمدۃ الامراء اور نواب امیرالامراء کو ایک سونے کے گھوارے کے ساتھ مولانا آگاہ کي خدمت میں روانہ کیا اور دونوں صاحب زادوں سے کہا کہ مولوي صاحب کو اس میں بٹھلاکر جُھلائیں - مولانا نے بڑے اصرار کے بعد یہ تحفہ تو قبول فرمالیا مگر جُھلائے جانے سے انکار کردیا -

آپ کے بہت سے شاگرد تھے - ان میں سے نواب تاج الامراء بہادر ماجد فرزند نواب عمدۃ الامراء بہادر اور اعزالدین خاں نامي نے بڑي

شہرت پائي، جیسا کہ ان دونوں کے حالات سے ظاہر ہوگا، جو اس کتاب میں درج ہیں۔

عربي فارسي اور ہندي میں آپ کي بہت سي تصانیف موجود ہیں۔ ان کے اشعار کي تعداد پچاس ہزار سے بھي زیادہ ھے۔
آپ کے کلام کا یہ رنگ ھے :—

اِلٰہي مطلع صبح تجلي کن دل مارا
چمن زار گل وادي ایمن کن گِل مارا *

غم فراق تو از بسکہ کاست جان مرا
عصا ز آہ بود جسم ناتوان مرا *

بستم بہ طرۂ تو دل زار خویش را
آخر فگندہ ام بہ سرت بار خویش را *

شگافے در دل از تیر نگاہے کردہ ام پیدا
بسوي آں وفا بیگانہ راہے کردہ ام پیدا *

ز رشک آں کہ ساغر از لبش خورشید تاباں است
ہلال آسا کند قالب تہي ماہ تمام امشب *

برنگ غنچۂ شاخ بریدہ دل تنگم
کہ داغ آں گل رعنا بہ نو بہارم سوخت *

دور نبود شاخ رز گردد اگر مسواک شیخ
بسکہ در دورِ نگاہت مي کشي دارد رواج *

گر نمي داشت اثر جذب محبت آگاہ
شمع را بر سر پروانہ چرا گریاں کرد *

رباعي

ایراں بقیاس ہر سقیم الافکار
رجحاں دارد بہند جنت آثار *
نشنید کہ بر طبق احادیث آدم
در ہند فرود آمد و در ایراں مار *

آگاہ سنہ ۱۲۲۰ ہجري میں جنت نصیب ہوے۔ میلاپور کے راستے میں ھاتھي گنٹے کے پاس سپرد خاک کئے گئے۔

معجز

معجز تخلص۔ غلام محي الدین نام۔ فرزند محمد ندیم اللہ نایطي۔ اسلاف کا وطن پہلے مدینۂ منورہ تھا' پھر پانڈا پونڈا اور اس کے بعد بیجاپور تھا۔ محمد پور (ارکاٹ) مولد۔ سنہ ۱۱۷۳ ہجري سال ولادت ھے۔

عربي میں قطبي اور میر تک اور فارسي درسي کتابیں اپنے زمانے کے استادوں سے پڑھیں۔ سترہ برس کي عمر میں مدراس آئے اور اپنے بزرگوں کے قدیم تعارف کي وجہ سے محمد محفوظ خان بہادر شہامت جنگ' برادر نواب والاجاہ فرمانرواي کرناٹک' کے مورد عنایت و عاطفت ہوے۔ نواب امیر الامراء بہادر فرزند دوم نواب والاجاہ بہادر نے اپنے فرزند نواب عظیم الدولہ بہادر نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۱۶ تا سنہ ۱۲۳۴ ہجري) کي تعلیم ان کے سپرد کردي۔ جب چند سال کے بعد نواب ممدوح کا انتقال ھوگیا تو نواب والاجاہ نے معجز کو اپنے ملازمین کے زمرے میں داخل فرمالیا اور اسي خدمت پر بحال رکھا اور اپنے فرزندوں اور دامادوں کو بھي بہ غرض تعلیم ان کے تفویض فرمایا۔

نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک نے اپنے عہد ریاست میں اپنے استاد کو مدارالمہام بنانا چاھا لیکن معجز نے قبول نہیں کیا اور کہا کہ "میں غلام محي الدین ھوں کسي اور کي بندگي نہیں کرونگا" اس پر نواب نے ایک سو چالیس روپیہ کا منصب جاري فرما دیا اور اپنے فرزند اکبر نواب اعظم جاہ بہادر کي تعلیم آپ کے سپرد کردي۔ نواب رحمت مآب اپنے استاد کي بڑي تعظیم و تکریم کرتے اور مرتے دم تک خلوص کے ساتھ شاگردي کے حقوق بجا لاتے رھے۔

شاعري میں آپ کو مولانا باقر آگاہ سے تلمذ تھا۔

اشعار کا نمونہ یہ ھے :—

کند بے بال و پر تیر فلک را ترک چشم او
بہ تیر غمزہ چوں پیوند سازد قوس ابرو را *

صد مے کدہ چوں وقف اياغ نگہ تست
یک دور کہ بے بادہ تباہ است دل ما *
عدم شخص خود نما شدن است
غنچہ را گل شدن فنا شدن است *
چشم عالي ہمتاں بالا نہ بیند از غرور
گرچہ اختر بر فلک باشد نگاہش بر زمیں است *
تکبیر اولیں است سلام وداع خویش
عشاق چوں نماز محبت ادا کنند *
ز پا افتادہ را عالي مقاماں پایہ مي بخشند
کند بر عالم بالا بہ جذب خود سفر شبنم *

آخر عمر میں معجز تمام کاموں سے دست بردار ہوکر گوشہ نشیں ہوگئے تھے - سنہ ۱۲۲۹ ہجري میں وفات پائي -

بیخود

بیخود تخلص - سید امین غوث نام - فرزند سید محي الدین بیجاپوري - محمد پور عرف ارکاٹ مولد - سنہ ۱۲۱۰ ہجري سال ولادت -

کم سني میں مدراس پہنچے - فارسي کي کتابیں حضرت سید شاہ حسنین صاحب قادري مجرم قدس سرہ اور مولوي قادر بخش صاحب سے پڑھیں - عربي میں میبذي تک ملک العلماء مولوي علاء الدین صاحب سے مستفیض ہوے - سنہ ۱۲۳۵ ہجري میں حیدر آباد چلے گئے اور راجہ چندو لال کے شعراء کے زمرے میں داخل ہوے - کچھ دنوں بعد دہلي کا رخ کیا - پھر ان کا پتہ نہ چلا کہ کیا ہوے -

بڑے آزاد منش آدمي تھے - بدیہ گوئي میں اپنے ہم عصر شعراء میں ممتاز سمجھے جاتے تھے -

اُن کے کلام کا نمونہ یہ ہے :—

نیست در راہ طلب حاجت مشعل دگرم
ز آتش عشق سراپاي من افروختہ است *

مصحف روي تو تفسیر دگر مي خواہد
من چه گویم رخ زیبا‌ے تو دیدن دارد *
بدیں امید که روزے بدامن تو رسم
غبار وار بکویت بسے گزر کردم *

بیخود کے انتقال کا سال نہ معلوم ہوا۔ بہرحال یہ ثابت ھے کہ وہ سنہ ۱۲۳۵ ہجري تک بقید حیات تھے۔ اس لئے کہ اسي سن میں حیدرآباد گئے تھے۔

برھان

برھان تخلص۔ سید برھان خاں ھانڈي نام۔ فرزند سید حسن ھانڈي۔ بیجاپور وطن اسلاف۔ نتھر نگر (ترچناپلي) مولد۔ سال ولادت معلوم نہوا۔

شرفاے اہل دکن میں سے تھے۔ غلام حسین جودت کے فیض تعلیم سے فارسي میں اچھي استعداد حاصل کي۔ نظم و نثر کي اصلاح بھي ان ہي سے لیتے تھے۔ فن انشاپردازي میں ان کي بڑي شہرت ہوي۔ ابتدا میں شرفاے اہل نوایط کے یہاں منشي گري کرتے تھے۔ پھر نواب والاجاہ فرمانرواے کرناٹک کے فرزند حسام الملک بہادر کي سرکار میں بمقام نتھر نگر ملازم ہوے اور آپ کے حکم سے کتاب "تزک والاجاہي" تصنیف کي۔ چند روز کے بعد آپ کے ہمراہ مدراس آئے اور یہیں سکونت اختیار کرلي۔ نعرۂ حیدري ' انشاء برھاني ' منشآت بے نظیر اور طوطي نامۂ منظوم لکھا۔

کلام کا نمونہ یہ ھے :—

فزود عزت عالي نژاد درپستي
دُرے است قطرہ که رفت از سحاب در تہ آب *
تپ دل درہوایش شعلہ جوش است
تمنا ہرنفس محشر خروش است *

زدود عشق او ہرجا کہ داغ است
کدورت خانۂ جاں را چراغ است *
وای بر حال نارسائي ها
زیستن بے تو سخت دشوار است *
برهاں بصد ہزار پریشاني زماں
از دامن تو دور نشد گر غبار شد *

سنہ ۱۲۳۸ ہجري میں جادۂ پیماے ملک بقا ہوے ۔

رایق

رایق تخلص ۔ غلام علي موسي رضا نام ۔ حکیم باقر حسین خاں خطاب ۔ فرزند حکیم رکن الدین حسین خاں نایطي ۔ محمد پور (ارکاٹ) مولد ۔ سنہ ۱۱۸۰ ہجري سال ولادت ۔ تذکرۂ محبوب الزمن میں رایق کا مولد ادگیر بتلایا ھے اوٗر سال وفات سنہ ۱۲۴۷ ہجري لکھا ھے ۔ گلزار اعظم نے ان کا مولد ارکاٹ اوٗر سنہ ۱۲۴۸ ہجري سال وفات بتایا ھے ۔ چونکہ رایق کو دربار کرناٹک سے گہرا تعلق تھا اوٗر صاحب گلزار اعظم وهیں کے فرمانروا تھے اس لئے اُن ہي کا بیان زیادہ قابل و ثوق ھے ۔

نواب حیدر علي خاں فرماں رواے میسور کي معرکہ آرائي کے زمانے میں اُدگیر پہنچ کر وهاں کے جاگیردار سید عبد القادر خاں کے ملازم رهے ۔ اُس کے بعد مدراس آے ۔ مولانا باقر آگاہ کے فیض تعلیم سے فارسي نظم و نثر میں خاص مہارت پیدا کي ۔ فن طب میں بھي بڑي شہرت پائي ۔

نواب عمدۃ الامراء بہادر فرماں رواي کرناٹک نے انھیں محمد پور میں منشي کری کي خدمت پر مامور فرمایا ۔ نواب موصوف کي وفات کے بعد رایق دوبارہ مدراس آئے اوٗر نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۱۶ تا سنہ ۱۲۳۴ ہجري) کے زمرۂ اطبا میں داخل ہوئے اوٗر نواب ممدوح نے حکیم باقر حسین خاں کا خطاب دیا ۔

اخیر زمانے میں نواب اعظم جاہ بہادر رضواں مآب نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۳۴ تا سنہ ۱۲۴۱ ہجری) کے مصاحبوں میں داخل ہوے -

شاعر ہونے کے علاوہ بہت بڑے ادیب و انشاپرداز بھي تھے - ایک تذکرہ گلدستۂ کرناٹک کے نام سے نہایت فصیح و بلیغ لکھا ھے -

کلام کا نمونہ یہ ھے :-

بیاقوت جگر کن دیدم اسم شاہ جیلاں را
به ایں اسم معظم تو اما دیدم چو ایماں را *

به راہ مرگ رفتن اغنیا را سخت دشوار است
که فربه کے به آسانی نماید قطع منزل ها *

سر کرد در بساط زمیں بازي فلک
یکسر برات میر ز حکم غلام سوخت *

شعر نا خوبت کند رسواے عالم گوش دار
چوں پسر ابتر شود نفریں پدر را مي کنند *

ہر دم از سوداے عشق آں بت انور جبیں
ہمچو ہندو شمع مي مالد به خاکستر جبیں *

رایق نے بقول تذکرۂ اعظم سنہ ۱۲۴۸ ہجري میں قضا کي - جناب 'والا' نے اُن کي تاریخ رحلت حسب ذیل کہي ھے مگر اُس سے سنہ ۱۲۵۱ نکلتے ہیں :-

داروي اجل چو خورد رایق * با بدرقۂ گلاب ایماں
سالش ز سربکا دلم گفت * حقا که ز دہر رفت لقماں

چونکہ اس تاریخ میں "بکا" کے سر یعني ب کا تعمیہ ھے ' اس لئے ب کے دو عدد مصرع تاریخ میں بڑھاے جائیں تو سنہ ۱۲۵۳ ہوتے ہیں - اس حساب سے تذکرۂ اعظم کے بیان اور قطعۂ تاریخ میں پانچ عدد کا فرق ھے -

بصارت

بصارت تخلص - غلام محی الدین نام - فرزند حکیم بدیع الدین - ارکاٹ مولد - سنہ ۱۱۹۷ سال ولادت - ان کے والد نواب کرناٹک کی سرکار میں ملازم تھے - مگر دادا حکیم محمود حسین اپنے وطن سے باہر کہیں نہیں گئے - والد بہ ہمراہی نواب انورالدین خاں شہید ارکاٹ پہنچے - بصارت نے علوم صرف ونحو عربی اور طب نظری و عملی حکیم شفائی خاں سے پڑھی - فارسی نظم و نثر کی اصلاح سید منان حسینی بینا اور دوسرے اساتذہ سے لیتے تھے - اپنے والد کے انتقال کے بعد ان ہی کی جگہ سرکاری شفا خانے میں بہ عہدۂ طبابت مامور ہوے - رنگیں مزاج، خوش تقریر اور چرب زبان تھے - اشعار کا یہ نمونہ ہے :—

گشت ویران دل من از ستم آہ و سرشک
خانۂ ہستی من کرد خراب آتش و آب *

آب گردیدہ ام از جوش گداز تب عشق
ہست بیرون درونم چو کباب آتش و آب *

می کند صد جا توقف تا بہ چشمم می رسد
شاید افتاد از تب دل آبلہ در پائے اشک *

لب تشنہ و تفسیدہ دہاں مردہ ام ای ابر
بر خاکم اگر اشک نہ باری عجب از تو *

سنہ ۱۲۶۴ ہجری میں اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف سفر کیا - بینش نے جو شیعی تھے یہ تاریخی قطعہ کہا :—

دانشمندے نہاد چوں رو بعدم
نے نے کہ نجات یافت از بند الم *

تاریخ بحسب اعتقادش جستم
روحش گفتا : " غلام محی الدینم " *
۱۲۶۴ ھ

افسر

افسر تخلص - رضا حسین خاں نام - رضا حسین خاں بہادر خطاب - فرزند سعید حسین خاں جدي - ویلور مولد - سنه ۱۲۱۱ ہجري سال ولادت -

خطهٔ کرناٹک کے سر بر آوردہ جاگیرداروں میں سے تھے - سترہ برس کي عمر میں مدراس آئے - فارسي کتابیں مولوي واقف اور عارف الدین خاں رونق سے اور عربي میں میبذي تک مولوي صادق نقشبندي اور افضل العلماء مولوي ارتضا علي خاں بہادر سے پڑھیں - فن شعر میں بھي واقف اور رونق کے شاگرد تھے -

منشآت افسري - تحفة الانشا اور مختصر سا دیوان اپني یادگار چھوڑي - طبیعت میں بلا کي تیزي تھي - اتنے زود فکر تھے کہ ایک ہي جلسے میں غزل بلکہ قصیدہ کہہ اٹھتے تھے -

کلام کا نمونہ یہ ہے :—

دلم آسودۂ زلف تو مزن شانه دگر
خار در سینه زند ہر سر دندانه مرا *
بسکه در شیشهٔ دل عشق تو افسوں دارد
اس پري خانه بود کعبهٔ و بتخانه مرا *
جہاں پا مال عشقش حسن روز افزوں تماشا کن
بنازم دلبرے را ہردم اعجاز مبیں دارد *
گرفتارم بدست خیرهٔ یعني دل شیدا
چگویم در بغل پیدا شد ایں دشمن خدا حافظ *
چو دیدم رنگ ہاي عالم افسر
دلے مي خواہم از ہستي رمیدہ *

آخر عمر میں امراض و افکار نے ان کے حواس مختل کردئے تھے - اگلي جودت و ذکاوت باقي نرهي تھي - سال وفات معلوم نہوا -

اتنا ضرور معلوم ھے کہ سنہ ۱۲۶۹ ہجري میں گلزار اعظم کي تالیف کے زمانے تک زندہ تھے -

تمنا

تمنا تخلص - سید محمد حسین نام - فرزند سید امام - وطن و مولد ترپاتور - سنہ ۱۲۱۳ ہجري سال ولادت - اپنے والد کے انتقال کے بعد دس برس کي عمر میں چتور پہنچے - وھاں کچھ فارسي پڑھي - پھر مدراس آکر افضل العلماء مولوي ارتضا علي خاں بہادر سے عربي کي تکمیل کي -

سنہ ۱۲۵۰ ہجري میں حافظ یار جنگ بہادر کي وساطت سے نواب کرناٹک کي سرکار میں ملازم ھوے - چندے تاریخ والاجاھي کي تصنیف میں لگے رھے - سنہ ۱۲۶۱ ہجري میں مدرسۂ اعظم کے فارسي مدرس مقرر ھوے - شرح بوستان المعروف بہ عندلیب بوستاں، بدیع الصرف، بدیع الانشا، رسالۂ مناسک الحج موسوم بہ ذخیرۃ العقبیٰ فارسي میں اور رسالۂ زیارت مصطفي (صلي اللہ علیہ و آلہ و صحبہ و سلم) ہندي میں تمنا کي یادگار ہیں - شاعري میں جناب افضل العلماء موصوف سے تلمذ رکھتے تھے -

کلام کا نمونہ یہ ھے :—

چشم ہر کس محو گلزار است و چشمم محو یار
ہر کسے مست شراب و من بہ ساقي پر خمار *
کشتۂ عشق تو گردید مباہي از خوں
بر سر خویش زدہ افسر شاہي از خوں *

تمنا کا سال وفات معلوم نہوا - سنہ ۱۲۶۹ ہجري تک تو زندہ رھے -

خالص

خالص تخلص - سید محمد نام - فرزند سید صفي اللہ قادري - اُدگیر وطن و مولد - سنہ ۱۲۳۷ ہجري سال پیدایش - ان کے نسب کا

سلسلہ پندرہ واسطوں سے حضرت قطب ربّانی محبوب سبحانی سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ھے ۔ ممالک دکن میں ان کی خاندانی شرافت مشہور ھے ۔

ہوش سنبھالنے کے بعد خالص مدراس آئے اور یہاں مولوی شیریں سخن خاں راقم سے تمام درسی کتابیں پڑھیں ۔ مشق سخن بھی اُن ہی سے کی ۔ نواب غلام محمد غوث خاں بہادر نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۴۱ تا سنہ ۱۲۷۲ ہجری) کی بزم مشاعرہ میں باریاب ہوے ۔ نیز اس محفل کی منشی گری اور کتب خانۂ سرکاری کی مہتممی پر نام زد کئے گئے ۔ فہم سلیم اور طبع رسا رکھتے تھے ۔

ان کے کلام کا نمونہ یہ ھے :—

خم ز بار منّت عشقش بود گردن مرا
یک بدخشاں ریخت لعل از اشک در دامن مرا *

خلعت عریانی از شاہ جنونم حاصل است
نیست خالص ہمچو عیسیٰ حاجت سوزن مرا *

ز شمع روشنی گل کرد بر من ایں سخن خالص
تواں دریافتن نور دل از بیداری شب ھا *

ریزد بجرم ہمسری مہ جبین من
جلاد آسماں شفق خون آفتاب *

در گریہ بوسۂ لب جانانم آرزو است
نوشیدن شراب بہ بارانم آرزو است *

جواں بہ مقصد خود میر سد ز صحبت پیر
رود ز فیض کماں برسر نشانہ خدنگ *

ننگ می داری ز آغوشم چرا ای شعلہ رو
ماہ را زیب دگر حاصل شود از ھالۂ *

خالص کے انتقال کا سال معلوم نہوا ۔ سنہ ۱۲۶۹ ہجری تک وہ زندہ تھے ۔

منوّر

منور تخلص ـ سید معین الدین نام ـ منور رقم خاں خطاب ـ فرزند سید عبد القادر خوشنویس ـ چتور وطن و مولد ـ سنه ۱۲۱۷ ہجری سال ولادت ـ

آپ کے والد سرکار کرناٹک میں ملازم تھے ـ منور کم سنی میں اپنے والد کے ہمراہ مدراس آئے اور یہیں مقیم ہوگئے ـ عربی اور فارسی کی ضروری تعلیم پائی ـ فن خطاطی میں کمال پیدا کیا ـ سنه ۱۲۴۰ ہجری میں نواب کرناٹک کے دربار میں دار الانشا کے منشی مقرر ہوے ـ اس کے بعد کچھری دیوانی مال کے منشی مقرر کئے گئے ـ

اس سے زیادہ آپ کا کوئی حال معلوم نہوا ـ آپ کے کلام کا یہ نمونہ ہے :—

به محفلی که رخش نور بخش انظار است
ہزار دیدہ چو آئینه نقش دیوار است *
رو بروے جلوۂ رخسار آں خورشید رو
سر بسر آئینه از خجلت در آب استادہ است *
مگر باشد ہواي شمع رویش در سرش ہردم
که آتش در جگر افتاد فانوس خیالي را *

سال وفات معلوم نہوا ـ تذکرۂ گلزار اعظم کی تالیف (سنه ۱۲۲۹ ہجری) کے زمانے میں وہ زندہ تھے ـ

آگاہ

آگاہ تخلص ـ علي رضا خاں نام ـ ضیاء الدوله خطاب ـ فرزند حسین دوست خاں بہادر شمس الدوله عرف چندا صاحب ـ ارکاٹ مولد ـ سال ولادت معلوم نہوسکا ـ شرفاے اہل نوایط میں سے تھے ـ بڑے ذي مروت اور فیاض تھے ـ جب اپني ریاست میں خلل پڑا اور تمام کار و بار درہم ہوگیا تو میسور گئے ـ حیدر علي خاں والي میسور نے از راہ شرفا نوازی

بخشي گري کي خدمت عطا فرمائي - مدت تک اسي عهدے پر سرفراز اؤر میسور ہي میں مقیم تھے - ایک روز سواروں کا جایزہ لیتے هوے ایک سوار سے کہا کہ "میں تجھکو یابو رکھنے کي اجازت نہیں دے سکتا" - سوار نے برجستہ جواب دیا کہ "جب کوئي نواب اپنے رتبے سے گرکر بخشي هونا منظور کرلے تو کوئي سوار اگر گھوڑے کے عوض یابو رکھ لے تو اُس پر کیوں اعتراض کیا جا سکتا ھے" یہ فقرہ سنکر ان کے دل پر سخت چوٹ لگي - نوکري چھوڑکر مرهٹہ واڑي کي طرف چل دئے - وهاں کے پیشواؤں میں سے بھاؤ نامي پیشوانے اُن کي مدد کي اؤر ان کي ضروریات کے موافق جاگیر دے دي - زمانۂ دراز تک وهاں ایسے پَیر باندھ کر بیٹھے کہ مرکر ہي اُٹھے -

آگاہ کے یہ دو شعر بطور نمونہ حاضر ہیں :—

از دہر آنچہ حاصل اسباب کردہ ایم
قصرے بلند بر رہ سیلاب کردہ ایم *
بہ ہفتاد ودو ملت آشنا شد طبع آزادم
چراغم - محفلم - آئینہ ام حسن پري زادم *

آگاہ کا سال رحلت معلوم نہوا -

جوهر

جوهر تخلص - قادر حسین نام - فرزند شیخ داؤد جوهري - ناگور شریف مولد - سنہ ۱۲۳۳ ہجري سال ولادت ھے -

آپ میاں محمد قاسم عمدة التجار ناگوري کے بھانجے تھے - چھوٹي ہي عمر میں اپنے والد کے ہمراہ مدراس آگئے - جب ہوش سنبھالا تو شہر کے اہل علم و فضل سے فارسي درسي کتابیں پڑھیں - ان ہي حضرات سے مشق سخن بھي کي - شیریں سخن خاں راقم نے جوهر آپ کا تخلص تجویز فرمایا -

درسي کتابیں خوب از بر تھیں - جو کچھ اپنے استادوں سے سنا تھا، اسي طرح ان کتابوں کو اپنے شاگردوں کو پڑھاتے تھے -

نواب غلام محمد غوث خاں بہادر نواب کرناٹک نے جو محفل مشاعرہ قایم فرمائي تھي' اُس میں اکثر جوہر بھي شامل ہوتے تھے - نواب ممدوح کي سرکار سے انھیں کچھ تنخواہ بھي ملتي تھي -

کلام کا نمونہ یہ ہے :—

دل پُر جوش من دانست شرح جوہر فردش
چو آمد در نظر رنگ مسي بالاے آں لب ہا *

برد حسن عارض دلدار خط　　شد کسوف آفتاب یار خط *

بود جنوں زدۂ شوق ابروي تو از اں'
ز جوہر است بزنجیر آب دریم تیغ *

ہلال وار شدہ جسم جوہر دلریش
ز بسکہ خورد ز دست تو زخم پیہم تیغ *

جوہر کا سال وفات معلوم نہوا - مؤلف عاصي کي بسم اللہ خواني یعني سنہ ۱۲۱۲ ہجري تک بقید حیات تھے -

فصل هشتم

فارسي گو شعراء جو مدراس میں پیدا ہوے ۔

افصح

افصح تخلص ۔ حسین علي نام ۔ محمود علي خاں خطاب ۔ فرزند حاجي محمود علي خاں نایطي ۔ ان کا مولد مدراس هے ۔ سال ولادت معلوم نه هوسکا ۔

افصح کے حقیقي چچا حسین محمد خاں چودہري نواب والاجاہ بہادر فرماں رواي کرناٹک (سنه ۱۱۶۴ تا سنه ۱۲۱۰ ہجري) کے مدار المہام تھے ۔ افصح نے اساتذۂ وقت سے فیض تعلیم اٹھایا ۔

جب سنه ۱۲۱۰ ہجري میں نواب عمدۃ الامراء بہادر المتخلص به ممتاز فرماں رواي کرناٹک هوے ' افصح نے حضرت ملک العلما بحر العلوم قدس سرہ کي وساطت سے نواب ممدوح کي خدمت میں باریاب هوکر اردو زبان میں' ایک قصیدہ پیش کیا جس کا یه مطلع هے :—

ہر ذرۂ بے قدر کو خورشید بنانا
یه کام تو تیرا ہي هے ممتاز زمانا *

اس کے صلے میں نواب موصوف نے افصح کو افصح الشعراء کا خطاب عطا فرمایا ۔ فن شعر میں مولانا باقر آگاہ سے تلمذ تھا ۔ طبیعت میں تیزي ' شوخي اور ظرافت تھي ۔

کلام کا نمونه یه هے :—

از قتل دشمنان علي برمدار دست
بہر حمایت تو رسد صد ہزار دست *
نیست سروے که لب جو پیدا ست
نخل آہے زگلستان من است *
دلا از پر تو مہر علي خورشید گردیدم
بیک جام ولایش مرشد جمشید گردیدم *

محو رخ آں پری زادم
مثل آئینہ حیرت ایجادم *
جان من عشق مرتضی* دارد
محو او گشتہ حیدر آبادم *

انصح کی تاریخ وفات معلوم نہ ہوئی - سنہ ۱۲۱۰ ہجری میں نواب عمدۃ الامراء بہادر کی مسند نشینی تک زندہ تھے -

انور

انور تخلص - نورالدین محمد نام - نورالدین محمد خاں بہادر حشمت جنگ خطاب - فرزند ابو المعالی خاں گوپاموی - سنہ ۱۱۶۰ ھ سال ولادت -

آپ کے نانا نواب محمد محفوظ خاں بہادر شہامت جنگ نواب والاجاہ فرماں روائے کرناٹک کے بڑے بھائی تھے - انور نے اپنے زمانے کے علماء سے عربی و فارسی کی ضروری درسی کتابیں پڑھیں - اس کے بعد نواب والاجاہ جنت آرام گاہ کے عہد میں پہلے تنجاور کی خانسامانی اور پھر نلور کی فوجداری پر مامور ہوے - بعد کو ونکٹاچلم عامل نلور کے قتل کے جرم میں چندرگیری کے قلعے میں قید ہوے - قید کے زمانے میں چھ مہینوں کی تھوڑی سی مدت میں قرآن مجید حفظ کرلیا - نواب والاجاہ بہادر کے حضور میں اس واقعے کی اطلاع کے ساتھ معافی قصور کی عرضداشت پیش کی - اتفاق سے وہ مہینا رمضان شریف کا تھا - نواب صاحب نے حکم دیا کہ وہ ختم شبینہ سنائیں - انہوں نے تعمیل حکم کی - نواب صاحب قرآن مجید سنکر بہت خوش ہوے اور انہیں دوبارہ نلور کی فوجداری مرحمت فرمائی اور پلنا ڈاورنگول کی فوجداری بھی اس کے ساتھ عطا فرمائی -

نواب عمدۃ الامراء بہادر فرماں روای کرناٹک نے انور کو محمد پور عرف ارکاٹ کا نائب صوبہ دار مقرر کیا اور حشمت جنگ کا خطاب بھی عطا ہوا - ایک ہی سال کے بعد معزول ہوکر مدراس واپس آگئے -

انور شاعری میں مولانا باقر آگاہ کے شاگرد تھے۔ طبیعت بہت موزوں تھی اور حق یہ ہے کہ خوب کہتے تھے۔

نواب والاجاہ بہادر کی سترویں سالگرہ کے موقع پر انور نے یہ دو شعر مستزاد کے پیش کئے:—

از نقد بقاسے کہ عطا کرد ترا　　رب الارباب
کردی ہفتاد صرف در راہ خدا　　با صدق و صواب
از وعدۂ ایزدی کہ یک را بعوض　　دہ می بخشد
ہفصد حق تست بعد از اں لطف و عطا　　و ھو الوھاب

دریا دل نکتہ رس نواب نے انور کا منہہ موتیوں سے بھردیا۔

انور کبھی کبھی دل بھی تخلص کرتے تھے۔ یہ ان کے اشعار کا نمونہ ہے:—

طپیدن ھای دل می آرد از عشرت نوید اینجا
مگر قرباں شدن باشد مبارکباد عید اینجا *
تو در صد پردہ و من سوختم از پر تو حسنت
مگر آئینۂ آتش شد از عکس تو حائل ھا *
گفتمش کردی قرار وصل گیسو شاہد است
گفت ایں باور نمی آید کہ ہندو شاہد است *
طُرّہ اش امشب پریشانست ای دل نالۂ
لیلة القدر است اظہار تمنا کردن است *
گریہ ام چشم ترا جوش سرور افزاید
سیر در عالم مستی بلب آب خوش است *
صحبت ناراستاں نار است سازد مرد را
می نماید چہرہ را مرآت نا ہموار کج *
مباد از نالہ ام چشمت شود بیدار می ترسم
من از بیداری ایں فتنہ ھا بسیار می ترسم *

سحر ز من گل و بلبل کند بگلشن مشق
یکے دریدن جیب و دگر کشیدن آہ *

انور نے سنہ ۱۲۱۲ ہجری میں راہ دار البقا اختیار کی - میلاپور کے راستے میں حضرت شیخ محمد مخدوم ساوی قدس سرہ کے گنبد کے پائیں سپرد خاک کئے گئے -

ماجد

ماجد تخلص - محمد علی حسین نام - تاج الامراء امیر الملک ذو الفقار الدولہ محمد علی حسین خاں بہادر ظفر جنگ خطاب - فرزند نواب عمدۃ الامراء بہادر فرماں روای کرناٹک (سنہ ۱۲۱۰ تا سنہ ۱۲۱۶ ھ) مدراس مولد - سنہ ۱۱۹۸ ہجری سال ولادت ہے -

نو سال کی عمر میں قرآن مجید ختم کرکے فارسی کی چند رسمی کتابیں بھی پڑھ لیں - اسی میں کچھ شعر و شاعری کے طرف توجہ ہوگئی اور قصائد عرفی ' دیوان ناصر علی ' دیوان اسیر اور چند اساتذۂ قدیم کا کلام بغور مطالعہ فرمایا اور شعر کہنا شروع کردیا - یہاں تک کہ قریباً چار ہزار شعر کا ایک دیوان مرتب کرلیا - جب اس پر نظر کرنے بیٹھے تو کچھ سُقم نظر آئے - دوستوں کے مشورے اور ترغیب سے سارے دیوان کو غرقِ آب کردیا - اب اساتذۂ متاخرین کے دیوانوں اور تذکروں کا مطالعہ شروع کیا اور شعر میں اُن ہی کی تقلید کی - مولانا باقر آگاہ کو اپنا کلام دکھاتے اور اصلاح لیتے تھے - جب مشق سخن بڑھ گئی تو اپنے آپ سے اتنے مطمئن ہوے کہ بعض موقعوں پر استاد آگاہ کی اصلاح کو نا پسند کرکے اپنے ہی شعر کو بحالہ بحال رکھنے لگے - اس گستاخی کی اطلاع اُستاد کو پہنچی تو اُنہوں نے شاگرد کی اصلاح سے ہاتھ کھینچ لیا - نواب عمدۃ الامراء بہادر کو یہ کیفیت معلوم ہوی تو آپ بہ نفس نفیس صاحب زادے کو مولانا آگاہ کی خدمت میں لے گئے - اِن کی خطا معاف کرائی اور بدستور اصلاح جاری رکھنے پر اصرار کیا - مگر یا تو مولانا اپنے شاگرد سے صاف نہیں ہوے یا یہ امر واقعہ

تھا کہ آپ نے حضور نواب صاحب سے یہ عرض کیا کہ " صاحب زادے کو اب اصلاح کي ضرورت باقي نہیں رھي ' ورنہ ضرور تعمیل حکم کرتا" ۔

اس واقعے کے بعد ماجد تبدیل مذھب کرکے شیعہ ھوگئے ۔ یہ اور بھي سونے پر سہاگا ھوا ۔ کچھ اختلاف مذہب ' کچھ اپني قابلیت کا غرّہ تھا کہ مولانا آگاہ کي نسبت بے ادبانہ جو کچھ چاہتے کہہ بیٹھتے ۔ اسي پر بس نہیں کیا بلکہ اُستاد کے دیوان پر جا بجا اعتراضات کئے ۔ ایک قول یہ بھي ھے کہ یہ فعل اُن کے کسي مصاحب کا تھا ۔ بہر حال جب اُس کي اطلاع مولانا کو پہنچي تو اُنھیں اتنا صدمہ ھوا کہ ماجد کے حق میں بد دعا کي اور فرمایا کہ "دیکھہ لینا عنقریب علي حسین نوجواني میں دنیا سے ناشاد و نا مراد اٹھہ جائیگا" ۔ چنانچہ یہي ھوا کہ وہ عین عنفوان شباب میں کہ اٹھارہ برس کے تھے رحلت کرگئے ۔ اس کے علاوہ جب سنہ ۱۲۱٦ ھجري میں نواب عمدۃ الامراء بہادر کا انتقال ھوا تو سرکار انگریزي نے ماجد کو نواب نہیں بنایا اور خود براہ راست ملک کرناٹک کو اپنے قبضے میں لے لیا اور نواب عمدۃ الامراء بہادر کے حقیقي بھتیجے نواب عظیم الدولہ بہادر' (فرزند نواب امیرالامراء بہادر) کو محض اعزازي نواب بنا دیا ۔

خاندان انوریہ میں ماجد جیسا نازک خیال شاعر کوئي اور پیدا نہیں ھوا ۔ عجیب دماغ تھا ۔ بلا کي طبیعت تھي ۔ نامور شاعروں اور با کمال استادوں کے چالیس دیوان شروع سے آخر تک پڑھ کر ان پر تنقید کي ۔ کسي پر اعتراض کیا اور کسي کو اصلاح دي ۔

قصائد کا ایک دیوان ' غزلیات کے دو دیوان اور ایک مثنوي ماجد کي بلند فکري اور علوے تخیل کي نشانیاں ہیں ۔ ان میں کہیں ماجد تخلص کیا ھے اور کہیں حسین ۔

اُن کے کلام کا یہ نمونہ ھے :—

اگر راحت طلب باشي اسیر رنج خواہي شد

کہ خفقن برق باشد خرمن عیش زلیخا را *

در فراقت راحتم با رنج مي گردد بدل
بے تو ام مانند چراغ خانهٔ چشم شـمر را *

نیست در دیوان سودا همچو من بیتے که یار
بر سـرم زد نقطه هاے انتخاب از سنگ ها *

ماجد از کف هیچگه مگذار دامان وطن
از شکستن دور باشد تا بود گوهر در آب *

نبود عجب اگر ز پدر خوب شد پسر
ماجد ز سنگ شیشه و آئینه بهتر است *

کس به تقلید چوں بزرگ شود
کوه تصویر را گراني نیست *

جان من در طپش از درد دل زارے هست
نیست آرام دراں خانه که بیمارے هست *

محفل صاف دلاں نیست به ساماں محتاج
خانهٔ آئینه نبود به چراغاں محتاج *

شبے که در کفم آں گیسوي زر افشاں بود
بکوچه هاے کف دست من چراغاں بود *

مسافران عدم را چه لذتے است بخواب
که هر که چشم به پوشـید گاه باز نکرد *

ز بس نازک دماغ است آں پري ' در محفل وصلش
به عرض حال چوں چشم بتاں گویاي خاموشـم *

به پیشم آمدي وا کردم از خمیازهٔ آغوشے
مکن هرگز تغافل ایں اشارت را چو مي داني *

ماجد نے سنه ۱۲۱۶ هجري میں وفات پائي - ' امیرالملک ماجد نوجواں رفت ' تاریخ وفات هوي -

مختار

مختار تخلص - محمد انور نام - سیف الملک انور الدولہ محمد انور خاں بہادر حسام جنگ خطاب - فرزند سوم نواب والاجاہ فرماں رواے کرناٹک - سنہ ۱۱۶۶ سال پیدائش ھے - آپ بہت بڑے شاہ سوار تھے - عالي گوھر شاہ عالم ثاني بادشاہ دہلي نے آپ کو بذریعۂ فرمان منصب شش ہزاري ذات و شش ہزار سوار' خلعت ملبوسي خاص' جیغہ و سر پیچ مرصع' ماہی و مراتب' پالکی جھالردار اور خطابت مندرجۂ بالا سے سرفراز فرمایا تھا - سادات و فقرا سے آپ کو دلي عقیدت تھی اور ان کي خدمت کو اپني سعادت و فلاح دارین کا باعث جانتے تھے -

آپ نے فارسي کي درسی کتابیں میر اسمعیل ابجدي اور میر علي مردان یکدل سے پڑھی تھیں - بعد کو فن عروض و قافیہ' علم عقائد و فقہ اور طب میں بھي استعداد پیدا کی - خوش نویس بھی بہت اچھے تھے - شاعری میں ابجدي سے تلمذ تھا - ایک چھوٹا سا دیوان اپني یادگار چھوڑا -

کلام کا یہ رنگ ھے :-

آئین دلبري نبود بے حجاب را
هر رنگ بوے نیست گل آفتاب را *

از بوالهوس محبت قلبی طمع مدار
نتواں گرفت از گل کاغذ گلاب را *

بسکہ ضعف و ناتواني آشنایم گشتہ است
جادہ از بے طاقتي زنجیر پایم گشتہ است *

بہر قطع آرزو هاے جہاں از خاطرم
جنبش مژگاں جاناں کار صد شمشیر کرد *

بہ نیم غمزہ تواني کہ قتل عام کني
نعوذ باللہ اگر غمزہ را تمام کني *

سنہ ۱۲۱۸ ہجري میں اس تنگناے عالم فاني سے نُسحت آباد عالم باقی کے طرف رحلت کي - نعش ترچناپلي بھیجي گئي اور نواب والاجاہ بہادر کے پائیں دفن کي گئي -

اسد

اسد تخلص - اسد الدین نام - اسد الدین خاں بہادر خطاب - فرزند علاء الدین خطیب مسجد میلاپور - مدراس مولد - سنہ ۱۱۷۷ ہجری سال ولادت -

اسد کے نسب کا سلسلہ حضرت خواجہ عثمان هاروني ' پیر و مرشد حضرت خواجۂ بزرگ خواجہ معین الدین چشتي اجمیري رضي الله تعالي عنهما تک پہنچتا هے -

میر ابجدي سے عربي اور فارسي درسي کتابیں پڑھیں - پھر اور اساتذۂ عصر سے استفادہ کیا - اپنے زمانے کے فاضلوں میں شمار هوتے تھے - اعلی درجے کے انشا پرداز تھے - فن خوش نویسي میں بھي کمال حاصل تھا -

نواب عمدة الامراء بہادر فرماں روا کرناٹک نے از راہ قدر داني اُن کو منشي گري کي خدمت مرحمت فرمائي - خان بہادر کا خطاب بھي دیا -

غزل ذیل اسد کے کلام کا نمونہ هے :-

شمس یک قبۂ ایوان من است * ماہ یک شمع شبستان من است
صبح یک چاک گریبان من است * شام یک آہ پریشان من است
بسکہ از درد فراقش کریم * بحر یک قطرۂ طوفان من است
مہر با این ہمہ نور افشاني * پر تو ماہ درخشان من است
ہفت اوراق سپہر گرداں * فردے از دفتر عصیان من است
نیست بر چرخ بریں ابر سیاہ * گرد افشاندۂ دامان من است
اے اسد عشق علي مي دارم * بس ہمیں مایۂ ایمان من است

نواب عمدة الامراء بہادر کے انتقال کے بعد اسد بوجہ پیرانہ سري خانہ نشیں هوگئے - سنہ ۱۲۴۶ ہجري میں آسایش دوامي کے لئے دنیا سے بلالئے گئے -

(To be continued).

فہرست مضامین

نامی

نامی تخلص، غلام اعزالدین نام۔ غلام اعزالدین خاں بہادر مستقیم جنگ خطاب فرزند حامد علی خاں گوپاموی۔ مدراس مولد ۱۱۸۱ھ ہجری سال ولادت "غلام علی" آپ کا تاریخی نام ہے۔

عربی میں قطبی اور میر تک اور فارسی تمام درسی کتابیں مختلف اساتذۂ عصر سے پڑھیں۔ فن شعر میں مولانا آگاہ سے تلمذ تھے۔ استاد کے بڑے منظور نظر تھے۔ عربی، فارسی اور ریختہ میں شعر کہتے تھے۔ چنانچہ مثنوی خسرو و شیریں اور مثنوی لیلیٰ و مجنون ریختہ میں آپ کی تصنیف ہیں۔ بعض بزرگان دین کے کشف و کرامات و حالات بھی نظم کئے۔ کبھی نامی اور کبھی مستقیم تخلص کرتے تھے۔ ہمیشہ مذاہب باطلہ کی تردید فرماتے رہتے تھے۔

نواب عمدۃ الامراء بہادر فرمان روائے کرناٹک کے زمانۂ دولت میں نامی کی قسمت ایسی چمکی کہ نواب بہادر نے ان کو ملک الشعراء کا خطاب مرحمت فرمایا۔

ان کے فارسی کلام کا نمونہ یہ ہے:-

بندۂ حسنیم و شد سرگشتگی عنوانِ ما | کاکلِ خوباں بود بسم اللہ دیوانِ ما

مگر از کشتۂ آں غنچہ لب حرفے بہ لب دارد | کہ خوں آلودہ دیدم ہمچو گل منقارِ بلبل را

نیست از جورِ عدو روشن ضمیراں خلل | ایمن از آسیبِ گل گیر است شمعِ ماہتاب

بہ کاکلش نہ رسد زلف مہ وشانِ دگر | کہ ہر شبے نہ بود ہمسرِ شبِ معراج

گر نیست سیر لالہ رخاں در سرِ طاؤس | پُر داغ چرا شد چو دلم پیکرِ طاؤس

چشم من دُر بہ یاد رویش ریخت | می تواں گفت، ہست دریا دل

زشورِ حشر تر ساند اگر زاہد نہ می رنجم　　بہ عشقِ قندِ لعلش از مریدانِ شکر گنجم

نیابی حق بغیر از دردِ دل زیں سبحہ گردانی　　بہ از صد دانہ باشد دانۂ اشکے اگر داری

بجز عشقش نہ دارد ایں دلِ دیوانہ تقصیرے　　بغیر از زلف در پایش نہ باید کرد زنجیرے

نامی نے سنہ ۱۲۴۳ ہجری میں انتقال کیا۔

ناظر

ناظر تخلص. غلام عبدالقادر نام. قادر عظیم الدّین خاں بہادر خطاب. فرزند غلام محی الدّین معجز. مدراس مولد سنہ ۱۲۱۰ ہجری سال ولادت ہے۔

فارسی اپنے والد اور میر جعفر علی سے اور چند عربی کتابیں اپنے زمانے کے اساتذہ سے پڑھیں۔

نواب عظیم الدولہ بہادر نواب کرناٹک نے اپنے ابتدائی زمانے میں ناظر کو دربار کا منشی اور کتب خانۂ سرکاری کا داروغہ مقرر کیا اور قادر عظیم الدّین خاں بہادر کا خطاب مرحمت فرمایا۔

جب نواب اعظم جاہ بہادر رضواں مآب اپنے زمانۂ ریاست میں حضرت قادر ولی اور حضرت نتھر ولی قدس اسرارہما کی مزارات کی زیارات کے لئے تشریف لے گئے تو ناظر کو بھی ساتھ لیا اور ان کو روزانہ حالاتِ سفر قلم بند کرنے پر متعین فرمایا۔ واپسی کے بعد ناظر نے یہ سفرنامہ بنام "بہارِ اعظم جاہی" مرتب کرکے نواب ممدوح کی خدمت میں پیش کیا۔

اس سفرنامے کے علاوہ شرح بوستان مسمّےٰ بہ "خلدستان" شرح یوسف زلیخا مسمّےٰ بہ "روضۂ دل کشا" اور شرح سکندر نامہ بھی لکھی۔

اشعار کا نمونہ یہ ہے:

تیرِ مژگاں راہدف کردی بہ من　　حق ایں الطاف بر من مو بمو است

دیدۂ ناظرِ ما ابر صفت می گرید　برق ساں می زند آں شوخ ستمگر چشمک

چوں گشت یارِ من بہ خطِ سبز جلوہ گر　بر خطِ دل برانِ جہان خط کشیدہ ام

بستہ ام خاطرِ خود با زلفت　مثلِ زنجیر مکن در بدرم

۱۲۴۳ھ ہجری میں ناظر نے وفات پائی۔

بینش

بینش تخلص۔ سید مرتضیٰ نام۔ فرزند میر صادق علی حسینی۔ مدراس مولد۔ ۱۲۲۶ھ ہجری سال ولادت ہے۔

آپ نے فارسی کی تمام کتب متداولہ اور شرح ملّا جامی تک عربی کتابیں اساتذۂ عصر سے پڑھیں۔ آپ کی ذہانت، خوش تقریری اور حاضر جوابی مشہور ہے۔ فن شعر میں اپنے بھائی ثاقب اور مولوی واقف کے شاگرد تھے۔

نواب غلام محمد غوث خاں بہادر، نواب کرناٹک نے "مجلس مشاعرۂ اعظم" قائم فرمائی تو بینش حیدر آباد سے آکر میر مجلس کی اجازت سے اس میں شریک ہوے۔ چند روز کے بعد نواب بہادر کی سرکار کی سے اُن کی کچھ تنخواہ بھی جاری ہوگئی۔

۱۲۶۵ھ میں بینش نے نجفِ اشرف، کربلا، معلّی اور کاظمین شریفین کی زیارات کے ارادے سے نواب ممدوح الشان سے تین سال کی رخصت لی۔ مشاعرے میں آکر آئندہ نہ حاضر ہو سکنے کا معذرت نامہ ۱۹ اشعار کا پڑھا اور روانہ ہوگئے۔ اثنائے سفر میں سخت بیمار ہوئے۔ اللہ اللہ کرکے کربلائے معلّی پہنچے۔ شہر میں داخل ہوتے ہی روح نے اس قفسِ عنصری کو چھوڑ دیا۔ خوش قسمت ایسے تھے کہ

روضۂ مقدسہ کا صحن مدفن کے لئے نصیب ہوا۔ اور یوں اُن کے اِس شعر کا مضمون صادق آیا۔ جس کو وہ برسوں پہلے لکھ چکے تھے:

بینش بہ کربلاست بہ یادِ تو یا حسینؑ پابند گرچہ ہست بہ ہندوستاں ہنوز

یہ بیان تذکرۂ گلزار اعظم سے ماخوذ ہے۔ لیکن تذکرۂ محبوب الزمن میں لکھا ہے کہ "بینش ۱۲۶۵ھ میں مکۂ معظمہ گئے۔ حج و زیارت سے مشرف ہوکر ایک سال بعد مدراس واپس آئے اور وطن میں انتقال کیا" یہ بالکل خلاف واقعہ ہے۔ بینش نہ حرمین شریفین گئے نہ وہاں سے واپس آئے۔ بلکہ صحیح واقعہ یہ ہے کہ وہ عراق گئے تھے اور کربلائے معلی میں انتقال ہوا۔ بینش جناب نواب غلام محمد غوث خاں بہادر کے درباری ملازم اور مدراسی الاصل تھے۔ لہٰذا گلزار اعظم کا بیان زیادہ معتبر ہو سکتا ہے۔

بینش نے ایک تذکرہ بہ نام "اشارات بینش" لکھا تھا جو نواب موصوف کے سرکاری مطبع میں طبع ہوا ہے۔

کلام ملاحظہ ہو:

تیرِ تو گزشت از لبِ من، زخم عیاں نیست گشتی بہ ادائے کہ خبر نیست قضا را

ز مشرق تا بہ مغرب سیر دارم ہمچو کوکب نہ سازد راہ گم روشن دل از تاریکیٔ شب

آزادۂ زبند تو در روزگار نیست عنقاست طائرے کہ بہ دامت شکار نیست

نہ بُود حسن خداداد بہ ساماں محتاج کے بہ آرایشِ ظاہر شدہ قرآں محتاج

صبر از دل، دل ز من، من از در یارم جدا کس مبادا در جہاں چوں من پریشاں روزگار

در صنعت ذو بحرین و ذو قافیتین می فرماید:

سپر دشد از روئے تو بازارِ گل زرد شد از خوی تو رخسارِ گل

شمس

شمس تخلص. غلام عبدالقادر نام. شمس الدولہ. غلام عبدالقادر خاں بہادر اعتضاد جنگ خطاب. فرزند نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک مدراس مولد. سنہ ۱۲۳۱ھ سال ولادت ہے۔

آپ کو بہترین علماء عصر و فضلاء دہر سے تلمذ تھا. ظاہری وجاہت کے ساتھ حسن اخلاق سے بھی متصف تھے. چہرے سے امارت کے آثار نمایاں اور بات چیت سے فراست کے اطوار عیاں تھے۔

ایک دفعہ بعض دوستوں کی ترغیب سے حیدرآباد گئے. مگر کچھ دن تکلیف اُٹھاکر واپس چلے آئے۔

فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں ایک مختصر سا دیوان اور (۱) انشار بہارِ اعظم (۲) انشائے شمسی آپ کی یادگار ہیں۔

کلام یہ ہے:

سیرِ سنبل نہ کند جمع دلم را ہرگز ۔۔۔ یادِ زلف تو مرا بس کہ پریشاں دارد

چو نبض آخر طبیبان را طپیدن می شود پیدا ۔۔۔ اگر بینند ایں حالِ پریشانے کہ من دارم

ہمچو سوداز دگان حرف پریشان گویم ۔۔۔ کردہ آشفتہ زبس کاکلِ پیچاں کسے

نصیبِ کیست یا رب زان مُحبّتِ عیّار سرگوشی ۔۔۔ مگر آن حلقۂ گوشش کند با یار سرگوشی

دانم عنان صبرم یکسر رَوَد ز دستم ۔۔۔ ترکم نہتاد اکنوں پا در رکاب نیمے

سنہ ۱۲۶۶ھ میں داعی اجل کو لبّیک کہا. مسجد والا جاہی ترلکھیڑی مدراس کے صحن میں دفن ہوئے۔

علیم

علیم تخلص۔ محمد علیم اللہ نام۔ معید الدولہ محمد علیم اللہ خان بہادر پیروز جنگ خطاب۔ فرزند نواب عظیم جاہ بہادر غفران مآب (اول پرنس آف آرکاٹ) مدراس مولد سنہ ۱۲۴۰ھ سال ولادت ہے۔

فارسی کی چند درسی کتابیں پڑھنے کے بعد ہی شعر گوی کی طرف طبیعت مائل ہوگئی۔ بینش سے تلمذ تھا۔ خط شکستہ بہت اچھا لکھتے تھے۔

آپ کا کلام منتشر تھا۔ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے علاتی بھائی۔ عمدۃ الدولہ محمد نور اللہ خان بہادر جرأت جنگ نے مرتب کیا۔

نمونۂ کلام یہ ہے :۔

اگر طالع بود بیدار، غفلت کار ہا دارد   کہ رہبر بہتر از خواب گران نبود زلیخا را

شوخیٔ آن مژۂ بے پروا   طائرِ شوقِ مرا بال و پر است

بردار دل ز ہر دو جہان با یگانہ بند   چون تیر از دو خانہ نظر بر نشانہ بند

گر تو می خواہی کنی سیرِ عدم   محو دیدارِ میانِ یار باش

داغ ہائے دلِ من گلزار است   در خزان طرفہ بہارے دارم
رشک گل رنگ ز چشم ریزد   در نظر لالہ عذارے دارم

رباعی در تاریخ جلوس نواب غلام محمد غوث خان بہادر المتخلص بہ اعظم نواب کرناٹک :۔

بنشست بر اورنگ شہ اعظم ما   فرخندہ شود از کرم رب مجید
تاریخ جلوس از سر آداب بدان   بر دوش ولایت قدم غوث رسید[1]
سنہ ۱۲۵۸ھ

---

[1] اس مصرعہ سے بہ طریقۂ ذیل تاریخ حاصل کی گئی ہے:
"دوش ولایت" = ۷۵۷
قدم غوث (یعنی ث) = ۵۰۰
سر آداب (یعنی الف) = ۱
(جملہ ۱۲۵۸)

۱۲۶۶ھ میں انتقال کیا۔

حیران

حیران تخلص۔ محمد محی الدین نام۔ مدراس مولد۔ ۱۲۱۰ ہجری سال ولادت ہے۔

حیران کے دادا فقیر محمد کرنول کے باشندے اور نواب عمدۃ الامرا بہادر زمان روائے کرناٹک کے داروغۂ مطبخ تھے۔ عربی و فارسی کی استعداد بہت اچھی تھی۔ شاعری میں مستقیم جنگ بہادر نامی نیز بعض دیگر اہل زبان حضرات سے مستفیض ہوے۔ فارسی نحو اور محاورہ دانی میں انھیں کامل دستگاہ حاصل تھی چنانچہ اس فن میں آپ کی کتاب تحقیق القوانین اس کی زبردست شاہد ہے یہ کتاب طبع ہو چکی ہے۔ زبان اردو کے دقایق کی تنقیح اور علم موسیقی میں ید طولے رکھتے تھے۔

ابتدا میں انگریزوں کے منشی تھے۔ اسی تقریب سے مختلف شہروں کی سیر کی چند روز حیدرآباد میں بھی قیام رہا۔ آخر مدراس واپس آئے۔

۱۲۵۵ ہجری میں حرمین شریفین (زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً) کی زیارت سے مشرف ہو کر وطن واپس ہوئے۔

کلام یہ ہے:

محو دیدن دیدہ ام چون دیدۂ تصویر شد　　اشتیاقِ دیدنت از بسکہ دامن گیر شد

کجاست بے تو قرارے بہ جانِ محزونم　　کہ یادِ لیلی زلفِ تو کرد مجنونم

ز آسایشِ عمر بیگانہ گشتہ　　ہر آں کس کہ شد آشنائے جوانی

گریزانم از اختلاطِ عزیزاں　　کشیدم ز بس رنج ہائے جدائی

۱۲۶۷ ہجری میں وفات پائی۔

احقر

احقر تخلص۔ سید نظام الدین نام۔ فرزند سید عبد القادر خوش نویس۔ مدراس مولد اور سنہ ۱۲۰۰ ہجری سال ولادت ہے۔

فارسی کی درسی کتابیں مولانا باقر آگاہ، معجز، مستقیم جنگ نامی اور اظفری جیسے نامور اساتذہ سے پڑھیں۔[1] فن شعر میں بھی ان ہی حضرات سے استفادہ کیا۔ خوش نویسی اور نقاشی کا فن اپنے والد سے حاصل کیا۔

نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۱۶ تا سنہ ۱۲۳۳ ہجری) نے از راہ قدردانی احقر کو محکمۂ عالیہ کی میر منشی گری عطا فرمائی اور اپنے خلف اکبر نواب اعظم جاہ بہادر رضوان مآب کی مصاحبت پر بھی سرفراز فرمایا۔ بعض حاسدوں کی شرارت و پرخاش سے مجبور ہوکر سنہ ۱۲۳۴ ہجری میں اپنی خدمتوں سے مستعفی ہوکر ملیبار چلے گئے۔ وہاں راجہ رام راج بہادر شمشیر جنگ نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور میر منشی بنادیا۔ اس تقریب سے وہیں سکونت اختیار کرلی۔

فارسی اور اردو میں شعر کہتے تھے۔ ایک چھوٹا سا دیوان بھی مرتب کیا تھا۔ اس کے علاوہ فن انشاء میں ایک رسالہ بنام نظام الانشاد لکھا تھا۔

ان کی شاعری کا نمونہ یہ ہے:۔

میل تقوے کے شود ناصح منِ مستانہ را　　خوشۂ انگور دانم سبحۂ صد دانہ را

در شگفتن شد برنگِ گل دلِ ما چاک چاک　　با بہار آمد خزاں ہیہات در بستانِ ما

دل او سنگ و منم پنبہ و عشقش فولاد　　چوں دریں وقت بود فرصتِ تدبیر مرا

---

[1] ان سب حضرات کا ذکر خیر اس تذکرے میں موجود ہے۔

مے پرستی زازل شغل دوام است مرا سرنوشتم بہ حقیقت خط جام است مرا

محتاج ناتواناں زورآورانِ دہراند تیرے رواں نہ گردد تا چلّہ باکماں نیست

رباعی

آحقرز جہاں وفا نہ جوئیم بجا است دست از ہوس وطمع نہ شوئیم خطا است

ایں ہستیِ ما کہ چو نقش است برآب گرہم نفسِ حباب گوئیم رواست

آحقر کا صحیح سال وفات معلوم نہ ہوا۔ مگر اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ تذکرۂ گلزار اعظم کی تالیف کے وقت ۱۲۶۹ھ ہجری تک بقید حیات تھے۔

احمدؔی

احمدؔی تخلّص۔ غلام احمدؔی نام۔ منشی احمدؔی عرف۔ فرزند اسد الدّین خاں بہادر اسد۔ مدراس مولد۔ ۱۲۱۵ھ ہجری سالِ پیدائش ہے۔

فارسی کی درسی کتابیں اپنے والد نیز میر قطب الحسینی اور مولوی واقف سے پڑھیں۔ اُن کی ذہانت اُس واقعے سے معلوم ہوتی ہے کہ ایک روز وہ زمانۂ طالب علمی میں اپنے والد سے خاقانی کی مثنوی تحفۃ العراقین پڑھ رہے تھے کہ نواب فخرالامرا اعظم جاہ بہادر رضوان مآب نواب کرناٹک کے عقد کی خبر سنی۔ احمدؔی نے با دنیٰ تامل کہا کہ "نکاح فخرالامرا" اس عقد کی تاریخ ہے۔ حاضرین سُن کر دنگ رہ گئے اور احمدؔی کی بہت تعریف کی۔ ۱۲۳۰ھ

شروع میں "اہل بقایائے کرناٹک" کی کچہری میں وقائع نگاری کی خدمت پر مامور ہوئے۔ پھر مدّتوں قوی جنگ بہادر (جو نواب کرناٹک کے عزیزوں میں سے تھے) کی وکالت کرتے رہے۔

۱۲۶۰ھ ہجری میں مجلس مشاعرۂ اعظم میں داخل ہوے۔ اور نواب اعظم کی سرکار میں ملازم رہے۔

احمدی نے فارسی اور ہندی کا ایک دیوان مرتب کیا تھا۔
اس کے علاوہ مثنوی بحر غم مصنفۂ جناب ابو طیب خان والا کا ترجمہ
بنام "غم نامہ" اردو میں کیا تھا۔
کلام ملاحظہ ہو:

در باغ تماشائے تو تخم دلم افتاد
من چشم بہ راہم کہ چہ آخر ثمر آمد

بغیر سرزنش از سخت دل نہ یابی زر
شرر چگونہ بر آید بجز شکستن سنگ

از تمنائے وصالش داغ حسرت رو نمود
بر در دیر و حرم پیشانی خود سودہ ام

احمدی کے انتقال کا صحیح سال معلوم نہ ہوا۔ البتہ وہ تذکرۂ گلزار اعظم
کی تالیف کے وقت سنہ ۱۲۶۹ ہجری تک زندہ تھے۔

اظہر

اظہر تخلص۔ عبد القادر نام۔ فرزند منشی غلام حسین خان۔ مدراس مولد
سنہ ۱۲۰۳ھ سال ولادت ہے۔

فارسی میں اپنے والد تیز خان عالم خان بہادر فاروق اور
مولوی غلام محمدؐ مفتی مچھلی بندر کے شاگرد تھے۔ عربی صرف و نحو کچھ تو
ان ہی صاحبوں سے اور کچھ مولوی قادر بخش صاحب سے پڑھی۔
مولوی شجاع الدین حسین صاحب کے مرید ہوئے اور خلافت
پائی۔

یوروپین سرداروں کے پڑھانے پر بمشاہرۂ پندرہ ہون (ساڑھے
باون روپیہ) ماہوار پر ملازمت شروع کی۔ پھر کلکٹر کی کچہری میں ڈیڑھ
سو روپیہ ماہوار پر میر منشی ہوئے۔ وہاں سے وجیا نگر کے علاقے میں
منصف ہو کر گئے۔ سنہ ۱۲۵۵ ہجری میں حج و زیارت کے لئے حرمین شریفین

گئے۔ واپس آنے پر تعلقۂ کلکیری کی منصیفی پر تقرر ہوا۔

اشعار کا نمونہ یہ ہے۔

دل رامکن بہ صحبتِ اہلِ زمانہ بند　　شکلِ حباب در بہ رخ از ہر کرانہ بند

بہ محرابِ دو ابروی تو دل در سجدہ می باشد　　مبادا از مردمِ چشمت خلل اندر نماز افتد

صبح دم چون نالہ انگیزد دلِ شیدائے من　　آسمان ریزد ز انجم اشک بر غوغائے من

دل را بہ نگاہے ز کفِ آسان بردی　　حیف این جنس گران مایہ چہ ارزان بردی

اظہر کے انتقال کا صحیح سال معلوم نہ ہوا۔ لیکن یہ ۱۲۶۹ھ ہجری تک زندہ تھے۔

بلیغ

بلیغ تخلص۔ شاہ محمدؐ روح اللہ نام۔ فرزند شاہ محمدؐ نور اللہ نقشبندی خوش نویس۔ مدراس مولد۔ ۱۲۳۰ھ سال ولادت ہے۔

بلیغ کے نسب کا سلسلہ چھ واسطوں سے حضرت شیخ احمد سرہندی مجدّد الف ثانی قدّس سرّہ العزیز تک پہنچتا ہے۔ اِن کے والد نوّاب کرناٹک کی سرکار میں ملازم تھے۔

کم سنی ہی میں ابتدائی کتابیں اپنے ماموں سیّد قادر بادشاہ سے پڑھیں پھر کتبِ متداولہ مولوی حسن علی ماہلی اور حاجی محمدؐ محی الدّین حیران سے پڑھیں۔ ان ہی اساتذہ سے فن عروض و قافیہ' بیان و بدیع' نجوم و رمل و قانون حاصل کیا۔ مولوی شہاب الدّین کی خدمت میں عربی پڑھی۔ اپنے والد سے خوش نویسی سیکھی۔ اور اُن ہی سے سلوک میں خرقۂ خلافت پایا۔

بہت ذہین، مہذب، چرب زبان اور فصیح اللسان تھے۔ نواب غلام محمدؐ غوث خان بہادر نواب کرناٹک کے مشاعرے کے اراکین میں بھی شامل تھے۔

کلام کا اندازہ اشعار ذیل سے ہوتا ہے:

تا بہ بزمِ خود بہ رنگِ شیشہ جا دادی مرا   لب بہم نایدچو جام از خندۂ شادی مرا

از نگاہِ چشمِ مے گونت رہائی مشکل است   پا بہ زنجیر است شیدائے تو زین موج شراب

منّت کجا بہ زخم دل از مشک تر گرفت   چون شانہ آن کہ خدمت زلفش بسر گرفت

تا گشت روان قافلۂ اشک بہ کویش   ہر نالہ کہ برخاست ز دل بانگِ جرس شد

بینم چہ گونہ صبح بنا گوشت اے نگار   از کاکلِ تو ہست شبے درمیان ہنوز

زخم روشن دل نہ گردد بہ ز درمانِ کسے   کے شود چاک سحر از سوزن عیسےٰ رفو

بامن از دودمان دل سوزی   شمع ماند است رشتہ وارے

بلبغ ۱۲۶۹ھ ہجری تک زندہ تھے مگر سال وفات معلوم نہ ہوا۔

بہجت

بہجت تخلص۔ محمدؐ تاج الدّین نام۔ فرزندِ غیاث الدّین خاں خوش نویس۔ مدراس مولد۔ ۱۲۱۴ھ سال ولادت ہے۔

بیس سال کی عمر عموماً تعلیم ختم کردینے کا زمانہ ہوتا ہے۔ مگر آپ نے اس سن میں تحصیل علم شروع کی اور بتیس سال کی عمر میں فارغ ہوئے فارسی زبان کی قابلیت اعلیٰ درجے کی تھی۔

۱۲۴۲ہجری میں حکومت برطانیہ کی طرف سے دو سو روپیہ ماہوار کے مشاہرے پر اضلاع چنگل پیٹ، سیکاکول اور پالم کوٹہ میں مفتی مقرر ہوئے اور برسوں ان خدمات پر سرفراز رہے۔ آپ کے حُسنِ مروّت اور خوش مزاجی کی شہرت تھی۔ طبیعت بھی بہت موزوں پائی تھی۔ فارسی اور ہندی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ فن تاریخ گوئی میں خوب مہارت تھی۔ نواب غلام محمدؒ غوث خاں بہادر اعظم نواب کرناٹک کے ختنہ کا مصرعۂ تاریخ کہا:

ع۔ برآوردند گل از شمعِ کافور

۱۲ ۵ ۴۲

حسب ذیل کتابیں آپ کی تصنیفات سے ہیں:

(۱) رسالۂ فن صرف (۲) تاج القواعد (فارسی صرف و نحو) (۳) مجمع البحرین (فن عروض و قافیہ) (۴) چمنستان (شرحِ گلستانِ سعدیؒ) (۵) شرحِ مسلّم قاضیٔ مبارک پر عربی حاشیہ۔

کلام کا یہ نمونہ ہے:

تا خانہ کردہ است کمان ابروئے بہ دل — بر تن بہ رنگِ تیر خلد مو بہ مو مرا

چرا اے سرو قد جوئی لب جو — بہ چشمِ من بیا جائے تو این است

درغمت یوسفؑ نہ کردے گریہ چشمِ او سپید — ہمچو تو می داشت گر یعقوبؑ فرزندے دگر

بر رخت مردمکِ اہلِ نظر کردہ ہجوم — طرفہ شورِ نمکستان است بریں خوانِ نمک

بہجت ز تیرہ بختیِ خود دم زنم چسان — آن چشمِ سرمہ سا شدہ مُہرِ دہانِ من

رباعی

دل در پیٔ وصلِ تو بہ صد سوز و گداز — چون نے بہ نوائے نالہ باشد دمساز
یارب شبِ ہجر را نہ باشد پایاں — ہم سلسلہ آمدہ بہ گیسوئے دراز

بہجت کا سال وفات معلوم نہ ہوا۔ لیکن ۱۲۶۹ھ سنہ ہجری تک زندہ تھے۔

حشمت

حشمت تخلص۔ انور حسین نام۔ نور الدّین محمّد خان بہادر حشمت جنگ خطاب۔ فرزند انور علی خاں بہادر۔ مدراس مولد۔ ۱۲۰۴ھ سنہ ہجری سال ولادت ہے۔

آپ کے والد نواب سراج الدولہ محمّد انور الدّین خان بہادر شہید، صوبہ دار کرناٹک کے پوتے تھے۔ اور چونکہ یہ اپنے چچا، نور الدّین محمّد خان بہادر انور کے متبنیٰ تھے۔ اس لئے نواب عظیم الدّولہ بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک (۱۲۱۶ھ تا ۱۲۳۴ھ ہجری) نے وہی خطاب آپ کو مرحمت فرمایا۔

درسی کتابیں اپنے زمانے کے استادوں سے پڑھیں۔ فارسی میں مرزا عبدالباقی وفا سے اور ریختہ میں مستقیم جنگ بہادر نامی سے اصلاح سخن لیتے اور دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

بے تعلق باش گرداری وصالِ دوہوس　　　مانعِ رفتن شود آید چو دامن زیر پا

سودائے چرخ دور نہ شد گرچہ ہر سحر　　　سازد علاجِ خویش ز معجون آفتاب

اُفتد بہ خاک ہر کہ کشد سر بر آسمان　　　این نکتہ شمع سوختہ پیشم نشستہ گفت

احتیاطِ نیک بد اندر جہان پیدا بود　　　خار را می پرورد گل از محبت در کنار

ہمت بر آبادی و ویرانہ یکسان فیضِ ابر　　　نیست عالی ہمتان را با کسے در دل غبار

گر تیرِ جگر دوزِ تو آید بہ تنِ من ‏ ‏ ازہر لب زخمے سرِ پیکان تو بوسم

سنہ ۱۱۶۹ ہجری میں وفات پائی۔

راغب

راغب تخلص۔ سیّد احمدؐ نام۔ میر مبارک اللہ خان بہادر خطاب۔ فرزند سیّد عاصم خان بہادر مبارز جنگ ۔ مدراس مولد۔ سنہ ۱۲۰۳ھ سال ولادت ہے۔ لفظ "راغب" سے پیدائش کی تاریخ نکلتی ہے

راغب کے دادا سیّد معصوم خان، عبداللہ خان (مصاحب نواب آصف جاہ) کے داماد تھے۔ وہ امام نامی قصبہ سے جو بلخ کے علاقے میں ہے حیدر آباد آئے۔ راغب کے باپ حیدر آباد سے مدراس پہنچکر نواب والا جاہ جنّت آرام گاہ، فرمان روائے کرناٹک کی سرکار میں بعہدۂ فوجداری ملازم ہوئے۔ شدہ شدہ مدارالمہامی تک ترقی پائی ۔ خان بہادر اور جنگ کے خطاب سے بھی سرفراز ہوئے۔

راغب نے مولانا باقر آگاہ اور مولوی فائق کے سامنے زانوئے شاگردی تہ کیا۔ فن شاعری میں بھی ان ہی دونوں حضرات سے فیض پایا۔

بڑے عالی فکر اور روشن خیال شاعر تھے۔ آخر عمر میں بیماریوں کے سبب جسمانی طاقت بہت کچھ زائل ہوگئی تھی۔ اس لئے اگلی سی جودت و ذکاوت باقی نہ رہی۔

ایک فارسی دیوان اور دو مثنویاں، بنام ساقی نامہ و فراق نامہ لکھیں۔ ان کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام میں پختگی، رنگینی اور فصاحت ہے۔ نمونہ حسب ذیل ہے۔

آخر رسید زلف سیاہت بہ دادِ ما ‏ ‏ زین لیلتہ المراد برآمد مرادِ ما

چونِ گلِ نرگس نمی آید بہم مژگانِ ما ‏ ‏ در تلاشِ کیست یارب دیدۂ حیرانِ ما

نوشتن نامہ سوی نے سوائے آرزو دارم
قلم سازید یاران بعد مردن استخوانم را

گریۂ من پاک کرد آلودہ دامانِ مرا
پنبہ شد چشمِ سپیدم داغِ عصیان مرا

مصفا مشربان را بے کسی آبِ گہر بخشد
کہ شد گردِ یتیمی انتہائے وصفِ گوہرہا

گشتہ راغب صفحۂ دیوانِ من
نرگستان از ہجومِ صادہا

کے بجز زندانِ فانوس است جا پروانہ را
رشتۂ شمع است چون زنجیر با پروانہ را

کے جدا می شود زما راغب
سایہ آسا سیاہ بختیِ ما

دل از خیالِ خطِ او غبار آلودہ است
چگونہ اشک نہ ریزم کہ خانہ پُر دود است

سر در رہت نہادن و مردن گناہِ من
ناکردہ التفات گزشتن گناہِ کیست؟

مسکنم گشت نقشِ پائے کسے
جای گیرم بہ ملکِ پایاں گھاٹ

ساقی بیا کہ بہرِ تو دستِ دعا مدام
از برگِ تاک بر لبِ انگور شد بلند

بہ زیرِ سایۂ زلفِ تو نیست آرامم
چو اہلِ بیتِ رسالت مسافرِ شامم

باقی است کار و بار بہا از غبارِ من
بیہودہ نیست رستنِ گل از مزارِ من

در شرحِ اشتیاق چہ حاجت بہ التماس
این جا چو خامہ است سخن با گریستن

اے لختِ دل تو گرم بہ مژگان رسیدۂ　　　　این جانشین بہ سایۂ دیوار اندکے

۱۲۶۶ہجری میں راغب کو سفر آخرت بپیش آیا۔ میلاپور کے راستے میں حضرت شیخ محمدؐ مخدوم ساوی قدس سرہٗ کی درگاہ کے متصل اپنے والد کے مقبرے میں ہمیشہ کے لئے محوِ خواب ہیں۔

راقم

راقم تخلص۔ محمدؐ حسین قادری نام۔ افضل الشعراء شیریں سخن خان بہادر خطاب فرزند نجم الدین حسین قادری خوش نویس۔ ملازم سرکار نواب کرناٹک۔ مدراس مولد۔ ۱۲۴۳ہجری سالِ ولادت ہے۔

آپ حضرت مولوی محمدؐ حسین شہیدؒ المعروف بہ امام صاحب قدس سرہٗ کی اولاد میں سے تھے۔

عربی کی تمام تحصیلی کتابیں امام العلماء قاضی الاسلام قاضی الملک مرحوم اور افضل العلماء مولوی ارتضا علی خان بہادر خوشنود سے پڑھیں۔ فارسی میں اپنے حقیقی چچاؤں یعنے شایق علی خان شایقؔ اور مولوی واقفؔ کے شاگرد تھے۔ فن شعر میں پہلے شایقؔ سے، پھر سید ابو طیب خان والاؔ سے اصلاح لیتے تھے۔ جناب والاؔ کے منظور نظر شاگردوں میں سے تھے۔ نواب غلام محمدؐ غوث خان بہادر نوابِ کرناٹک کے ہم سبق ہونے کا بھی آپ کو فخر حاصل تھا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ تذکرہ گلزار اعظم کی تالیف میں نواب صاحب موصوف نے راقم کو شامل رکھا۔ انھوں نے بھی اس کی ترتیب میں سعی بلیغ کی۔ اور جب مجلس مشاعرہ قائم ہوی تو راقم کو اس کا میر مجلس بناکر افضل الشعراء شیریں سخن خان بہادر کے خطاب سے سرفراز کیا۔

راقم نے ذیل کی کتابیں تالیف کیں:

(۱) رسالۂ میزان الاشعار (۲) اعظم الصناعت شرح معمیاتِ حدائق البلاغت (۳) مختصر دیوان بھی ترتیب دیا۔ کلام کا یہ رنگ ہے:

بدست آرد به جا خامہ گر موی میانت را
شود مانی رقم پرداز تصویر دہانت را

خطر ز باد نہ باشد چراغ آئینہ را
ز گفتگوے بد خصم دل نمی ترسد

بارک اللّٰہ زخم کاری ما!
لب گشاید بہ شکر شمشیرت

تا دانہ کنی ہمچو صدف دست دعا را
زنہار بہ کف گوہر مقصود نیابی

شد بہ رنگ سرو یکسان ماتم و شادی مرا
قاننش تا از تعلق داد آزادی مرا

شب یاسم سیہ شیر است دندان می زند بر من
بیاض دیدۂ آہو نماید صبح مطلب را

قسمت خوبان بود غم گر از خوان صبح
یافت ز شبنم نمک بر جگر خویش گل

ہمین صدا ز شکست حباب می آید
کشید ہر کہ درین بحر سر ز پا افتاد

قطرہ از بالا بہ پستی چون اسد گوہر شود
رتبۂ عالی نسب از عجز افزون تر شود

کز ہوائے آہ و آب گریہ ام شاداب شد
برگ و بار درد از نخل وجودم گل کند

دانست راقم ما شد فتح باب نیمے
در بزم خلوت او چون باریاب گردید

یقینم شد ز آئین حباب این امر وجدانی
کہ ترک خویشتن باشد دلیل قرب یزدانی

راقم کے انتقال کا سال معلوم نہ ہوا۔ لیکن ۱۲۶۹ھ تک زندہ تھے۔

رونق

رونق تخلص۔ غلام محی الدین نام۔ عارف الدین خان خطاب۔ فرزند حافظ محمدؐ معروف برہان پوری۔ مدراس مولد۔ اور ۱۱۹۲ھ سالِ ولادت ہے۔

آپ نے فارسی کتابیں غلام محی الدین متجز سے پڑھیں۔ شاعری میں باقر آگاہ سے تلمذ اختیار کیا۔ مدت تک محمدؐ صادق خان شیرازی متخلص بہ کوکب کی صحبت میں رہے۔ اور فارسی محاوروں کی تحقیق میں بڑی کوشش کی۔

بیس سال کی عمر میں نواب عمدۃ الامراء بہادر فرمان روائے کرناٹک کی سرکار میں ملازم ہوئے اور نواب موصوف کے فرزند امیرالملک ماجد کے مصاحب مقرر کئے گئے۔ ماجد کی وفات کے بعد برداشتہ خاطر ہوکر مدراس کو خیرباد کہا۔ کڑپہ، بلھاری، چتور وغیرہ میں منشی گری کی خدمت سے زندگی بسر کرتے تھے۔ برسوں اِس خدمت کے تعلق سے سر تھامس منرو سابق گورنر مدراس کے ساتھ سفر میں رہے۔ اِس کے بعد حیدرآباد چلے گئے۔ زمانۂ دراز تک وہاں قیام رہا۔

۱۲۳۶ھ میں وطن واپس آئے۔ نواب غلام محمدؐ غوث خان بہادر نواب کرناٹک کی سرکار میں ملازم اور مشاعرۂ اعظم میں داخل ہوئے قادر الکلام شاعر تھے۔ ہر قسم کی نظم بہت اچھی کہتے تھے۔ افسوس ہے کہ بوجہِ پیری و ضعیفی دماغی طاقت بالکل جواب دے چکی تھی۔ اخیر عمر میں اکثر گوشہ نشین اور یادِ الٰہی میں مشغول رہا کرتے تھے۔

کلام کا اندازہ ذیل کے اشعار سے ہوتا ہے:

صبح بہار جوش زند از فنائے ما　　　چون گل شگفتگی است بہ چاکِ قبائے ما

طبع آزادان شود وارستہ از بندِ خطر — در گزشتن آتش و آب است یکسان سایہ را
می کند افتادگی آزاد از بندِ خطر — شیرہا این رعب کے سازد ہراسان سایہ را

گر بہ محفل صفتِ تیشۂ فرہاد کنید — سینہ چاکان ز سرِ ناخنِ ما یاد کنید

کریمان را عجب تسخیرِ دل ہا است — خطوطِ دستِ احسان دام کردند

کے بہ آسانی دہم از دست دامانِ فراق — بعد ازین دستِ من و چاکِ گریبانِ فراق

گرہ شود چو تبا شیر اشک در مژہ ام — اگر بہ فرقتِ آن نے سوار گریہ کنم

رونق کا سال وفات معلوم نہ ہوا۔ تالیف گلزار اعظم کے وقت تک زندہ تھے۔ تذکرۂ محبوب الزمن کے مؤلف نے لکھا ہے کہ حیدر آباد میں اِن کا انتقال ہوا۔ مگر یہ نہ بتایا کہ یہ واقعہ کب پیش آیا۔

فاروق

فاروق تخلص. محمدؐ معروف نام. خان عالم خان بہادر خطاب، فرزند محمدؐ جان جہان خان بہادر فاروقی. مدراس مولد۔ اور سنہ ۱۲۰۷ ہجری سال ولادت ہے۔

مختلف فنون اور متعدد زبانیں جانتے تھے. فارسی، عربی، ترکی اور انگریزی میں ایسی مزاولت تھی کہ اِن زبانوں میں شعر کہتے تھے. وفورِ ذہانت و ذکاوت اور کثرتِ مطالعہ کی بدولت بہت تھوڑی مدت میں یہ استعداد حاصل کرلی تھی۔

ریختہ میں اظفری سے اور فارسی میں اپنے خسر مستقیم یار جنگ بہادر نامی سے اصلاح لیا کرتے تھے. ریاضی اور موسیقی میں بھی

ماہر تھے۔

۱۲۴۵ھ میں مولوی محمدؐ علی صاحب واعظ رام پوری مدراس آئے تو فاروق اُن کے ایسے معتقد ہوئے کہ اُن سے بیعت کرلی اور اُن کے خلیفہ ہوگئے۔

کلام کا نمونہ یہ ہے۔

دور از تو زیستن چہ بود آرزو مرا　　دم ہمچو خنجرے گزرد از گلو مرا۔

عجب نبود پسر گر قبلۂ روئے پدر گردد　　کہ دارد پیشِ یوسف پیر کنعان بر زمین ادا

سرشت بندہ زخاک است و بازگشت نجات
روم زخاک درت اے ابوتراب کجا!

ہر حبابش بہ گرہ عنبر سا را بندد　　گر فتد پرتوِ آن زلفِ گرہ گیر در آب

گر ندامت پروانہ سوختن دارد　　کہ شمع می گزد از شعلہ بار بار انگشت

نہ رود دردِ سر ہند لیس از مردن ہم　　بر سر گور درین جا ست بہ صندل محتاج

رباعی در مدح چہار یار کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین

صدر شہ بیتِ دین عتیق باز ین　　فاروق عروض و ابتدا ذوالنورین
ضرب است بہادرے کہ تقطیع نمود　　نظم اعدا بہ خیبر و بدر و حنین

فاروق نے ۱۲۸۰ھ ہجری میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

اعظم

اعظم تخلص۔ محمد غوث نام۔ امیر الہند والا جاہ عمدۃ الامراء مختار الملک

عظیم الدولہ نواب محمد غوث خان بہادر شہامت جنگ خطاب۔ فرزند امیر الہند، اعظم جاہ، فخر الامراء، مدار الملک، روشن الدولہ نواب محمد منور خان بہادر، بہادر جنگ سپہ سالار صوبہ دار کرناٹک (۱۲۳۰ھ تا ۱۲۴۱ھ) مدراس مولد۔ اور ۱۲۳۹ھ ہجری سال ولادت ہے۔

آپ کے آبائی نسب کا سلسلہ تیس واسطوں سے خلیفۂ ثانی امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ والدہ ماجدہ نواب ضیاء الدولہ بہادر کی صاحب زادی اور نواب ضیاء الملک بہادر حیدر آبادی کی پوتی تھیں نانہالی سلسلہ چھبیس واسطوں سے سید الشہدا خامسِ آلِ عبا سیدنا حضرت امام ہمام حسین علیٰ جدہ وعلیہ السلام تک پہنچتا ہے۔

تاریخ ولادت ۲۹، ذوالحجہ (۱۲۳۹ھ ہجری) روز چہار شنبہ دس بجے صبح ہے اس مولود یتیم کا سن پندرہ ہی مہینوں کا تھا کہ والد ماجد کو دار البقاء کا ناگزیر سفر پیش آیا۔ چہلم کے دوسرے ہی روز سرکار برطانیہ کی طرف سے آپ کرناٹک کے نواب اور آپ کے حقیقی چچا نواب عظیم جاہ بہادر سترہ سال تک کے لئے ریاست کے نایب مختار مقرر کئے گئے۔

آپ کی تعلیم کا سلسلہ پانچ سال کی عمر سے شروع ہوا۔ حافظ محمد مکی اور اُن کے فرزند حافظ عبد الولی سے قرآن مجید ختم کیا۔ فارسی کی ابتدائی کتابیں غلام محی الدین خوشنویس اور اُن کے فرزند مولوی جلال الدین حسین خاں سے پڑھیں۔ خطاطی کی تعلیم خوشنویس موصوف اور عنایت حسین خاں خوش نویس سے پائی۔ پھر سید ابو طیب خاں والا آپ کی تعلیم پر مقرر ہوئے اور اُنھوں نے یہ کتابیں پڑھائیں:

(۱) بوستان (۲) انشاء خلیفہ (۳) زلیخا (۴) گلشنِ سعادت (۵) سہ نثر ظہوری (۶) پنج رقعہ (۷) مینا بازار (۸) رسائل طغرائے مشہدی (۹) انشاء بیدل (۱۰) انشاء نعمت خانِ عالی (۱۱) سکندر نامہ (۱۲) مثنوی راسخ (۱۳) اخلاق جلالی (۱۴) دیوانِ مظہر (۱۵) دیوان غنی (۱۶) دیوان ناصر علی۔

(۱۷) دیوانِ امیر۔
عربی میں شرح ملا جامی تک مولوی جمال الدین احمد صاحب سے
اور عقائد، فقہ، حدیث بہ قدر ضرورت قاضی الملک بہادر اور ارتضا علی خان
بہادر سے پڑھیں۔ مولانا آزاد بلگرامی کا پہلا عربی دیوان بھی ان ہی سے پڑھا۔
۱۲۵۸ھ میں فارسی گو شعراء کا ایک مختصر تذکرہ موسومۂ صبح وطن اعظم
لکھا۔ ۱۲۶۵ ہجری میں ایک اور تذکرہ تالیف کیا۔ جس میں شعراء کے حالات
تفصیل سے لکھے ہیں۔ اور اس کا تاریخی نام گلزارِ اعظم ہے۔
۱۲۶۰ ہجری میں ایک مجلس شعراء قائم فرمائی۔ راقم کو اس کا میر مجلس
بنایا۔ جن کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔
آپ اہلِ کمال کے بڑے قدردان اور پرلے درجے کے فیاض تھے۔
مکۂ معظمہ (زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً) میں اب تک آپ کی بنوائی ہوئی رباطیں
مشہور ہیں۔ مدرسۂ اعظم، کتب خانۂ عام اہلِ اسلام مدراس اور لنگر خانۂ
مدراس آپ کی فیاضی کی زندہ یادگاریں ہیں، جو اپنے بانی کے حق میں دعائے
مغفرت کر رہی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی سچی مدح کے لئے مستقل
کتاب کی ضرورت ہے۔
فنِ شاعری میں والا موصوف سے تلمذ تھا۔ آپ نے تھوڑے ہی
عرصے میں ایک فارسی دیوان مرتب فرمایا۔ شاعری میں سید شاہ ناصر
علی سرہندی (قدس سرہٗ) کی تقلید فرماتے اور اس فن میں اُن ہی کو اپنا
پیشوا مانتے تھے۔ مولوی محمد مہدی واصف نے اپنے تذکرۂ معدن الجواہر
میں جتنے اعتراضات شاہ صاحب پر کئے ہیں۔ اُن سب کے جوابات نواب
اعظم نے اپنے تذکرے میں دیے ہیں۔
آپ بڑے ذہین و طباع تھے۔ گھنٹے دو گھنٹے کی فکر میں ایک غزل
کہہ لینی معمولی بات تھی۔ ایک مرتبہ ایک ہی رات میں حضرت سید الشہداء
امام ہمام حسین علی جدہ و علیہ السلام کی منقبت میں ۴۷ شعر کا ایک قصیدہ
موزوں فرما لیا۔

یوں تو آپ کے چشمۂ فیض سے ہر فن اور ہر مذاق کے لوگ سیراب ہوتے رہتے تھے، مگر شعراء کی بالخصوص بڑی قدر افزائی فرماتے تھے۔

آپ کے فارسی اور ریختہ اشعار کا ایک مختصر مجموعہ بہارستانِ اعظم کے نام سے انتقال کے بعد شائع ہوا ہے۔ ذیل کے اشعار اسی سے انتخاب کرکے پیش کئے جاتے ہیں:

کند عرقِ ندامت طبع صافِ من زلالی را ‏ ‏ ‏ ‏ زند ناخن بہ دل ہر مصرعِ شوخم ہلالی را

بکن از بادۂ عشق کسے مملو دل خود را ‏ ‏ ‏ ‏ نباشد پیش مستاں حرمتے مینائے خالی را

مے می شود بہ غیر تو، گر ساغرے زنم ‏ ‏ ‏ ‏ چوں دانۂ انار، گرہ در گلو مرا

نمی دارد ثباتے نشۂ مے خانۂ دنیا ‏ ‏ ‏ ‏ زگل ساغر کباب از سنبل و مے شبنم است این جا

نیست این چہرہ نمایاں ز لبِ برقع سرخ ‏ ‏ ‏ ‏ آفتابے است کہ در زیرِ شفق پنہاں است

مکار تخم ہوای بہ دل چو پیر شدی ‏ ‏ ‏ ‏ قدِ خمیدۂ تو داسِ کشتِ امید است

دوراں بہ سنگِ تفرقہ درہم کند وصال ‏ ‏ ‏ ‏ بادام توام این سخنم دست بستہ گفت

غروری کند آخر برائے نان محتاج ‏ ‏ ‏ ‏ شنیدۂ کہ ہما شد بہ استخوان محتاج

دل رفت و طفل اشکم گردید بے محابا ‏ ‏ ‏ ‏ عید است چون ز مکتب استاد رفتہ باشد

وی قلقل مے بے تو مرا بانگِ عسس شد ‏ ‏ ‏ ‏ مے خوردم و چون شحنہ گلوگیر نفس شد

پیری رسید و مُرد دل از عشق باز آئے ‌ ‌ ‌ ‌ سیماب کشتہ را نکند کشتہ باز کس

تا بہ سایم بر درت اے شافعِ محشر جبین ‌ ‌ ‌ ‌ گشتہ جسم من بہ رنگ ماہ نو کیسر جبین

بے زبانم کرد آخر سرد مہری ہائے او ‌ ‌ ‌ ‌ ہمچو اشکِ شمع زیرِ لب گرہ شد گفتگو

شود ز گریۂ مستانہ بختِ من بیدار ‌ ‌ ‌ ‌ بلے ز آب شود ہوشیار خواب زدہ

---

۲۴ محرم الحرام ۱۲۷۲ھ ہجری (مطابق ۱۸۵۵ء) کو بعالم جوانی بتیس۳۲ برس کی عمر میں دفعتہً ملک عدم کو سدھارے۔ اپنے دادا نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک (۱۲۱۶ھ تا ۱۲۳۴ھ ہجری) کے مقبرے میں جو مسجد والا جاہی ترلکھیڑی (مدراس کے احاطے میں واقع ہے) اپنی والدۂ ماجدہ کے مزار کے پہلو میں سپرد خاک کئے گئے "ہیر غیب" اور "مظلوم بمردی" آپ کی رحلت کے مشہور تاریخی مادّے ہیں۔[۵]

۵۔ تذکرے کے لئے اگر غیر متعلق نہ سمجھا جائے تو یہ قصۂ درد سننے کے قابل ہے کہ نواب بہادر مرحوم کی کوئی اولاد نرینہ نہیں تھی۔ اس لئے ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ ڈلہوزی کے عہد حکومت میں یہ طے ہوا کہ صلح نامہ ۱۸۰۱ء ذاتی تھا۔ اس کے شرائط نواب عظیم الدولہ بہادر کے جانشینوں تک رعایتہً جاری رہے۔ اب چونکہ کوئی وارث نہیں رہا ہے۔ اس لئے کرناٹک کی مسند نشینی کا خاتمہ کیا جائے۔ اور نواب عظیم جاہ بہادر (نواب مرحوم کے حقیقی چچا) اور دوسرے اراکینِ خاندان کے نام وظیفے مقرر کر دیئے جائیں۔ چنانچہ کمپنی نے جنابہ نواب خیرالنساء بیگم صاحب محل خاص

عہ حیدر آباد دکن کے امیر ضیاء الدولہ بہادر کی صاحبزادی تھیں۔ ۱۲۶۴ھ میں آپ کی شادی نواب مرحوم کے ساتھ ہوئی۔

کی چھے ہزار روپیہ اور محل ثانی، جنابہ اعظم النساء بیگم صاحبہ کی چار ہزار روپیہ پنشن اور دیگر متعلقین اور ملازمین کی حسب مدارج تنخواہیں مقرر کردیں۔
نواب مرحوم کے قرضے کے لئے محل کا اسباب ایک معتمد کے تفویض کیا گیا۔ نواب مرحوم کی زمین اور عمارتوں کا نیلام عام کیا گیا۔ اور خود گورنمنٹ نے ان سب کو ساڑھے پانچ لاکھ روپے میں خرید لیا۔

نواب عظیم جاہ بہادر نے (جن کا حال آگے آتا ہے) ملکۂ وکٹوریہ قیصر ہند کی بارگاہ میں ریاست کے لئے اپنا دعوےٰ پیش کیا۔ مقدمے کی پیروی کے لئے پارلیمنٹ میں اپنے وکیل مسٹر ڈاسن کو انگلستان بھیجا۔ پارلیمنٹ کے ممبروں میں بعض آپ کے حامی تھے اور بعض مخالف آخر وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا۔ کثرت رائے سے یہ طے پایا کہ ریاست کرناٹک کا خاتمہ کردیا جائے۔ نواب عظیم جاہ بہادر کی اشک شوی کی گئی کہ (بتاریخ ۲۱ اپریل ۱۸۷۱ء مطابق محرم ۱۲۸۸ھ ہجری) لارڈ نیپیر گورنر مدراس نے اُن کو پرنس آف آرکاٹ کا خطاب اور پچیس ہزار روپیہ ماہانہ وظیفہ بنام "ٹائیٹل گرانٹ" یا "اسٹیٹ" مقرر کردیا۔
اور جنوبی ہند کے اول درجے کے امیر تسلیم کئے گئے۔ نواب عظیم جاہ نے گورنمنٹ سے یہ بھی تسلیم کرالیا کہ جب تک ہندوستان میں حکومت برطانیہ باقی رہے۔ آپ کا نصف ماہانہ وظیفہ۔ یعنی مبلغ ساڑھے بارہ ہزار روپیہ ماہوار، آپ کے جانشین، نیز آپ کے فرزندوں اور دختروں کی اولاد کو دیا جایا کرے۔ چنانچہ یہی ہوتا چلا آرہا ہے۔
مختصر یہ ہے ع:

کہ آن قدح بشکست و آن ساقی نماند

نظیر

نظیرؔ تخلص۔ قادر علی نام۔ قادر علی خان بہادر منوّر جنگ خطاب۔ فرزند نجف علی خان بہادر۔ مدراس مولد۔ سنہ ۱۲۳۷ ہجری سالِ ولادت ہے۔

آپ نواب والا جاہ جنت آرام گاہ فرمان روائے کرناٹک کے حقیقی نواسے اور ناچیز مؤلف تذکرۂ ہذا کے والد کے ماموں تھے۔

فارسی کتابیں اپنے والد ماجد اور میر مہدی صاحب ثاقبؔ کی خدمت میں پڑھیں۔ عربی و ریاضی میں بھی مہارت تھی۔ انگریزی، تامل، اور تلنگی بھی جانتے تھے۔ کچھ دنوں ثاقب صاحب سے اشعار پر اصلاح لیتے رہے۔

سنہ ۱۲۶۶ ہجری میں حرمین شریفین زاد ہما اللہ شرفاً و تعظیماً کی زیارت کے لیے گئے۔ دو سال کے بعد مدراس لوٹ آئے۔ اسی سال مسلمان لڑکوں کی تعلیم کے لیے ایک مدرسۂ اسلامیہ قائم کیا۔ پان سات سال کے بعد دوبارہ مکۂ معظمہ روانہ ہوئے اور وہیں کے ہو رہے۔ بڑے مخیر، فیاض اور متقی بزرگ تھے۔

کلام کا انتخاب یہ ہے:

فاش می گوید حباب از خندہ دایم این سخن ... مشکلِ مرگ است آسان در بلا تن دادہ را

ہمتِ بخشش نہ باشد در نمد پوشاں نظیر ... باز گیرد ابر از دریا متاع دادہ را

قسمتِ کس غیرِ خاک از گردشِ دوراں نہ شد ... شیشۂ ساعت کند خود را تہ و بالا عبث

بزم روشن گر آں نیست بہ ساماں محتاج ... خانۂ دیدہ نہ باشد بہ چراغاں محتاج

تیرہ باطن را ز روشن دل نہ باشد جز خلاف ... می رود از مہر دائم سایہ راہِ انحراف

دیدہ بے نور شود گر روَم از محفلِ مے ... ہست تارِ نگہم چوں خطِ ساغر در چشم

فتد در دامن سنگیں دلاں پاداش ظلم آخر　　به کاہ آسیا خود دانہ را سائیدہ سائیدہ

شوخیٔ زلف و رخش را پایہ می باشد یکے　　گرمیٔ رفتار مہر و سایہ می باشد یکے

۱۲۳۳ھ ہجری میں بمقام مکۂ مکرمہ انتقال فرمایا۔ اور وہیں مدفون ہوئے۔

خادم

خادم تخلص۔ غلام مرتضیٰ نام۔ ممتاز الملک غلام مرتضیٰ خان بہادر عظیم جنگ خطاب۔ فرزند عبدالغفار خان بہادر ثابت جنگ۔ مدراس مولد۔ ۱۲۲۳ھ سال ولادت ہے۔

آپ نواب والا جاہ جنت آرام گاہ کے پوتے ہیں۔

ہوش آنے کے بعد اپنے زمانے کے اساتذہ سے فارسی پڑھی۔ طبیعت بہت موزوں تھی۔ اردو میں زیادہ اور فارسی میں کم کہتے تھے۔ صاف گوئی کی طرف طبیعت مائل تھی۔

ذیل کے اشعار سے کلام کا اندازہ ہوگا:

این است محبت کہ برآشفت بسے را　　بسم اللہ، اگر حوصلہ ہست کسے را؟

یثرب ہمہ ایمان من باشد نجف رضوان من

بطحا فدایش جانِ من، من بندہ ام بغداد را

از من این است وصیت چو سپارید بہ خاک　　دوستاں، روی مرا جانب بغداد کنید

بدار خرقۂ سالوس زاہد بہ گرو　　بگیر جام مے و انّ ربنا لغفور

نیاز بندہ با ناز خداوندان چہ خوش باشد　　بیا سری رود از من تو گردستے بسر داری

۱۲۷۰ھ ہجری میں سفر آخرت پیش آیا۔ حضرت مرتضیٰ بادشاہ صاحب قدّس سرہٗ کے گنبد کے احاطے میں جو مسجد انوری کے پہلو میں واقع ہے، دفن ہوئے۔

واصف

واصف تخلص۔ (مولوی) محمدؐ مہدی نام۔ فرزند محمدؐ عارف الدین خان رونق۔ مدراس مولد اور ۱۲۱۷ھ ہجری سالِ ولادت ہے۔

فارسی اور عربی مدراس کے علماء و فضلاء سے پڑھی۔ انگریزی میں بھی اچھی مہارت تھی۔ شاعری میں اپنے والد ماجد سے اصلاح لیتے رہے۔

کم سنی میں اپنے والد کے ہمراہ مختلف اضلاع کو دیکھا۔ سترہ برس کی عمر میں پھر مدراس آکر قیام فرمایا۔ پہلے مولوی تراب علی نامی کی وساطت سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے مدرسے میں نو وارد انگریزوں کی تعلیم پر مامور ہوئے۔ سترہ سال اس خدمت کو عمدہ طریقے سے ادا کرتے رہے۔ پھر وظیفہ لے کر اس کو چھوڑا۔ اور اپنے طور پر تعلیم و ترجمہ کا کام گھر پر کرتے رہے۔

ایک مرتبہ ترچناپلی گئے۔ وہاں مولوی سیّد جام واعظ کے ہاتھ پر بیعت کرکے صاحب موصوف سے خرقۂ خلافت پایا اور وعظ کی اجازت بھی حاصل کی۔

۱۲۶۲ھ ہجری میں جب نواب غلام محمدؐ غوث خان بہادر اعظم نواب کرناٹک نے محفلِ مشاعرۂ اعظم قائم کی تو واصف اس میں داخل ہوئے، محکمۂ عالیہ کی مترجمی بھی کرتے تھے۔

اردو اور فارسی کی کئی کتابیں آپ کی تصنیف سے ہیں۔ جن میں ایک تذکرہ معدن الجواہر بھی ہے۔ اس تذکرے میں بعض شعراء کے کلام پر اعتراضات کئے ہیں۔ ان کے تشفی بخش جوابات نواب اعظم نے تذکرۂ گلزار اعظم میں دیئے ہیں۔

نواب ممدوح کے انتقال کے بعد واصف حیدر آباد گئے۔ اور

وہاں سرکاری نوکر ہو گئے۔ ۱۲۷۰ھ میں ایک اور مختصر سا تذکرہ عربی میں بنام "حدیقۃ المرام" لکھا۔ جس میں علماء و فضلاء اور امراء و شعراء کے حالات درج کئے ہیں۔

کلام کا نمونہ یہ ہے:

کشتیِ جاں تا درآبِ تیغِ او انگندہ ام | بادبانے گشتہ موج جوہرِ آہن مرا

مطربا پردۂ سازاست دریں جا درکار | دختر رز شدہ در مجلس رنداں گستاخ

گردشِ چشمِ سیاہش سرمۂ آوازشد | چوں ستم ہائے رقیباں کرد فریادی مرا

شایانِ گوشِ گل گہرِ اشکِ بلبل است | کے نو بہار منّتِ دُرِ ثمیں کشد

خواب بخت من نخواہد دید روی انقطاع | رشتۂ آمال صرفِ پردہائی خواب شد

تا بُتِ من شد بہ چمن جلوہ گر | تارِ رگِ گل شدہ زنّارِ گل

۱۲۹۰ہجری میں بمقام حیدر آباد سفر آخرت پیش آیا۔ مرحوم کے فرزند متخلص بہ وؔالا نے یہ تاریخِ رحلت لکھی:

مہدی واصف رجب کی تیسویں | فضلِ حق سے مورد رحمت ہوئے
سالِ رحلت اُن کا وؔالا نے کہا | "آج واصف داخلِ جنت ہوئے"

۱۲۹۰ہجری

عظیم

عظیمؔ تخلص۔ غلام محمدؐ علی نام۔ نواب عظیم جاہ سراج الامراء عمدۃ الملک اسد الدولہ غلام محمدؐ علی خاں بہادر ذوالفقار جنگ خطاب۔ فرزند دوم

نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک (۱۲۱۶ھ تا ۱۲۳۴ھ)
مدراس مولد اور ۲۴ محرم ۱۲۱۷ھ ہجری تاریخ مولود ہے۔

حافظ محمدؐ کی مرحوم سے قرآنِ مجید حفظ کیا۔ عربی اور فارسی مولوی وجیہ اللہ طالب، سراج العلماء مولوی محمد سعید اسلمی اور دیگر اساتذہ سے پڑھی۔

اپنے بڑے بھائی نواب اعظم جاہ بہادر رضوان مآب کے عہد دولت میں آپ ہی ریاست کے مدارالمہام تھے اور اپنے بھتیجے نواب غلام محمدؐ غوث خان بہادر کے زمانۂ نابالغی میں ۱۲۴۱ھ سے ۱۲۵۰ھ تک آپ ہی ریاست کے نائب و مختار رہے۔

مؤلف تذکرۂ ہذا کو یہ فخر حاصل ہے کہ آپ اُس کی نانی کے حقیقی چچا تھے (اللھم اغفرہ) صوم و صلوٰۃ کے پابند، متقی و پرہیز گار تھے علماء و مشائخین سے زیادہ خلوص تھا۔ بیشتر اوقات تفسیر و حدیث کی کتابیں آپ کے مطالعے میں رہتی تھیں۔ بڑے سخی اور علم و ہنر کے بڑے قدردان تھے۔

موزونی طبیعت سے آپ نے صرف یہ کام لیا کہ نعت و منقبت ہی میں شعر کہتے تھے۔

کلام کا اندازہ ذیل کے اشعار سے ہوتا ہے:

در کون و مکاں نیست بجز پرتو نورت حق دید ہر آں کس کہ بہ دید است حضورت

اے خواجۂ عالم بہ تو امید عظیم است گاہے نہ رسد بر دلِ من ہیچ کدورت

خداوندا نمائی روضۂ او کہ بے شک بہتر از عرشِ بریں است

بندۂ بے نظیر ربِّ احد نیست در دو جہاں مگر احمدؐ

تابع بود زمانہ والہش بہ حکم او — حاکم براولیائے کرام است محی دیں

۱۴ر جنوری ۱۸۶۷ء بروز چہار شنبہ تہتر سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔ اپنی والدۂ محترمہ کے مقبرہ واقع کشنا پیٹ میں سپرد خاک کئے گئے۔

احسن

احسن تخلص۔ سید محمد اسحق نام۔ شمس العلماء طرازش خان بہادر خطاب۔ فرزند سید محمد قاسم نواز خان بہادر۔ مدراس مولد اور ۱۲۲۹ھ سال ولادت ہے۔

علماء و فضلاء عصر کے فیض سے آپ کا شمار جید علماء میں تھا۔ شیریں سخن خان راقم اور واقف سے مشق سخن کی۔ نواب غلام محمد غوث خان بہادر اعظم کے دربار کے زبردست شاعر تھے۔ اور ان ہی کی سرکار سے طرازش خان بہادر' خطاب پایا۔ نواب صاحب کی وفات کے بعد برسوں زندہ رہے۔ گورنمنٹ برطانیہ سے شمس العلماء کا خطاب ملا۔ مدراس کے اکثر نامی گرامی علماء کو آپ کی شاگردی کا فخر حاصل ہے۔

مدتوں ہز ہائنس پرنس آف آرکاٹ کے یہاں صدرالمہام اوقاف کے عہدے پر فائز رہے۔

اشعار کا نمونہ یہ ہے:

ز مژگانِ تر خود رفتہ ام چون آستانت را — غبار از من بہ خاطر نہ یابد پاسبانت را

از پے الست اشک باریہا — بر تو وقفاست خیر جاریہا

امید جان شیریں داشتم احسن نہ دانستم — بہ کام زہر ریزد خط سبز شکریں لبہا

خطِ جام است گر در نظرش ہالۂ ماہ　　دل مستانہ کہ در جوش و خروش است امشب

داغہا دادہ بہ دل منتظرِ گریہ بود　　دانہ افشاندہ غمت ہست بہ باراں محتاج

یابد ترا چگونہ زعشقِ مجاز کس　　گیرد چساں شکار ز تصویر باز کس

دہد حلاوتِ دیگر بہ جانِ ما ہردم　　ہزار بار چشیدیم آبِ زمزمِ تیغ

سنہ ۱۳۱۱ ہجری میں اس جہانِ ناپائدار سے عالمِ بقا کا کوچ کیا۔

اکرم

اکرمؔ تخلص۔ محمد ذاکر علی نام۔ معتمد خان بہادر خطاب۔ فرزند مولوی حسن علی ماہلی حسنؔ۔ مدراس مولد اور ۲۸، ربیع الاول سنہ ۱۲۴۴ھ تاریخ پیدائش ہے۔

فارسی اور عربی کافیہ تک اپنے والد سے پڑھی۔ والد کے انتقال کے بعد تھوڑے دنوں تعلیم کا سلسلہ بند رہا۔ پھر جناب ابوطیب خان والاؔ کے زمرۂ تلامذہ میں داخل ہوئے۔ لیکن والاؔ نے اپنے تلمیذ رشید نوّاب غلام محمدؐ غوث خان بہادر اعظمؔ نواب کرناٹک سے درخواست کی کہ اکرم کو آپ اپنی شاگردی کا فخر بخشیں نوّاب صاحب نے اپنے والا مرتبت استاد کے حکم کی تعمیل کی۔ اور اکرم کو تمام درسی کتابیں از سر نو پڑھائیں۔ پھر ان کو بزم مشاعرہ میں داخل کر کے عزت افزائی کی۔ آخر میں مدد گار میر مجلس دیوانی مالی بنا کر معتمد خاں بہادر کے خطاب سے سرفرازی بخشی۔

اکرم کے فارسی اشعار کا ایک مجموعہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

کلام کا یہ رنگ ہے:

از یک نظارہ برد دلِ لخت لخت ما؛ موج نگاہِ او شدہ سیلاب رختِ ما

اشک می ریزم ز چشم و آہِ سرد می کشم شد عجب آب و ہوا حاصل ازیں گلشن مرا

کے تیرہ بخت را ثمر از صاف دل رسد گردوں نہ شد سپید ز صابونِ آفتاب

می سزد گر رتبہ ام باشد بہ ہم طرحانِ خویش طبع عالی حاصل از شاگردیِ نوآب شد

شاید کہ ہست در غمِ او ناتواں ہنوز دارد عصا بہ کف فلک از کہکشاں ہنوز

نوآب غلام محمد غوث خان بہادر اعظم کے انتقال کے بعد اکرم برسوں زندہ رہے۔ مگر سال وفات معلوم نہ ہوا۔

ثاقب

ثاقب تخلص۔ میر مہدی نام۔ فرزند میر صادق علی حسینی مدراس مولد اور ۱۲۲۳ھ ہجری سال ولادت ہے۔

آپ کے اجداد مشہد مقدس کے رہنے والے تھے۔ ان میں سے بعض گلبرگہ شریف میں آکر مقیم ہو گئے۔ ثاقب کے حقیقی دادا سید ابراہیم حسینی نواب والا جاہ جنت آرام گاہ کے زمانۂ حکومت میں مدراس آئے اور یہیں قیام کرلیا۔ ثاقب کے والد تاریخ گوئی میں بڑی شہرت رکھتے تھے اور نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک کی سرکار میں ملازم تھے اور اُن کے چھوٹے بھائی بینش بھی اپنے وقت کے مشاہیر شعرا میں تھے۔

ثاقب نے فارسی کی ابتدائی کتابیں اپنے باپ اور دادا سے پڑھیں۔ اور کتبِ متداولہ دوسرے اساتذہ سے۔ مشقِ سخن

مولوی واقف اور میر مبارک اللہ خان راغب سے کی۔ فن خطاطی میں بھی آپ کو کمال تھا۔ بارہا حیدر آباد گئے اور ایک مرتبہ وہاں جاکر میر بندہ حسین خان قمر سے ملّا ظہوری کا دیوان پڑھا۔ مشاعرۂ اعظم قائم ہوا تو ثاقب بھی اس میں داخل ہوئے۔ نواب اعظم انہیں کچھ ماہوار تنخواہ بھی عطا فرماتے تھے۔

ثاقب خوش مزاج اور نیک خلق تھے۔ گفتگو بہت نرمی سے کرتے تھے۔ ایک دیوان مرتب کرکے اس کو طبع کرایا ہے جو اب نایاب ہے۔ کلام کا یہ ڈھنگ ہے:

تافت آں ماہ۔ روز یاری ما | بر فلک رفت شور زاری ما
گل بر شاخ بودہ را مانند | بہ خدنگِ تو زخم کاری ما
بہ جوابِ کسے نہ پردازیم | کوہ شد پستِ بردباری ما

در شبِ ہجرت چو ایں سوزِ دلم پروانہ دید | از زبانِ شمع کرد اقرار استادیٔ ما

گر نہ گیرد فیض از کم پایگاں عالی دماغ | بہر نفع سر چرا مالند روغن زیر پا

لیلۃ القدر خریدار شود از چشمش | کہ سیہ روزی من سرمہ فروش است امشب

مانی چو نقشِ قامتِ آں نازنیں کشد | بالا رسانده آه الف بر زمیں کشد

کفِ دریوزہ آبرو دیم ریخت | تا قبا داد از ستد باشد

در چمن اے یار شکر خندہ ات | شد نمک سینۂ افگارِ گل

لب آں خوب رو ہر کشتہ را می دہد جانے | عجب کز چشمۂ خورشید جوشد آبِ حیوانے

آپ کے انتقال کا سال دریافت نہ ہو سکا۔

باب دوّم

ریختہ گو دکنی شعراء

فصل اوّل

وہ ریختہ گو دکنی شعرا جن کی ولادت، نشو و نما اور ترقی دکن میں ہوئی

سُلطان محمدؐ قلی قطب شاہ

سلطان محمدؐ قلی قطب شاہ، ابن ابراہیم قطب شاہ۔ تاجدار گلکنڈہ۔ گلکنڈہ مولد اور ۹۵۷ھ ہجری سال ولادت ہے۔

۹۸۹ھ ہجری میں سریر آرائے گلکنڈہ ہوئے۔ ابراہیم عادل شاہ والیٔ بیجاپور کے ہم عصر تھے۔

یہ بادشاہ بڑے علم دوست اور ہنر پرور تھے۔ خود بھی شاعر تھے۔ اور شاعروں کے قدردان بھی۔ فارسی اور ریختہ دونوں میں شعر کہتے تھے۔ فارسی میں قطب شاہ اور ریختہ میں معانی تخلص تھا۔ آپ کا دیوان اصنافِ سخن سے مملو ہے۔ اس کے متعلق صاحب گُلِ رعنا رقم طراز ہیں کہ:

"اس (محمدؐ قلی قطب شاہ) کا مکمل دیوان نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانے اور کتب خانۂ آصفیہ میں اور ایک ضخیم کلیات اصناف سخن سے مملوٗ موجود ہے۔ جو قطب شاہی خاندان کا شاہی نسخہ ہے۔

ان کے کلام کو اس لحاظ سے دیکھو کہ اردو شاعری کا سب سے قدیم تر نمونہ ہے، جو ہم تک پہنچا ہے۔ اس سے پہلے کا کوی شعر کم از کم میری نظر قاصر سے نہیں گزرا۔"

ان ہی دیوانوں سے یہ جواہر ریزے پیش کئے جاتے ہیں۔

پیا ہوں میں حضرت کے ہت آب کوثر   تو شاہاں اُپر مجہ کلس کر بنایا

سدا تو مدح نبیؐ و علیؑ کر کہتا ہے   معانی شعر ترا تو لکھے ہیں دست بہ دست

خورشید کہ اُبر سے ہے ابرو ہلال عید   اوس ابروان کو سجدہ کیا ہے وصال عید

اکتیس ۳۱ سال حکومت کرکے ۱۰۲۰ھ ہجری میں اس دنیائے فانی سے منہ موڑ لیا۔ ترسٹھ ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔

سلطان محمدؐ قطب شاہ

سلطان محمدؐ قطب شاہ۔ فرزند محمد امین۔ محمدؐ قلی قطب شاہ کے بھتیجے داماد اور جانشین تھے ۱۰۰۰ھ سال ولادت ہے۔

سلطان موصوف کی پرورش و تربیت انھیں کے چچا نے کی اور ۱۰۲۰ھ ہجری میں اپنے چچا کی وفات کے بعد گلکنڈہ کے بادشاہ ہوئے۔

جوان صالح، متقی، فیاض، ذی مروت اور شاعر تھے۔ فارسی میں ظل اللہ اور ریختہ میں قطب شاہ تخلص کرتے تھے۔

آپ کا مکمل دیوان بھی نواب سالار جنگ کے کتب خانے میں موجود ہے۔ کلام کا نمونہ یہ ہے:

پیا سانولا من ہمارا بھو لایا   نزاکت عجب سبز رنگ میں دکھایا

بکرید عید آیا صلوات بر محمدؐ   آنند علم اجایا صلوات بر محمدؐ

ان جانے میں جوانی گیا، پند نا سنا   قرآن اور حدیث سوں ترکیب کر کلام
۱۰۳۵ھ ہجری میں اس دنیائے دنی سے کوچ کیا۔

سلطان عبد اللہ قطب شاہ

سلطان عبد اللہ قطب شاہ بن سلطان محمد قطب شاہ ۱۰۲۳ھ سال ولادت ہے۔ اپنے والد کی جگہ بارہ سال کی عمر میں تخت پر بیٹھے۔ رونقی نے تاریخ جلوس کہی:

مزین شد جہانے از جلوس شاہ عبد اللہ
۱۰۳۵ھ

علم و ہنر کے بڑے قدر دان تھے۔ برہان قاطع، جو فارسی لغت کی بڑی مستند کتاب ہے، اسی بادشاہ کے نام سے تالیف ہوی اور مؤلف کی خوب قدر افزائی کی گئی۔ خود بھی شاعر اور صاحب دیوان تھے۔ نمونۂ کلام یہ ہے:

گفتم کہ خال و زلف کیا ہے سو بول مجکو   گفتا کہ زلف دام ہت ہور خال سو ہے دانہ

اے پری پیکر ترا مکھ آفتاب   دیکھتا ہوں تو ہے نا مجہ میں تاب

قند اور نبات گلتا ہے اجھوں   دے نہ سک تیرے مٹھے لب کا جواب
(از گل رعنا)

محرم ۱۰۸۳ھ ہجری میں انتقال کیا۔

ولی

ولی تخلص۔ ولی اللہ نام۔ شمس الدین لقب۔ اورنگ آباد دکن مولد۔ (تخمیناً) ۱۰۶۸ھ ہجری سال ولادت ہے۔

یہ وہی ولی ہیں جو اب تک اردو کے بادا آدم کہے اور مانے جاتے ہیں۔

ان کے سال ولادت اور مولد کے متعلق بڑا اختلاف ہے۔ آزاد نے اِنھیں گجرات کا اور میر محمدؐ تقی میرؔ نے اپنے تذکرے میں اورنگ آباد کا باشندہ بتایا ہے۔ مؤلف محبوب الزمن اور احسنؔ مارہروی، مرتبۂ کلیات ولی بھی اُنھیں اورنگ آبادی ہی قرار دیتے ہیں۔ اِن کے دکنی ہونے اور گجراتی نہ ہونے کے ثبوت میں اِنھیں کا یہ شعر پیش کیا جا سکتا ہے۔

ولی ایران و توراں میں ہے مشہور   اگرچہ شاعر ملک دکن ہے

یہ بھی صحیح طور پر تحقیق نہیں ہے کہ یہ کس خاندان سے ہیں۔ مصنف آبِ حیات نے علامہ وجیہ الدین علوی کی نسل سے بتایا ہے۔[۵]

مؤلف محبوب الزمن کا بیان ہے کہ ولی بیس برس کے سن میں تحصیل علم کے لئے گجرات گئے اور مدرسہ احمدؐ آباد گجرات میں ضروری تحصیل کی۔ سنی المذہب تو تھے ہی، چند روز کے بعد نورالدین محمدؐ صدیق سہروردی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر احمدؐ آباد کے ایک بزرگ زادے سیّد ابوالمعالی کے ہمراہ بزرگانِ دین کی زیارت کے لئے دہلی اور سرہند گئے۔ دہلی میں شاہ سعد اللہ گلشن سے ملے اور اُن کو اپنا کلام سنایا۔ یہ طریقۂ نقشبندیہ کے ایک نامور بزرگ اور بڑے پُر گو شاعر تھے۔ نکات الشعراء میں لکھا ہے کہ" میاں صاحب فرمود این ہمہ مضامین فارسی، کہ بیکار افتادہ اند، در ریختۂ خود بکار بہ بر

۵۔" علامۂ وجیہ الدین کا خاندان گجرات میں اپنے فضل وکمال اور فیض رسانی کے لحاظ سے بہت معزز و ممتاز سمجھا جاتا تھا۔ گجرات پر مغلوں کا قبضہ ہو جانے کے بعد اچھے اچھے گھرانوں کے لوگ پریشان ہو کر بیجاپور، احمدؐ نگر، برار اور بڑہان پور چلے گئے۔ ان ہی نقل مکان کرنے والوں میں شاہ اسد اللہ، علامۂ وجیہ الدین کے پوتے بھی تھے، جنھوں نے بیجاپور میں بود و باش اختیار کی تھی۔ اگر یہ صحیح ہے کہ ولی کو علامہ وجیہ الدین کے خاندان سے نسبت تھی تو کیا عجب ہے کہ یہ شاہ اسد اللہ سے کوئی واسطہ رکھتے ہوں۔" (گل رعنا)

از تو کہ محاسبہ خواہد گرفت"۔

"گل رعنا" میں لکھا ہے کہ ولی، محمدؐ شاہ بادشاہ کے زمانے میں دہلی آئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دہلی میں اُن کا جی لگ گیا تھا؛ چنانچہ اُن کا یہ شعر اِس کا شاہد ہے:

دل ولی کا لے لیا دلی نے چھین　　جا کہو کوئی محمدؐ شاہ سوں

آخر اورنگ آباد واپس چلے آئے۔ اور یہاں ۱۱۴۱ھ ہجری میں شہداء کربلا کے حال میں ایک مثنوی "دہ مجلس" لکھی۔ اُس کے خاتمہ میں لکھتے ہیں:

ہوا ہے ختم جب یو درد کا حال　　تھا گیارہ سو پہ اکتالیسواں سال
کہا ہاتف نے یو تاریخ مقبول　　ولی کا ہے سخن حق پاس مقبول

مولانا آزاد اور مؤلف گل رعنا لکھتے ہیں کہ ولی نے تصوف میں ایک رسالہ "نورالمعرفت" تصنیف کیا ہے جس میں اُنھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ میں نورالدین محمدؐ صدیقی کے مریدوں کا خاکِ پا اور سعد اللہ گلشن کا شاگرد ہوں۔

اُن کے کلام کا نمونہ یہ ہے:

نہ پوچھو عشق میں جوشش و خروشِ دل کی ماہیت
بہ رنگِ ابر دریا بار ہے رومال عاشق کا

خبرداری سے اس معشوق کے کوچے میں جا اے دل
کہ اطراف حرم میں ہے ہمیشہ ڈر حرامی کا

دیکھ کر تجھ نگاہ کی شوخی　　ہوشِ عاشق رمِ غزال ہوا

صنم کے لعل پر وقتِ تکلّم　　رگِ یاقوت ہے موجِ تبسّم

زندگی جامِ عیش ہے لیکن　　فائدہ کیا اگر مدام نہیں

گناہوں کے سیہ نامے سے کیا غم اس پریشاں کو
جیسے وہ زلف دست آویز ہو روز قیامت میں

کیا غم ہے اس کو گرمی خورشید حشر سے
بخت سیاہ جس کے سر اوپر ہے سائباں

اور مجھ پاس کیا ہے دینے کو
دیکھ کر تجھ کو رو ہی دیتا ہوں

غرور حسن نے تجھ کو کیا ہے اس قدر سرکش
کہ خاطر میں نہ لاوے تو اگر تجھ گھر ولی آوے

دل چھوڑ کے یار کیونکہ جاوے
زخمی ہے شکار کیونکہ جاوے

دشمن دیں کا دین دشمن ہے
راہ زن کا چراغ رہزن ہے

کہاں ہے آج یارب! جلوۂ مستانۂ ساقی
کہ دل سے تاب جی سے صبر سر سے ہوش لیجاوے

جلد چل ٹک عشق کی رہ میں تا پہنچے کہیں
کاہلی کو رہ نہ دے سالک! کہ منزل دور ہے

غنیمت بوجھ ملنے کو ولی کے
نگاہ پاک بازاں کیمیا ہے

ولی ۱۱۵۵ ہجری میں بمقام احمد آباد واصل بہ حق ہوئے۔ اور وہیں دریا خان کے گنبد کے سامنے سپرد خاک کئے گئے۔

داؤد

داؤد تخلص۔ مرزا داؤد نام۔ اورنگ آباد مولد۔ سال تولد معلوم نہ ہوا۔

اپنے زمانے کے فضلا اور شعرا کی خدمت میں تعلیم و تربیت پائی۔ آصفی نے لکھا ہے کہ شعر میں ولی کا تتبع کرتے

تھے: چنانچہ خود بھی جا بہ جا اس طرف اشارہ کیا ہے۔ مثلاً:

کہتے ہیں سب اہلِ سخن اِس شعر کو سُن کر — تجھ طبع میں 'داؤد' ولی کا اثر آیا

ان کا ایک چھوٹا سا دیوان بھی ہے، جس میں تقریباً پانچ سو اشعار ہیں۔ منتخب کلام کا نمونہ یہ ہے:

قانونِ شفا نطق میں ہے یار کے موجود — اے دل نہ ہو محتاج طبیباں سے دوا کا

مجھ بزم میں رقیب عبث سرکشی نہ کر — شعلہ پڑا ہے شمع پہ مجھ سوزِ آہ کا

دستِ رنگیں کو دیکھ کر تیرے — رنگ مہندی چھپا ہے پاتوں پات

مرا احوال چشمِ یار سے پوچھ — حقیقت درد کی بیمار سے پوچھ

اے زاہداں! اُٹھاؤ جبیں کو زمین سے — جو سرنوشت ہے اُسے کاں تک مٹاؤگے

داؤد ۱۱۶۸ھ ہجری میں راہیِ ملکِ بقا ہوئے۔ لچھمی نراین شفیق نے تاریخ رحلت کہی ہے:

بلبل گلزار معنی طوطیِ رنگیں بیاں — از غم آباد جہاں بگزشت چوں تیر از کماں

مصرعِ تاریخ فوتش گفت با من ہاتفے — گو "برفتہ میرزا داؤد فانی از جہاں"

۱۱۶۸

سراج

سراج تخلص۔ میر سراج الدین نام۔ اورنگ آباد مولد۔ سال ولادت معلوم نہ ہوا۔

اورنگ آباد کے صحیح النسب سادات میں سے ہیں۔

اور وہیں نشو و نما اور تعلیم و تربیت پائی۔

مصنف گل رعنا کا بیان ہے کہ "میر محمد تقی میر نے نکات الشعرا میں اور میر حسن نے اپنے تذکرے میں لکھا ہے کہ

سراج سید حمزہ کے شاگرد تھے"۔ مگر اس کی تصدیق اہل دکن نہیں کرتے۔ خود سراج نے فارسی کے دیوانوں کا انتخاب کیا ہے، اُس کے دیباچے میں کچھ اپنے حالات بھی لکھے ہیں۔ اُن میں بھی اس کا ذکر نہیں کیا۔

عالمِ شباب ہی میں، سراج کی طبیعت میں جذب کی سی کیفیت پیدا ہوگئی تھی۔ سات سال تک سر و پا برہنہ حضرت برہان الدین غریب قدس سرہُ العزیز کے روضے کے گرد گشت لگاتے تھے۔ اور مستی کے عالم میں فارسی اشعار کہا کرتے تھے۔ سات برس کے بعد سید عبدالرحمٰن چشتی (متوفی ۱۱۶۱ھ) کے ہاتھ پر طریقۂ چشتیہ میں بیعت کی۔ مدتوں مرشد کی صحبت سے فیض اٹھاتے رہے۔ اپنے پیر بھائی، عبدالرسول خان کی تحریک سے ریختہ کی طرف توجہ کی اور پانچہزار اشعار کا ایک دیوان مرتب کیا۔ اس کے شائع ہوتے ہی دکن میں اُن کی شاعری کا چرچا ہوگیا۔ اور سب نے بالاتفاق تسلیم کیا کہ دکن میں ولی کے بعد سراج کے پایہ کا کوئی شاعر نہیں۔

فارسی اور ریختہ دونوں میں شعر کہتے تھے۔ خوش فکر شاعر تھے۔ شعروں میں درد ہوتا تھا۔ صاحب سلوک اور پاکیزہ مشرب بزرگ تھے۔

آخر عمر میں شعرگوئی ترک کرکے بالکلیہ تزکیہ نفس میں مشغول ہوگئے۔ ہر ہفتہ ایک مجلس سماع منعقد کرتے تھے، اُس میں شہر کے علماء اور مشایخ اور ہر طبقے کے لوگوں کو شرکت کا اذنِ عام تھا۔ اِس مجلس میں اُنھیں کی غزلیں گائی جاتی تھیں۔

ایک انتخاب دیوان شعراء فارسی، ایک دیوان فارسی اور ایک ریختہ آپ کی یادگار ہیں۔ دونوں زبانوں کے کلام کا انتخاب ذیل میں درج ہے:

کلام فارسی :

گل بے رنگ حقیقت کہ بہ دامانم بود ہمچو اشک از مژۂ خویش چکیدہ دیدم

نماز عشق ادا کردنی است عاشق را خوشم کہ دست ز جان شستم و وضو کردم

آتشے در دلِ واسوختہ افتاد سراج باز سیماب ز خاکستر اکسیر چکید

کلام ریختہ :

ڈورے نہیں ہیں سُرخ تری چشم مست کے شاید چڑھا ہے خون کسی بے گناہ کا

نہیں ہے تاب مجھے تیرے سامنے جانا کہاں سراج کہاں آفتاب عالم تاب!

مجھ نگین داغ دل پر نقش ہے حرف وفا عشق کی اُمت میں ہوں مُہر نبوت کی قسم

نہ پوچھو خود بہ خود کرتا ہوں تعریف اسکی قامت کی کہ یہ مضمون مجھ کو عالم بالا سے آتے ہیں

یاد رکھ اے دلِ خوں گشتہ کہ جوں تکمۂ لعل جامہ زیبوں کے گریباں کا گلوگیر نہ ہو

خبر تحیر عشق سُن نہ جنوں رہا نہ پری رہی نہ تو تو رہا نہ تو میں رہا جو رہی سو بیخبری رہی

شہ بیخودی نے عطا کیا مجھے اب لباسِ برہنگی نہ خرد کی بخیہ گری رہی نہ جنوں کی پردہ دری رہی

چلی سمت غیب سے اک ہوا کہ چمن سرور کا جل گیا مگر ایک شاخ نہالِ غم جسے دل کہیں سو ہری رہی

ترے جوش حیرت حُسن کا اثر اس قدر سے یہاں ہوا کہ نہ آئینے میں جلا رہی نہ پری میں جلوہ گری رہی

کیا خاک آتش عشق نے دلِ بے نوائے سراج کو نہ خطر رہا نہ حذر رہا جو رہی سو بیخطری رہی

روز جمعہ ۴ شوال ۱۱۷۷ھ ہجری کو سراج جادہ پیمائے عالم بقا ہوئے۔
میر اولاد محمد ذکا نے یہ تاریخ کہی :

چراغ دودۂ آلِ عبا سراج الدین کہ بود روشن ازو محفل سخن دانی
نمود چارم شوالؒ و صبح آدینہ بہ شمع انجمن عمر دامن افشانی
ز تیرہ بزم جہانِ فنا بہ دارِ بقا فروغ ناصیۂ خویش کرد ارزانی
کشید شعلۂ تاریخ سر ز طبع ذکا سراج بزم ارم را نمودہ نورانی
۱۱۷۷ھ

ہاشمی

ہاشمی تخلص۔ شاہ ہاشم نام۔ بیجاپوری الاصل۔ تاریخ ولادت معلوم نہ ہوی۔

مادر زاد نابینا اور علی عادل شاہ والی بیجاپور (۹۶۵ تا ۹۸۸ ہجری) کے زمانے کے شاعر تھے۔ ان کی ذکاوت و ذہانت مشہور تھی۔ ہندی میں شعر کہتے تھے۔ کلام میں اثر، رنگینی اور شگفتگی ہوتی تھی۔ قصۂ یوسف و زلیخا انھوں نے دکنی زبان میں منظوم کیا ہے۔ بہت خوب اور مشہور ہے۔ کلام کا نمونہ یہ ہے:

رضا گر مجھ کو دیتے ہو کروں گی گھر میں جا دارو اگر مجھ ہو دیگی فرصت صبح پھر آؤنگی چھوڑو
اگر کوئی آکے دیکھیگا تو دل میں کیا کہیگا وہ مجھے بدنام کیا کرتے اجی میں جاؤنگی چھوڑو

۱۱۹۰ ہجری میں وفات پائی۔ لیکن محبوب الزمن میں لکھا ہے کہ "ہاشمی علی عادل شاہ والی بیجاپور کے عہد کے شاعر تھے"۔ چونکہ بادشاہ موصوف نے ۹۸۸ھ میں انتقال کیا۔ اس لئے یہ سال رحلت (۱۱۹۰ھ) غلط معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ ۹۹۰ ہجری ہو۔

فتوت

فتوت تخلص۔ خواجہ عنایت اللہ نام۔ فرزند نواب لشکر جنگ۔ اورنگ آباد مولد۔ سال ولادت نہ معلوم ہوا۔

اپنے زمانہ کے علماء سے عربی اور فارسی تحصیل کی۔ شاعری اور انشاپردازی میں بھی کمال پیدا کیا۔ فارسی اور ریختہ دونوں میں شعر کہتے تھے۔ اس فن میں سید سراج اورنگ آبادی کے شاگرد تھے۔

فارسی کلام ملاحظہ ہو:

آتشِ ہجر تو اے ظالم نفس در سینہ سوخت　　دل بہ یادِ اختلاط و اُنست دیرینہ سوخت

کراماتِ نگاہِ مست او از چشم خود دیدم　　ہمیشہ بوئے مے می آید از خاکِ شہید الش

اردو اشعار کا نمونہ یہ ہے:

کھلے ہیں داغ سب دل کے گلستاں اسکو کہتے ہیں　　مرا ٹکڑے ہوا سینہ خیاباں اسکو کہتے ہیں

بزم سے شعلہ صفت گرد وہ زرہ پوش اُٹھے　　دل سوزاں سے مرے آہ شرر جوش اُٹھے

دور میں اس ساقی کیفی کے مے نوشوں میں ہم　　مدّتیں گزریں کہ ہیں مشہور مدہوشوں میں ہم

یہ سبک روحی تجھے معلوم ہے بادِ صبا　　خاک پر جوں نقشِ پا ہیں خانہ بردوشوں میں ہم

باغ میں جا خوب روئے تاک کے سائے تلے　　دل کو آخر گم کئے انگور کے خوشوں میں ہم

اُس لبِ لعل کا گر عکس پڑے آنکھوں میں　　دانۂ اشک مرا جوں گلِ مرجاں پھولے

یہ نہ معلوم ہوا کہ فتوت نے کب انتقال کیا۔

فصل دوم

وہ شعرا جو مختلف شہروں سے دکن میں آئے اور یہیں کے ہو رہے

مِنّت

مِنّت تخلص۔ میر قمرالدین نام۔ قصبۂ سونی پت (از مضافات دہلی) مولد۔ سال ولادت (تخمیناً)[1] ۱۱۵۹ھ ہجری ہے۔

مِنّت نے دہلی میں نشو و نما پائی۔ تحصیل علم کے بعد حضرت مولانا فخرالدین اورنگ آبادی ثم الدہلوی قدس سرہٗ العزیز کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ دہلی میں جب تک رہے سنی المذہب تھے۔ لکھنؤ جا کر شیعہ ہو گئے۔ اور امرائے لکھنؤ کی مدح میں قصائد کہہ کر بیش بہا عطیات پائے۔ پھر کلکتے گئے۔ گورنر جنرل کی تعریف میں قصیدہ پیش کیا اور ملک الشعراء کا خطاب پایا۔

۱۲۰۰ھ ہجری میں حیدر آباد آئے۔ حضور نظام علی خان والی حیدر آباد دکن (۱۱۷۵ھ تا ۱۲۱۸ھ ہجری) کے حضور میں قصیدہ پیش کیا۔ اس کے صلے میں دس ہزار روپیہ کا گراں قدر عطیہ' جو نقد و جنس پر مشتمل تھا' اور دو سو روپیہ ماہوار کا منصب عطا ہوا

پھر ایک طویل سیر و سفر کے بعد دو بارہ لکھنؤ پہنچے اور راجہ ٹکیت رائے کے مصاحب ہو گئے۔ چند روز کے بعد پھر کسی کام سے کلکتے گئے۔ وہیں ۱۲۰۸ھ ہجری میں انتقال کیا۔ اُس وقت اُن کی عمر اُنچاس سال کی تھی۔ یہ روایت کہ اُنھوں نے لکھنؤ میں

---

[1] مؤلف گلشن بے خار نے لکھا ہے کہ انتقال کے وقت منت کی عمر انچاس سال کی تھی۔ مؤلف محبوب الزمن کہتے ہیں کہ اُن کا انتقال ۱۲۰۸ھ ہجری میں ہوا۔ اس حساب سے انکا سال ولادت ۱۱۵۹ھ ٹھیرتا ہے۔

وفات پائی بالکل غلط ہے:

انھوں نے ذیل کے اشعار میں اپنی تصنیفات کی تعداد بتائی ہے:

دریں عمر دہ مثنوی گفتہ ام بہ آئین و طرز نوی گفتہ ام
چو اشعارِ من در عددمی رسد شمارِ قصائد بہ صدمی رسد
بود شعرِ من در غزل سی ہزار زیا نصد رباعی گرفتم شمار

فارسی کے زبردست شاعر تھے۔ نثر میں ایک کتاب بنام شکرستان، سعدیؒ کی گلستان کی طرز پر لکھی ہے۔ کبھی کبھی ریختہ میں بھی فکر فرماتے تھے۔ نمونۂ کلام یہ ہے:

اِس آنے کا کیا لطف ہے پیارے ہر دم جو کہو کہ جائینگے ہم

گر اُس لبِ جاں بخش کی میں بات سناؤں عیسےٰ بھی جو کچھ بولے تو صلوات سناؤں

قدم رکھ گیا کون سینہ پر اپنے گلِ داغ میں آج منہدی کی بو ہے

مِنّت ایسے کو دل دیا تو نے اے مری جان! کیا کیا تو نے

مدّعی اُس سے سخن سازِ بہ سالوسی ہے پھر تمنّا کو یہاں مژدۂ پابوسی ہے

بیان

بیاؔن تخلص۔ خواجہ احسن اللہ نام۔ دہلی مولد۔ والد کا نام اور سال ولادت معلوم نہ ہوا۔

بیان نے مرزا جان جاناں علیہ الرحمہ سے تعلیم پائی اور آپ ہی سے مشق سخن کی۔ حضرت مولانا فخر الدین اورنگ آبادی ثم الدہلوی قدس سرہ العزیز کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔

نواب نظام علی خان آصف جاہ ثانی فرماں روائے دکن (۱۱۷۵ھ تا ۱۲۱۸ھ ہجری) کے عہد ریاست میں حیدر آباد آ گئے اور اپنی عمر کا آخری حصہ اِن ہی کی سرکار میں بڑی عزت سے گزار دیا۔

نیک خلقی، خوش طبعی اور پاک سیرتی کی وجہ سے ہر دل عزیز تھے۔ کلام کا نمونہ یہ ہے:

کوئی کسی کا بیاں آشنا نہیں دیکھا — سوائے اس کے اِن آنکھوں نے کیا نہیں دیکھا

مصلحت ترکِ عشق ہے، ناصح — لیکن یہ ہم سے ہو نہیں سکتا

خانماں کچھ ہم بھی رکھتے تھے کبھو لیکن یہاں — اب یہی در ہے، یہی گھر، خانۂ اُلفت خراب

کہتا نہیں میں عرش پر اے نالہ جا پہنچ — کانوں تلک تو اُس کے تو لے نارسا پہنچ

ہم سرگزشت کیا کہیں اپنی کہ مثلِ خار — پامال ہو گئے ترے دامن سے چھوٹ کر

صاف مُنہ پر میں نہیں کہتا کہ ہو گا اُس کے پاس
ورنہ کیا واقف نہیں میں دل مرا ہے جس کے پاس

رسوا ابھی سے کرتی ہے اے چشمِ تر مجھے — آنا ہے اُس کی بزم میں بار دگر مجھے
آیا ہوں اُس گلی سے ابھی دم نہیں لیا — پھر لے چلا ہے یہ دلِ وحشی اُدھر مجھے

ہزاروں قصرِ جنّت کے برابر میں سمجھتا ہوں — اگر گردوں دوں آسودہ زیرِ خاک رہنے دے
فرشتوں کی عبادت کا مصلّی ہے مرا دامن — اگر آلودگی دنیا کی اُس کو پاک رہنے دے

شبِ فراق کی دہشت سے جان جاتی ہے — یہی ہے صبح سے دھڑکا کہ رات آتی ہے

سنہ ۱۲۱۳ ہجری میں بمقام حیدر آباد دکن انتقال کیا۔ اُن کے شاگرد رائے گلاب چند نے تاریخ رحلت کہی "استاد از جہاں رفت"

لطف

لطف تخلص۔ مرزا علی خاں نام۔ سال ولادت اور دیگر حالات معلوم نہ ہوئے۔

ان کے اسلاف کا وطن استر آباد تھا۔ وہاں سے ہندوستان آئے اور دہلی میں سکونت پذیر ہوئے۔ لطف کی نشو و نما دہلی ہی میں ہوی اپنے زمانے کے علماء سے تحصیل علم کی، فاضل یکتا اور شاعر غرّا ہوئے۔

دہلی سے بنگالہ گئے۔ وہاں سے نواب نظام علی خاں آصف جاہ ثانی (۱۱۷۵ تا ۱۲۱۸ھ) کے عہد دولت میں حیدر آباد پہنچے۔ نوّاب موصوف اور اعظم الامراء دیوان دکن کی مدح میں قصائد پیش کئے۔ چار سو روپیہ ماہوار منصب اور ایک پالکی کے عطیہ سے سرفراز ہوئے۔ اعظم الامراء نے بھی بڑی قدر افزائی کی۔ جب میر عالم وزیر ہوئے تو انھوں نے از راہِ قدر دانی لطف کو اپنی مصاحبت میں رکھ لیا۔

سنا گیا ہے کہ لطف نے ریختہ گو شعرا کا ایک تذکرہ بھی لکھا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ اس کا نام تک نہ معلوم ہوا۔

کلام کا یہ انداز ہے:

نہ پہنچی ضعف سے لب تک دعا ہی ورنہ سدا   درِ قبول تو اس آرزو میں باز رہا

جو عمر خضر ہو شاید تو وصل ہووے نصیب   یہ زندگی جو تھی اس میں تو امتحان رہا

ساقی لگائے خُم مرے مُنہ سے کہ بار بار   احسان کون کھینچے سبو اور ایاغ کا

کیا کم ہے سلطنت سے سگ کوی یار گر   قانع ہو استخواں پہ ہمارے ہما کی طرح

ہے یہ بھی نئی چھیڑ، شب وصل میں دلدار، پوچھے ہے وہ کتنی رہی شب کچھ نہیں معلوم

لطف نے ۱۲۳۳ہجری میں انتقال کیا۔

نصیر

نصیر تخلص۔ نصیر الدین نام۔ فرزند شاہ غریب دہلی وطن۔ سال ولادت معلوم نہ ہو سکا۔

آپ کے والد صوفی مشرب، گوشہ نشین تھے۔ درویشی کے باوجود امیرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ نصیر نے اپنے والد ہی کے سائے میں ناز و نعمت سے پرورش اور اپنے زمانے کے اساتذہ سے ضروری تعلیم پائی۔ حالانکہ تمام درسی کتابیں بھی ختم نہ کی تھیں، مگر فن شاعری میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ شاہ محمدی مائل سے تلمذ تھا۔ مگر آزاد کا بیان ہے کہ آپ نے شیخ قیام الدین قائم سے مشق سخن کی تھی۔ میر حسن کا قول ہے کہ شاہ قدرت اللہ کو کلام دکھاتے تھے۔ گلشن بیخار میں بھی ان کو قدرت ہی کا شاگرد لکھا ہے۔ دہلی کی تباہی کے بعد نصیر مرشد آباد جا کر وہیں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ ممکن ہے کہ ابتدا میں شاہ محمدی مائل اور شیخ قیام الدین قائم سے اصلاح لی ہو۔ اور مرشد آباد میں سکونت کے بعد شاہ قدرت اللہ کے شاگرد ہو گئے ہوں۔

دہلی سے ایک مرتبہ لکھنؤ اور تین بار حیدر آباد گئے اور وہاں سے دہلی آ گئے۔ چوتھی مرتبہ مہاراجہ چندو لال[1] بہادر دیوان

---

[1] مہاراجہ چندو لال کا خطاب "راجہ راجایان مہاراجہ بہادر" تھا۔ آپ قوم کے کھتری تھے۔ آباد اجداد کا وطن پنجاب تھا۔ آپ کے پردادا کا نام مول چند تھا۔ یہ نواب آصف جاہ اول کے ساتھ حیدر آباد گئے تھے۔ آصف جاہ اول نے اُن کو کروڑگیری کے محکمہ کا افسر اعلیٰ مقرر فرمایا تھا۔ ان کے فرزند لچھمی رام اور پھر ان کے فرزند نانک رام اسی خدمت پر مقرر ہوتے چلے آئے۔ یہی نانک رام مہاراجہ چندو لال کے چچا ہیں۔ اُن ہی نے مہاراجہ کے والد کے انتقال کے بعد پرورش کیا۔ اور اچھی تعلیم دلوائی۔ نانک رام کے انتقال کے بعد ان کے صاحب زادے رای لکھپت رای موروثی عہدے پر مقرر ہوئے (بقیہ صفحہ آئندہ پر)

دکن نے سات ہزار روپیہ زادِ راہ کا خرچ بھیجکر آپ کو دہلی سے حیدر آباد بلوالیا اور پچیس روپیہ یومیہ (ساڑھے سات سو روپیہ ماہوار) مقرر فرمایا۔ بلدۂ حیدر آباد میں امرا و عاید سلطنت آپ کی بڑی عزت کرتے تھے۔ وہاں کے بہت سے شعرا نے آپ کی شاگردی کا فخر حاصل کیا۔

آپ آخر عمر تک حیدر آباد ہی میں مقیم رہے۔ آپ کی ذات میں بہت سی خوبیاں جمع تھیں۔ شعروں میں اکثر سنگلاخ زمین اختیار کرتے تھے۔ دقیق الفاظ کو اِس سلاست کے ساتھ باندھتے تھے کہ حیرت ہوتی ہے۔ بذلہ گوئی اور حاضر جوابی میں کمال حاصل تھا۔ مشاعرے میں بہت بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ کلام کا یہ نمونہ ہے:

زیب تن گرچہ ہے گل پیرہنِ سرخ ترا   لیکن انجام یہ ہوگا کفن سرخ ترا
ہے مری آہ یہاں نخلِ گلستانِ خلیل   رخِ گلنار وہاں ہے چمنِ سرخ ترا
سچ بتا تو مجھے سوفار خدنگِ قاتل   لہو کس کس کا پیے گا دہنِ سرخ ترا

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ) دو ہی برس کے بعد وہ سورگ باش ہوے تو مہاراجہ چندو لال کو یہ خدمت ملی۔ مہاراجہ اچھے تعلیم یافتہ، ذہین، فہیم، محنتی، جفاکش، اپنی سرکار کے بہی خواہ، سرکاری کام میں حزم و احتیاط برتنے والے تھے اور ہر جزوی و کلی کام کو بذات خود کرتے تھے۔ انھوں نے اپنی کارکردگی سے دربار آصف جاہی میں رسوخ و نفوذ پیدا کرلیا۔ ۱۲۱۳ھ ہجری میں کڑپہ وغیرہ ممالک مفتوحہ کا انتظام ان کو سپرد ہوا اور خطاب راجہ بہادر عطا ہوا۔ ۱۲۱۹ھ ہجری میں پیشکاری جیسے عہدۂ جلیلہ پر ترقی کی۔ اس زمانے میں نواب منیر الملک وزیر تھے۔ ان کی وجہ سے سارا انتظام ملکی و مالی مہاراجہ کے ہاتھ میں آگیا۔ ۱۲۲۵ھ میں مہاراجہ بہادر کا خطاب، ہفت ہزاری منصب، نوبت، گھڑیال، جواہر گراں بہا اور جاگیر سے سرفرازی پائی۔ ۱۲۴۳ھ ہجری میں راجہ راجایاں کا خطاب ملا۔ اگرچہ عہدہ وہی پیشکاری کا رہا۔ مگر وزارت اور دیوانی کے تمام کام پر ان ہی کا قبضہ تھا۔ نواب منیر الملک صرف برائے نام خطاب و جاگیر رکھتے تھے۔

مہاراجہ کی داد و دہش اتنی زبان زد عام ہے کہ اس کے لکھنے کی چنداں حاجت نہیں۔ انتہا ہے کہ شمالی ہندوستان میں حیدر آباد چندو لال کا کہلاتا ہے کم و بیش پچاس سال تک پیشکاری کرنے کے بعد ۱۲۶۰ھ ہجری میں مستعفی ہوئے اور ۱۲۶۱ھ میں بیاسی برس کی عمر پاکر انتقال کیا۔ فارسی اور ریختہ دونوں میں طبع آزمائی کرتے تھے اور شاداں تخلص تھا۔
(ماخوذ از گل رعنا)

سقفِ فلکِ کہنہ میں کیا خاک لگاؤں | اے ضعفِ دل! اس آہ کا تھم اُٹھ نہیں سکتا
دل پر ہے مرے خیمۂ ہر آبلہ استاد | کیا کیجیے کہ یہ لشکرِ غم اُٹھ نہیں سکتا
ہر جا متجلّی ہے وہی پردۂ غفلت | اے معتکفِ دیر و حرم اُٹھ نہیں سکتا

نکلی تھی دمِ تیشہ زنی سنگ سے آواز | فرہاد یہ دشمن ہے تری جان کا لوہا

قدم نہ رکھ مری چشمِ پُر آب کے گھر میں | بھرا ہے نوح کا طوفاں حباب کے گھر میں

دیکھ لیتی جو اُٹھا کر ترے کیا ٹوٹتے ہاتھ | لیلیٰ! ایسا تو نہ تھا پردۂ محمل بھاری

دل کا کیا مول بھلا زلف چلیپا ٹھیرے | تیری کچھ گانٹھ گرہ میں ہو تو سودا ٹھیرے
جنبشِ لب یہ قیامت ہے کہ جی اُٹھے ہم | آج اک بات میں تم رشکِ مسیحا ٹھیرے

۱۲۵۴ھ ہجری میں اس جہانِ فانی کو الوداع کہا۔ حضرت شاہ موسیٰ قادری رحمہ اللہ کے روضے میں، جو حیدر آباد دکن کے نامور مشائخ میں سے تھے، سپرد خاک ہوے۔ آپ کے ایک شاگرد نے "چراغ گل" (۱۲۵۴) سے تاریخ رحلت نکالی۔

مسرّت

مسرّت تخلص۔ شیخ وزیر علی نام۔ باشندۂ دہلی۔ سالِ ولادت معلوم نہ ہوا۔

شاعری میں عزت اللہ خاں عشق سے تلمذ تھا۔

۱۲۲۹ھ ہجری میں حیدر آباد گئے۔ چند سال وہیں مقیم رہے مہاراجہ چندو لال نے ان کے نام دو روپیہ روزانہ مقرر کر دیا تھا۔

یہ شعر ان ہی کا ہے:

اگرچہ روتے روتے کھوئیں آنکھیں　　نہ رکھا دیدۂ خوں بار پر ہاتھ

۱۲۵۶ھ ہجری میں عالم بقا کی راہ لی۔

عزلت

عزلت تخلص۔ میر عبدالعلی نام۔ فرزند سیّد سعد اللہ سلونی۔ وطن قصبۂ سلون ملک اودھ سال پیدائش معلوم نہ ہوا۔

آپ شاہ پیر محمدؒ سلونی کے نواسے اور خود عالم جیّد اور فاضل متبحّر تھے۔

ابتدا میں اپنے والد سے تعلیم پائی۔ بڑے ذہین اور طبّاع تھے بہت جلد استعداد کامل پیدا کرلی۔ موسیقی اور مصوری میں بھی کمال پیدا کیا۔ بڑے ہوئے تو وطن سے حج کے لئے نکلے اِس فریضے سے فارغ ہوکر سورت آئے اور وہیں مقیم ہوگئے۔

پہلے فارسی کہتے تھے، بعد کو ریختہ کی طرف توجہ کی اور اُس میں ایسی ترقّی کی کہ اُستاد مانے جانے لگے۔ ۱۱۶۴ھ ہجری میں دہلی گئے۔ سراج الدین علی خان آرزو اور میر محمدؒ تقی میرؔ سے ملے۔ میر صاحب نے اُن کے متعلق نکات الشعراء میں یہ رائے ظاہر کی ہے:

"نسبتے تمام بہ سخن دارند۔ از اسالیبِ کلام شاں واضح می گردد کہ بہرۂ بسیارے از دردمندی دارند"

دہلی سے مرشد آباد کا رُخ کیا۔ تھوڑی مدّت کے بعد دکن گئے اور اورنگ آباد میں سکونت پذیر ہوئے۔ نواب ناصر جنگ نظام الدولہ کا زمانہ تھا۔ انھوں نے از راہِ قدر دانی تنخواہ مقرر کردی۔ اُن کی شہادت کے بعد حیدر آباد چلے آئے۔ نواب صلابت جنگ آصف الدولہ نے جاگیر میں دو گاؤں عطا فرمائے۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:

جلایا مصحفِ دل تجھ نے کیوں برقِ تغافل سے　　جو سچ بولوں تجھے جھوٹی قسم کھانے کو کام آتا

سیہ روزی میں میری قدر کو احباب کیا جانیں اندھیری رات میں کس کو کوئی پہچانتا ہیگا

بجز رفاقتِ تنہائی آسرا نہ رہا. سوائے بے کسی اب اور آشنا نہ رہا

سدھارے گل کہاں سونے پڑے ہیں گلستاں اپنے
گئی ہیں بلبلیں کیدھر جلا کر آشیاں اپنے

خاطر یاراں میں ہے ہم خاکساروں کا غبار صاف شکوہ دلوں میں کیا محبت خاک سے

اے بلبل اتنی روکے دعا ہر سحر تو مانگ حق تیری آہِ سرد چمن کی صبا کرے

۱۲۸۹ھ ہجری میں انتقال کیا۔ حیدر آباد میں میر مومن کے دائرے میں دفن ہوئے۔

کرم

کرم تخلص۔ شیخ غلام ضامن نام۔ قصبۂ کوتانہ ضلع میرٹھ وطن۔ والد کا نام اور سال ولادت معلوم نہ ہوا۔
حصولِ علم وغیرہ کے لئے کچھ دنوں دہلی میں مقیم رہے۔ پھر حیدرآباد چلے گئے اور برسوں یہاں سکونت پذیر رہے۔ اُن کا شمار بڑے شعرا میں تھا۔ پیرانہ سالی کے باوجود طبیعت میں شگفتگی اور ظرافت تھی۔ حکیم مومن خان دہلوی کے شاگرد تھے۔ فارسی اور ریختہ دونوں میں شعر کہتے تھے۔ اشعار کا نمونہ یہ ہے:

تیر ناخوردہ تمہا رشک سے کیا کیا تڑپا استخوانوں میں مرے دیکھ کے پیکاں تیرا

ہاتھ ہو ویگا مرا اور ترا داماں ہوگا چاک جب صبح قیامت کا گریباں ہوگا

نسبت ہے میرے داغ سے کیا گُل کو عندلیب | گو آہِ سرد و بادِ سحر دونوں ایک ہیں
روزِ شمارِ جان شبِ ہجر کو کرمؔ، | نے شام اُسے، نہ اس کو سحر دونو ایک ہیں

اے طفلِ اشک! دیکھ کے برباد کیجیو | ہر پارۂ جگر ورقِ انتخاب ہے

اُس کو شہرت کی تمنّا مجھے رسوائی کی | ہر کوئی آرزوئے نشو و نما رکھتا ہے

گھبرا کے لگے دیکھنے وہ اپنے بنا گوش | جب اشک مری آنکھوں کے دُردانہ سے نکلا

افسوس ہے کہ کرمؔ کی تاریخ وفات نہ معلوم ہوئی۔

ممتاز

ممتازؔ تخلص۔ فضل علی نام۔ والد کا نام اور سالِ ولادت معلوم نہوا آپ دہلی کے شیخ زادوں میں سے تھے دہیں پیدا ہوئے اور نشو و نما پائی۔

پہلے قرآنِ مجید حفظ کیا۔ حصولِ تعلیم کے بعد مرزا رفیع سوداؔ سے مشقِ سخن کی اور بڑے شاعر ہوئے۔ آخر عمر میں دکن گئے تھے۔ تذکرۂ میر حسن سے اتنا ہی پتہ چلتا ہے۔ ایک مثنوی لاٹھی نامہ بھی لکھی تھی۔ جس کے چند اشعار بطور نمونہ یہ ہیں:

ہوتی ہے دنیا میں جو کچھ تحفہ چیز | سب سے ہے ممتازؔ کو لاٹھی عزیز
کوچ و مقام اس کا ہے سب اپنے ہاتھ | جب کہیں چلئے، تو ہے بے عذر ساتھ
ہاتھ میں رکھتے ہیں اسے ہوشمند | ڈرتے ہیں سب اس سے درند او گزند
اتنا کم آزاد اور ایسا شفیق، | اور بھی کوئی ہے کسی کا رفیق
چوب نہیں، دل برخوش خو ہے وہ | یار ہے وہ، قوّتِ بازو ہے وہ
اس کے گھرانے یہ جو کیجے خیال | چھوٹے بڑے جتنے ہیں سب ذی کمال
کوئی تو ہے خامۂ معجز طراز | کوئی ستم گر ہے نے نغمہ ساز

کوئی تو ہے ہمسر تیغ و قلم — تاہم بزرگاں، بہ بزرگی علم
اس کے گھرانے کو بڑائی قدیم — وال ہے اعجاز عصائے کلیم،

غزلیات کا نمونہ یہ اشعار ہیں:

ہزار مرتبہ دیکھا ستم جُدائی کا — ہنوز حوصلہ باقی ہے آشنائی کا

ڈروں میں کس لئے رنجش سے پیار میں کیا تھا — میں اب خزاں کو جو روؤں بہار میں کیا تھا
جفا سے یار نے کس طرح کر دیا مایوس — اور اپنی خاطر امیدوار میں کیا تھا
ترے ہی واسطے آئے عدم سے ہم یاں تک — دگرنہ ہستئ ناپائدار میں کیا تھا

بال و پر توڑ کے جب تو نے قفس کو سونپا — وہیں آخر ہوئی صیاد رہائی کی ہوس
طالب وصل بتاں پھر بھی ہوا ہے ممتاز — دل میں باقی ہے کچھ اک داغ جدائی کی ہوس

ہمارے رونے میں دل سے بخار اُٹھتا ہے — کہ جیسے پانی کے چھڑکے غبار اُٹھتا ہے
ہے ان دنوں دلِ نالاں فرنگ کا گھڑیال — رہے رہے کبھی آپ ہی پکار اُٹھتا ہے

عشق میں عرض تمنا مانع دیدار ہے — میرا ہی دستِ دعا منہ پر مرے دیوار ہے
دل کے لے جانے سے کچھ خاطر پر اپنے تو نہ لا — چپ تو رہ ممتاز پھر دیویگا آخر یار ہے

یاد اُس شوخ کی اس دل میں بھری رہتی ہے — لوگ کہتے ہیں کہ اس گھر میں پری رہتی ہے
مت ہنر پر تو ہو نازاں مددِ بخت ہے شرط — قابلیت جو ہے ممتاز، دھری رہتی ہے

بے نیازی عشق کی وہ کچھ تمھارا ناز یہ
اس کا کیا انجام ہوگا، جس کا ہے آغاز یہ

فصل سوم

وہ ریختہ گو شعرا جو مدراس میں پیدا ہوے

نصرتی

نصرتی تخلص۔ محمد نصرت نام۔ کرناٹک مولد۔ سال ولادت معلوم نہیں۔

صاحب محبوب الزمن نے لکھا ہے کہ نصرتی حاکم کرناٹک کے عزیزوں میں سے تھے، لیکن انھوں نے یہ نہیں بتایا کہ کس حاکم کے عزیز تھے اور کیا رشتہ تھا۔ اتنا ثابت ہوتا ہے کہ وہ سنی المذہب اور حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمہ اللہ کے خاندان کے کسی بزرگ کے مریدوں سے تھے۔ متوکلانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ امرا کی مدح سے جو فتوحات انھیں حاصل ہوتیں اُن ہی سے اپنے ذاتی مصارف چلاتے۔ طبیعت میں داد و دہش بہت تھی۔ جو کچھ ملتا آدھا غریبوں اور فقیروں پر خرچ کردیتے تھے۔

مدّت تک کرناٹک میں مقیم رہے۔ پھر دکن کی سیر کرتے ہوے بیجاپور پہنچے۔ علی عادل شاہ کا عہد تھا۔ بادشاہ نے اُن کے نام بھاری منصب جاری فرمادیا۔

گل رعنا میں لکھا ہے کہ زبیری نے "بساتین السلاطین" بیجاپور میں ان کا ذکر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نصرتی کی تصانیف میں گلشن عشق ایک مثنوی ہے، جس میں "منوہر کنور"

اور "مدمالتی" کے عشق کا قصہ نظم کیا ہے۔ دوسری کتاب شاہ نامۂ فردوسی کا ہندی جواب علی نامہ ہے، جس کو انھوں نے ۱۰۷۶ھ میں تصنیف کیا تھا۔ اس میں علی عادل شاہ کی فتوحات اور اس کے کارنامے نظم کئے ہیں۔ تیسرا مجموعۂ قصائد اور چوتھا دیوان ہے۔

علی نامہ بڑے پائے کی کتاب ہے۔ جس زمانے میں لکھی گئی ہے۔ اُن دنوں اس کا بڑا چرچا اور رواج تھا۔ مگر آج کل اہل دکن بھی اسے دقیق سمجھتے ہیں۔ اسی کتاب پر بادشاہ نے نصرتی کو خلعت اور ملک الشعرا کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ دکن کے ہندی گو شعرا میں صرف یہی ایک ملک الشعرا ہوے ہیں۔

نصرتی کے کلام میں مضمون آفرینی کے ساتھ فصاحت اور شیرینی بہت ہے۔ علی نامہ کا یہ انداز ہے،

حمد

دھنی تو تجھ سے مسجد و دیر کا — نہیں ہے کوئی صلح ہور بیر کا
ترا دھیان دائم دھرے دل میں پور — جتا جن و انسان وحشی و طیور
کتی کہ سکے حمد کوئی بے شمار — کہ دریا کوئی تیر جاتا ہے پار

منقبت

زہے بیشۂ لامکاں کا دلیر — علیؑ ولی او خدا کا ہے شیر
محباں کے دل میں ترا حب یقیں — جنم جگ ہے ایماں کوں حصن حصیں
تو اک کوٹ ہے برج جس کے تمام — او بارہ اماماں علیہ السلام،

مدح علی عادل شاہ

قلم آج جو مجھ جہاں گیر ہے — صفت شہ کی لکھنے کی تاثیر ہے
ہر اک دیپ تجھ دیپ آنا ضرور — کہ سب ملک اندھارا دکن ہے نور
ترا چتر خورشید کا سائباں — منگے تجھ علم کا پناہ آسماں

مذمت طمع

طمع اہل عزت کوں کرتی ہے خوار — کرے جگ میں بے قول و بے اعتبار

طمع نام و ناموس کا کال ہے — طمع جیوں گو سکہ کے بھونچال ہے
طمع بخت لے چھین ہونداکرے — طمع ساؤ کو بنت کلونداکرے

خاتمۂ کتاب

سخن کا بڑا قدر ہے شہ کے پاس — کہ جو ہر پرکتا ہے جوہر شناس
کتا ہوں سخن مختصر بے گمان — کہ یو شاہ نامہ دکن کا ہے جان

نصرتی کے اشعار کا یہ رنگ ہے:

ناداں سے نصیحت کے بچن بول نکو — پانی منے کھاری تو شکر گھول نکو
تجھ عشق کے دریا منے جن تیر گیا ہے — وہ گوہر مقصود کماں کر سولیا ہے

ملک الشعرا نصرتی نے ۱۰۹۵ھ ہجری میں کارکنان قضا کو اپنی جان سونپ دی۔

ممتاز

ممتاز تخلص۔ غلام حسین نام۔ عمدۃ الامرا معین الملک اسدالدولہ حسین علی خان بہادر ذوالفقار جنگ سپہ سردار خطاب۔ فرزند نواب والا جاہ فرماں روائے کرناٹک۔ مدراس مولد۔ محرم ۱۱۶۱ھ ہجری (مطابق ۱۷۴۸ء) سال ولادت ہے۔

آپ نواب والا جاہ (۱۱۶۴ھ تا ۱۲۱۰ھ ہجری) کے خلف اکبر تھے درسی کتابیں اساتذۂ سرکاری سے ختم کیں۔ طبیعت بہت موزوں پائی تھی۔ اردو میں شعر کہتے تھے۔

عالی گوہر شاہ عالم بادشاہ دہلی کی پیشگاہ سے خطابات مذکورۂ بالا کے علاوہ منصب ہفت ہزاری ذات و ہفت ہزار سوار و خلعت فاخرۂ ملبوس خاص مع جیغہ و سرپیچ و ماہی مراتب و پالکی جھالر دار عطا ہوئے۔

نواب والا جاہ بہادر نے ۱۲۱۰ھ ہجری مطابق ۱۷۹۵ء میں انتقال فرمایا۔ ان کے بعد آپ مسند آرائے کرناٹک ہوئے۔

جناب ممتاز کا ذکر کسی تذکرے میں نہیں ہے۔ جو کچھ یہاں تحریر

ہوا ہے تزک والا جاہی سے مختصراً لیا گیا ہے۔ آپ کے قلمی دیوان سے ذیل کے منتخب اشعار درج کئے جاتے ہیں:

یا رب! یہ تماشا ہے عجب بوالعجبی کا ۔۔۔ اُمّی ہے مُدرّس ترے علم وہبی کا

لختِ دل منہ سے نکلتے ہیں ابھی بات کے ساتھ ۔۔۔ پوچھ مت راز، صبا! غنچہ کی خاموشی کا

تدبیر سے وہ مٹ نہیں سکتا ہے زینہار ۔۔۔ جو کچھ قلم نے دفترِ تقدیر پر لکھا

جسمِ آدم تین عنصر سے نہیں حاصل ہوا ۔۔۔ آگ جب دل میں پڑی تب آدمی کامل ہوا

خلقتِ انساں کے آگے سے ہے عاشق کا ظہور ۔۔۔ جب لگے آدم بنانے کو تو پہلے دل ہوا

ہے خارِ پا مجھے انگشت راہبر، اے خضرؑ ۔۔۔ نہیں ہوں تجھ سے میں محتاج رہنمای کا

ہے اپنے دل میں عشق رخِ گل عذار کا ۔۔۔ باندھا ہے ہم نے گانٹھ میں موسم بہار کا

مے مدرسے میں خوار ہے، مے خانے میں کتاب ۔۔۔ حرمت کہیں کسو کی نہیں قدر داں سے دور

سجدہ کروں پہ نقش قدم پاؤں جس طرف ۔۔۔ تیری ہے یہ نماز، خدا کی جدا نماز
بحرِ کرم کا جوش نہیں منحصر بہ زہد ۔۔۔ کیا چیز ہم ہیں، اور ہماری ہے کیا نماز

نامہ بر آگاہ جب ہوئے تو نامہ کیا ضرور ۔۔۔ نامۂ حق تھا پیمبرؐ کو زبانِ جبرئیل

دل جو کہتا ہے سو کرتا ہوں، ملامت نہ کرو ۔۔۔ ساتھ میں مرشدِ کامل کو لئے پھرتا ہوں

دوست ہوتا ہے جہاں میں ایک جیوں ذاتِ خدا　　وہ تو ناداں ہیں جو کرتے ہیں شمارِ دوستاں

مجھ سے نہ رکھیو کوہ کنی کی کبھی امید　　میں حالِ بے وفائیٔ شیریں شنیدہ ہوں

شراب خواری کو شیخ اس سوا بہانہ نہیں　　نمک ملا کے پیوے تو کچھ گناہ نہیں

جب آدم کو کیا ابلیس بے جرم آشنا　　آدمی تب سے گنہ کرنے میں بے تقصیر ہے

جان کر اپنے کو نادان بنا ناممتاز　　یہ ہی اک وقت میں اک طرح کی دانائی ہے

شیخ کو تو ہے عوض باغ ارم چاہیئے　　یہاں تو خداوند کا فضل و کرم چاہیئے

شراب ہو چکی، مینا میں مے سے بو نہ گئی　　ہمارے دل سے جوانی کی آرزو نہ گئی
اسے بھی لے کے ڈبونا تھا خضرؑ اپنے ساتھ　　بھلا ہوا کہ سکندر کی آبرو نہ گئی

اے دل! وہ خیر محض ہے اس سے نہ ہو بدی　　دوزخ سے تو نہ ڈر، یہ ڈرانے کی بات ہے

ہیں مری نظروں میں یکساں اس چمن کے خوب و زشت
چشمِ وحدت بین میں جیسا گل ہے ویسا خار ہے

گفتگوی حشر کا یارب کہاں ہم کو دماغ　　کاغذِ تصویرِ جاناں نامۂ اعمال ہے

ہے چشمِ آئینہ کا ہنر عیب دیکھنا　　ممتاز اپنی آنکھ بہت عیب پوش ہے

خدا سے بھی جو زباں پر سوال آتا ہے　　تو چہرے پر عرق انفعال آتا ہے

یاخدا. بندہ سے بھی بندہ کوٹک ڈر چاہئے بد ترینِ خلق دنیا میں دلِ بے باک ہے

نہ اُٹھ سکا تری چھاتی سے یہ پہاڑ آخر میں یونہا نہ تھا فرہاد کام بھاری ہے

دیکھئے جینا بھی اے خضر! کچھ رکھے ہے مزہ یہ زندگی ہے تری یا نفس شماری ہے!

نسبت نازک ہے ان دونوں میں اے ممتاز دان انتہائے دشمنی ہے ابتدائے دوستی

برنگ سرو جو آزاد ہو رہا ہو اُسے زمیں نہالی ہے اور آسماں رضائی ہے
نشانہ سنگِ بلا کا ہے میوہ دار درخت بھلائی کا ثمر اِس باغ میں بُرائی ہے

جمع میں افراد ہیں خود جمع فرد جو ہے تیرا شاہد توحید ہے

ظاہر ہے چشم اہلِ بصیرت میں اب تلک لیلیٰ کی شکل قیس کی سنگ مزار ہے

بسمل جو کرے ہماری تقلید بے تابیِ دل کہاں سے لائے

جو سمجھے غنچۂ دل اپنی آہ سرد کی قدر نسیم صبح سے پھر ہرگز التجا نہ کرے

بدنام بُت پرستی سے کرتا ہے کیوں مجھے اے شیخ! تیرا سبحہ بھی زنار دار ہے

سجدہ کرتے ہیں آدمی کو ملک بندگی میں ہمیں خدائی ہے

غم کو فرہاد عیش کو پرویز یہ خدائی کا کارخانہ ہے
دل کا لے درد کا نام مت لینا میرے صاحب کا یہ ٹھکانہ ہے

امتحاں یہ خدا کا ہے ایوبؔ عشق کا زور آزمانا ہے

حق سے ممتازؔ کو ہے نظم امورِ عالم نظم اشعار سے ہو کیونکہ سروکار مجھے

کہتے ہیں کہ یوسفؑ کو زلیخا نے لیا مول معشوق جو بکتے ہوں تو ہم کو بھی دلا دے

جناب ممتازؔ نے سات برس حکومت کرنے کے بعد پچپن سال کی عمر میں ۳۰ ربیع الاول ۱۲۱۶ھ ہجری مطابق ۱۸۰۱ء کو وفات پائی۔

نادر

نادرؔ تخلص ہے۔ نام، ولدیت، مولد اور سال ولادت معلوم نہوا۔ نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب، نواب کرناٹک (۱۲۱۶ تا ۱۲۳۴ ہجری) کے عہد کے شاعر اور آپ کی سرکار میں ملازم تھے۔ فنِ شاعری میں شاہزادہ مرزا علی بخت اظفری تیموری گورگانی سے تلمذ تھا۔ ۱۲۲۹ ہجری میں نواب رحمت مآب کے زمانۂ ریاست میں نادرؔ نے ایک مثنوی رشک قمر و مہ جبین لکھی تھی۔ اُس میں نواب موصوف کی، نواب بیگم صاحبہ اور آپ کے دونوں فرزند نواب اعظم جاہ بہادر، رضوان مآب اور نواب عظیم جاہ بہادر، غفران مآب کی تعریف کی ہے اور اپنی فلاکت و خستہ حالی کا اظہار کرکے نواب صاحب اور نواب بیگم صاحبہ سے شاہانہ امداد طلب کی ہے۔ نیز اُس وقت جو علما مشائخ امرا اور شعرا موجود تھے اُن میں سے بعضوں کا ذکر کیا ہے۔

مثنوی کے چند اشعار بطور نمونہ ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں:

حمد

عجب صانعِ کار پرداز ہے بری عقل سے اس کا ہر راز ہے

حنا کو رکھا برگ کے رنگ میں دکھا لعل کو شیشۂ سنگ میں

مناجات

مری دو جہاں میں تو رکھ آبرو | رہوں سُرخ رو سب کے تا روبرو
مجھے خضرؑ کا کر تو قائم مقام | رہوں آبِ حیواں سا دایم مدام
چمن سے جہاں کے مجھے دے ثمر | مجھے بحرِ مقصد سے کر بہرہ ور
مری مثنوی کو تو گلزار کر | تو بلبل سا ہر دل گرفتار کر

نعت

ادب سے یہاں آ، ارے ساقیا! | درود اور صلوات کہہ جا بجا
صراحی بنا گل کی، غنچہ کا جام | شراب طہورا سے ہے مجھ کو کام
کہ جس نشہ سے مجھ کو ایسا ہو جوش | کروں یادِ احمدؐ سے ہر دم خروش
کلیدِ خزانہ ہے اسرار کا | وہ دیوان ہے حق کے دربار کا
وہ ہے سرورِ لشکرِ انبیا | وہ ہے شاہِ اقلیم ہر دو سرا
وہی بیخ ہے اور شاخاں ہیں گل | اسی باغِ عظمت کے سب ہیں گے گل

ملک العلماء مولانا عبد العلی بحر العلوم قدس سرہٗ کا ذکر:

جو مولانا عبد العلی تھے وہاں | صفت اُن کی کرتے تھے کرّوبیاں
وہ مجذوب و سالک کا تھا پیشوا | وہ گم راہ و فاسق کا تھا رہ نما

مدح نواب

کروں یوسفِ حسن کا کیا بیاں | بیاں لا بیان ہے، اے کنعانیاں!
کروں حسن کو اُس کے گر کچھ رقم | تو معشوق دل ہووے میرا قلم
جو چہرہ کا سایہ تھا اُس شاہ کا | وہ داغ جگر ہو گیا ماہ کا
تھی یوں ریش چہرہ پہ نوّاب کے | گویا ہالہ تھا گرد مہتاب کے

در شکایت فلک

اے صیّاد دورِ فلک بدگہر! | قفس سے مجھے غم کے آزاد کر
تھا میں عیش کے پھول سے یار غار | ہوں اب خارِ غم سے بہت خوار زار
ہے لالہ سا اِس غم سے دل داغ داغ | مجھے چھوڑ، تا میں رہوں باغ باغ
کسی پر ستم یوں ہوا ہے کہیں، | ہے یہ بے مناسب، مناسب نہیں
مجھے قید کرنا ستم ہے ستم | مرے حال پر تو کرم کر، کرم،

اشعار متفرق

مجھے عید یاد آئی یادش بخیر! نہایت خوشی لائی یادش بخیر!

وہی ہے شجاعت کے گلشن کا گُل وہی ہیگا انگور بخشش کا مُل

نہ اُس کو تھی دختر نہ فرزند تھا کمال اس کا وہ آرزومند تھا

میں باغ جہاں میں ہوں بس خوار تر تناور شجر ہوں، مگر بے ثمر

سخاوت سے بر آوے مقصد تمام سخاوت سے حل ہووے مشکل کا کام

دعائے فقیراں ہے رحمِ خدا قدم ان کا کرتا ہے ردِّ بلا

یہ شیشہ کو اور جام کو تو پٹک خدا واسطے، تو یہاں سے سٹک

ارے ساقی! امید کا جام دے ولا رام مے سے تو آرام دے

یہ نہیں معلوم ہوا کہ نادر نے وفات کب پائی۔

باب سوم

وہ فارسی گو ایرانی شعرا جو شمالی ہند سے دکن آئے اور چند روز مقیم رہ کر واپس چلے گئے

فکری

فکری تخلص۔ مُلّا رازی عرف ہے۔ پورا نام، ولدیت، مولد اور سال ولادت معلوم نہ ہوا۔

عالم متبحر، ادیب فاضل، شاعر و نثار کامل تھے۔ خوش خُلقی اور فیاضی میں مشہور بھی تھے۔

انھوں نے شاہ طہماسپ صفوی، شاہ ایران، کی مدح میں بہت سے قصائد لکھے اور گراں بہا عطیات پائے۔ ایران سے احمد نگر پہنچے۔ شاہ طاہر کے ذریعے جو برہان نظام شاہ اول والی احمد نگر (سنہ ۹۱۴ تا سنہ ۹۶۱ ہجری) کے مقرب تھے۔ اور جن کا تذکرہ اوپر آچکا ہے بڑی دولت و عزت حاصل کی۔ دربار بیجاپور اور گولکنڈہ میں باریابی کا شرف پایا۔ وہاں کے تاجداروں نے بھی انھیں مالا مال کردیا۔ کئی ہزار ہون لے کر اپنے وطن کو واپس ہوئے۔

کلام کا نمونہ یہ ہے:

رُخصت گل گل شد از مے، ترکِ سیر باغ و بُستاں کن
بہ گیر آئینہ در دست و تماشائے گلستاں کن

نمی گویم دلم را خوں مکن، یا جاں مکاہ از غم
دل و جانم فدایت ہر چہ می خواہد دلت آں کن

یہ نہیں معلوم ہوا کہ ذکری نے کب انتقال کیا۔

مسیح کاشی

مسیح تخلص۔ رکن الدین نام۔ فرزند حکیم نظام الدین کاشانی۔ کاشان مولد۔ سال ولادت معلوم نہ ہوا۔

مسیح نے کاشان ہی میں تربیت پائی۔ طب، فلسفہ اور شاعری میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔

ابتدا میں شاہ عباس صفوی کے مصاحب تھے۔ بادشاہ ان پر اتنا مہربان تھا کہ دو مرتبہ بہ نفس نفیس ان کے مکان پر گیا۔ رفتہ رفتہ حاسدوں نے بادشاہ کا دل اِن سے پھیر دیا۔ بادشاہ کی یہ بے رخی انھیں گوارا نہ ہوی مجبوراً وطن کو خیر باد کہدیا اور چلتے ہوے یہ شعر کہا:

گر فلک یک صبح دم با من گراں باشد سرش
شام بیروں می روم، چوں آفتاب از کشورش

ہندوستان میں شہنشاہ اکبر کی علم دوستی و قدر افزائی کا ڈنکا بج رہا تھا۔ مسیح ہندوستان پہنچے اور کسی طرح بارگاہِ شاہی میں باریابی حاصل کی۔ بادشاہ نے از راہِ قدر افزائی اتنا انعام و اکرام دیا کہ فارغ البال ہوگئے۔ جہانگیر تخت پر بیٹھے تو مسیح کی اتنی قدر بڑھی کہ دربار کے حاضر باش ہو گئے۔

لیکن نہ معلوم پھر کیا افتاد پڑی کہ پایہ تخت سے الہ آباد چلے آئے۔ چند روز کے قیام کے بعد حیدرآباد دکن پہنچے۔ یہاں کے قیام میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ مسیح کو سخت محجوب ہونا پڑا۔

ایک دن میر محمد مؤمن استرآبادی، وکیل السلطنت سلطان محمد قلی قطب شاہ (۹۸۹ھ تا ۱۰۲۰ہجری) مسیح سے ملنے آئے۔ رخصت

کے وقت مسیح نے اُن پر گلاب پاشی کرنی چاہی۔ مگر غلطی سے گلاب کے بجائے شراب کا شیشہ ان پر ڈال دیا۔ وکیل السلطنت اس کو مسیح کی شرارت پر محمول کرکے آگ بگولا ہو گئے۔ مسیح کو سخت انفعال ہوا وہ فوراً حیدر آباد کو چھوڑ کر بیجاپور چلے گئے۔ وہاں بھی قسمت نے یاوری نہ کی۔ مجبوراً جہانگیر کے لشکر کی طرف رخ کیا اور مہابت خاں کی ملازمت اختیار کرلی۔

۱۰۳۷ھ ہجری میں شاہ جہان تخت نشین ہوئے تو مسیح نے ایک قطعۂ تاریخ پیش کیا اور بارہ ہزار روپیہ انعام پایا۔ اس قطعہ کے دو شعر یہ ہیں:

بادشاہِ زمانہ شاہِ جہاں خرم و شاد و کامراں باشد
ہر سال جلوس او گفتم در جہاں بادتا جہاں باشد

اس قطعہ نے پھر مسیح کو شاہِ جہاں کا درباری بنادیا۔

بوڑھے ہونے کے بعد بادشاہ سے مشہد مقدس جانے کی اجازت مانگی۔ بادشاہ نے پانچ ہزار روپیہ نقد اور ایک خلعت عطا فرما کر اجازت دی۔

مسیح حج و زیارت سے مشرف ہو کر مشہد مقدس گئے وہاں سے اپنے وطن کاشان میں چند روز آرام کرکے شاہ صفی سے ملنے کے لئے اصفہان گئے۔ مگر بادشاہ کو اپنی طرف متوجہ نہ پاکر شیراز چلے گئے اور مدت دراز تک وہیں مقیم رہے۔

مسیح بڑے پایہ کے شاعر تھے۔ ان کا کلیات ایک لاکھ اشعار کا حامل ہے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے شاگرد مرزا صائب تبریزی نے اِس کلیات میں سے انتخاب کرکے سات ہزار اشعار کا مختصر دیوان ترتیب دیا۔

منتخب کلام کا انداز یہ ہے:

راست می گویم کہ جرم چشم نمناکِ من است گر بپائے عاشقاں خارے دریں صحرا خلید

گر سپیدی در خط مشکیں یار آمد چہ غم　　بیشتر دارد بہا ہر گہ شود عنبر سفید

چنیں خواندست ہر صاحب سعادے از جبین من　　کہ گر دل بر تو ئی آخر نہ دل ماند نہ دین من

اے دلِ بیکار! آخر غمگسارِ من توئی　　ہم چراغ خانہ، ہم شمع مزارِ من توئی

در بزم عاشقاں چو برآرم ز سینہ آہ　　چوں ہیزمے کہ دود کند دورم افگنند

مسیح نے سنہ ۱۰۶۶ ہجری بمقام کاشان حیات مستعار کو خیر باد کہا۔ کسی شاعر نے تاریخ وفات کہی "رفت بسوئے فلک باز مسیح دوم"
۱۰۶۶

فقیر

فقیر تخلص۔ میر شمس الدین نام۔ عباسی نسب۔ والد کا نام نہ معلوم ہوا۔ شاہ جہاں آباد مولد اور سنہ ۱۱۱۵ ہجری سال ولادت ہے۔

فقیر نے اپنے زمانے کے علما سے تحصیل علم کی۔ عالم جیّد اور فاضلِ متبحّر تھے۔

سنہ ۱۱۴۱ ہجری میں لباس فقر پہن کر اپنا تخلص فقیر قرار دیا۔ مدّتوں دہلی میں اپنے خوان علم سے طلبہ کو بہرہ اندوز کرتے رہے۔ پھر لکھنؤ گئے اور وہاں سے سنہ ۱۱۸۰ ہجری میں اورنگ آباد پہنچے۔ سال بھر کے قریب یہاں مقیم رہ کر ۶ محرم سنہ ۱۱۸۱ ہجری کو سورت، اور وہاں سے بہ عزم بیت اللہ شریف جہاز میں روانہ ہوئے۔ حج سے فارغ ہو کر مکّہ مکرمہ سے بصرے گئے اور وہاں سے کشتی میں سوار ہو کر ہندوستان آرہے تھے کہ راستے میں کشتی ڈوبی، فقیر بھی بحر فنا کے گھاٹ اتر گئے۔

آپ کا شمار بڑے اچھے شاعروں میں ہے۔ اشعار کا یہ نمونہ ہے:

یار نشناختہ قدرِ دلِ بے کینۂ ما　　کاش می دید رخ خویش در آئینۂ ما

برائے نازنینے می کشم نازِ جہانے را | بہ بوئے یوسفے گیرم سرِ راہ کاروانے را

جدا از روئے توائے مہ! ستارہ می شمریم | شبِ فراق تو از بہر ماست روزِ حساب

من نہ از خود می روم دنبالِ او | سایہ را سرگشتہ دارد آفتاب

مرشدِ اہلِ سخن را جز صفائے سینہ نیست | درسِ طوطی را کتابے بہتر از آئینہ نیست

در مقابل چشم گریاں تا جمالِ یار داشت | کاروانِ گریۂ من یوسفے در بار داشت

فقیر را ز سعادت ہمیں قدر کافی است | کہ منتے بہ سرش سایۂ ہما نہ گزاشت

جامِ مے نیست کہ از دست تو شد قسمتِ غیر | کشتیِ ماست کہ در کامِ نہنگ آمدہ است

بر سرِ ہمائے وصل نیفگند سایۂ | در کوئے او فقیر شکست استخواں عبث

فقیر کے انتقال کا واقعہ ۱۱۸۳ہجری میں پیش آیا۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے وفات کی یہ تاریخ لکھی:

رفت از عالم سخنورِ شیریں ہائے | خوابید بہ خاک شاعرِ رنگیں ہائے
آزاد نوشت مصرعِ تاریخش | گو "آہ فقیر میر شمس الدیں ہائے"
۱۱۸۳

عاقل

عاقل تخلص۔ محمد عاقل خاں نام۔ ہنرور خاں خطاب۔ دہلی مولد ہے۔ تاریخ تولد معلوم نہیں ہوی دہلی کے علما اور فضلا سے تحصیل علم کی۔ اس سے فارغ

ہوکر بادشاہی منصب پایا۔ اسی زمانے میں نواب آصف جاہ سے شرفِ ملازمت حاصل کیا۔ جو بعد میں شاہِ دہلی کے وزیر ہوئے۔ نواب نے قدر افزائی فرمائی۔ نواب کی مداحی کرتے رہتے تھے۔ سنہ ۱۱۲۴ ہجری میں فرخ سیر بادشاہ ہوئے اور نواب آصف جاہ کو اورنگ آباد کی صوبہ داری ملی۔ عاقل بھی ان کے ہمراہ اورنگ آباد آگئے۔ اور فراش خانہ وغیرہ کے داروغہ مقرر کئے گئے۔ جب عاقل بوڑھے ہوگئے تو نواب نے انھیں اپنی جاگیرات واقع دہلی کے محاصل کے خزانے کا داروغہ بناکر دہلی بھیج دیا۔

کلام کا نمونہ یہ ہے:

ہیچ کس یارب! اسیرِ جذبۂ الفت مباد! مرغِ دست آموز در پرواز ہم آزاد نیست

کدام تشنہ جگر گرم جاں فشانی بود کہ آب جدول شمشیر در روانی بود

فیضِ آبِ دیدہ نتواں یافت در آبِ وضو کاشکے زاہد بہ جاے ریش مژگاں ترکند!

سرمہ بودم نالہ گشتم نکہتِ گلہا شدم عشق می داند بہ نیرنگی کہ من رسوا شدم

چیست مطلب از گدازم کوزہ سازِ عشق را سنگ بودم آب گشتم سوختم مینا شدم

چو راہب بہ بت خانہ بیدار بودن ازاں بہ کہ در کعبہ خوابیدہ باشی

عاقل نے ایک روایت کے موافق سنہ ۱۲۰۰ ہجری میں اور بقول مؤلف محبوب الزمن سنہ ۱۱۹۵ ہجری میں قضا کی۔

تمت